مرادردیست اندردل اگرگویم زباں سوزد
وگردردل نہاں دارم کہ مغزاستخواں سوزد

ارکان کے روہنگیا مسلمان

موت وحیات کی کشمکش میں

تالیف

محمد طاہر جمال ندوی

ناشر

دارالبحوث والمناصرة الاسلامية

چاٹگام، بنگلہ دیش۔

۲۰/ فروری ۲۰۲۲ء

کتاب : ارکان کے روہنگیا مسلمان موت وحیات کی کشمکش میں۔

مؤلف : مولانا محمد طاہر جمال ندوی، فاضل دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، انڈیا۔

باراول : دسمبر: ۲۰۲۲ء

تعداد : ۱۰۰۰ (ایک ہزار)

قیمت : ۱۰۰/ ٹاکا، بنگلہ دیشی۔۵/ ریال سعودی

کمپوز : محمودالعالم (اندرقلعہ، چاٹگام، بنگلادیش)

ناشر : دارالبحوث والمناصرة الاسلامیۃ چاٹگام، بنگلادیش

ملنے کے پتے : 0088-01533091784

Email : tahernadwi@gmail.com

ARKAN KE ROHINGYA MUSALMAN MOUT WO HAYAT KI KASHMAKASH ME.

BY : MOHAMMED TAHER JAMAL NADWI

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر در دل نہاں دارم کہ مغز استخواں سوزد

انتساب

ان تمام مجاہدین اور سرفروشوں کے نام، جنہوں نے سرمینِ ارکان میں اپنے دین وایمان اور وطن مقدس اور مظلوم مسلمانوں کو طاغوت کے پنجے سے آزاد کرنے کے لئے قربانیاں دیں اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا، **فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا.**

محمد طاہر جمال ندوی

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام علی سید المرسلین، وعلی آله و صحبه اجمعین، ولا عدوان الا علی الظالمین. اما بعد:

کہتے ہیں کہ تاریخ قوم کا آئینہ ہے، آئینے میں جس طرح دیکھنے والوں کو اپنا عکس نظر آتا ہے، ٹھیک اسی طرح قوم اپنی تاریخ میں اپنی قومی زندگی کو دیکھ لیتی ہے، جس کے ذریعے وہ اپنی قومی زندگی کے حال اور مستقبل کو سنور لیتی اور لے سکتی ہے۔

یہ بات کبھی بھی سچائیت پر مبنی نہیں ہے کہ روہنگیا قوم کے بزرگوں نے اپنی قوم کے لئے کچھ بھی نہیں کیا ہے، جیسا کہ بعض نادان ہمارے بزرگوں پر آئے دن الزام لگاتے پھرتے ہیں، دانشوران کے علی الرغم علمائے دین متین پر بطور خاص الزامات لگاتے نہیں تھکتے ہیں کہ انہوں نے صرف اور صرف دین اور دین داری کے بہانے لوگوں کو لوٹا ہے، مذہب کے لبادے میں اپنے عوام سے عموما اور نئی نسل سے خصوصا دھوکہ اور فریب کیا ہے، اگر یہ لوگ قوم کے لئے کچھ کئے ہوتے تو روہنگیا مسلمانوں کا حال آج ایسا نہیں ہوتا، جیسا آج ہم دیکھ رہے ہیں، اور ڈھنڈور پیٹتے پھرتے ہیں کہ ہمارے آج کے علماء قومی خدمات کے حوالے کسی کام کے نہیں ہیں، اگر یہ کام کے ہوتے تو روہنگیا مسلمانوں کی تقدیر کب بدل گئی ہوتی۔

دراصل بات یہ ہے کہ نہ قومی خدمات کے حوالے سے ہمارے دانشوران غافل تھے اور نہ علمائے کرام بے خبر، کھلی آنکھ سے مطالعہ کیا جائے تو رات کے اندھیرے میں دیکھا جا سکتا ہے کہ نہ صرف قومی خدمات کے میدان میں ان دونوں طبقوں نے بساط بھر خدمات کیں بلکہ

ہمارے روشن ضمیر عوام بھی کسی طرح پیچھے نہیں رہے تھے، اس حوالے سے ہماری خدمات کی تاریخ میں اور تو اور ۱۹۴۲ء کے بعد سے آج تک دیکھا جا سکتا ہے، کہ ہماری اس طویل تاریخ میں علماء، دانشوران کے ساتھ ہمارے عوام نے بھی لازوال قومی خدمات انجام دی ہیں، اس حوالے سے ہزاروں نے جام شہادت پی کر جنت کے اعلی درجات کے مستحق بنے، کوئی غازی بن کر رہتی زندگی میں مزید خدمات انجام دیتے ہوئے راہی ملک بقاء ہوئے، جس کا روشن سلسلہ تا حال الحمدللہ جاری ہے، **فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا.**

کہتے ہیں کہ ایک انسان کی زندگی میں ایک دو گھڑیاں بھی اس کے لئے بہت کچھ ہوا کرتی ہیں، لیکن ایک قوم کی قومی زندگی میں سو سال بھی بہت کچھ نہیں ہوتے، ویسے ہمارے آج کل کے حالات اور واقعات کے تناظر میں یہی فیصلہ کر لینا کوئی حقیقت پسندی پر مبنی بات نہیں ہوگی اور نہ ہو سکتی کہ ہمارے بزرگوں نے قومی خدمات کے حوالے سے کوئی بار آور کام نہ کرنے کی وجہ سے آج ہمارے حالات ایسے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ قوم و ملت کے حق میں کام کرنا تو ہے، اگر کام صحیح معنی پر کیا گیا ہے تو یاد رکھنا کہ نتیجہ ایک دن ضرور آئے گا، چاہے تھوڑی دیر میں ہی کیوں نہ ہو، قومی امور میں جلد بازی بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے، تھوڑے صبر سے کام لینا از بس ضروری ہے۔

قومی خدمات کے حوالے سے آج کل ہمارے کچھ نادان قسم کے لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ماضی میں ہمارے بزرگوں نے جو کچھ کیا تھا وہ مثبت تھا اور نہ صحیح سمت پر، اس لئے کام کو آج نئے انداز میں اور نئی سمت پر اور نئی حکمتِ عملی سے کرنا ہوگا، اور تو اور یہ نادان ہمارے بزرگوں کی نیت اور اخلاص پر بھی سوالیہ نشان کے ساتھ کیچھڑ اچھالتے ہوئے طرح طرح کے الزامات لگاتے نہیں تھکتے، اور ان کی دشنام طرازی کی کوشش کرتے ہیں، اور قوم کو یہی باور کرانے پر لگے ہوئے ہیں کہ ماضی میں ہمارے بزرگوں نے جتنے بھی کام کئے تھے وہ بامعنی نہیں تھے، ان کے پاس کوئی صحیح نصب العین اور کوئی صحیح منصوبہ بندی، اور کوئی صحت پر مبنی پلان، پروگرام اور حکمتِ

عملی نہیں تھی، اس لئے اب ہمیں بامعنی اور بارآور کام کرنا ضروری ہے۔

لیکن صحت پر مبنی بات تو یہ ہے کہ کم سے کم ۱۹۴۲ء سے لے کر آج اس صدی کے عشر اول تک ہمارے بزرگوں کے قومی کام کو بغور مطالعہ کیا جائے تو ہر کسی بینا کو یہ اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ انہوں نے جو کچھ بھی کیا صحت پر مبنی کام کیا ہے، کوئی اگر اس کی نجی زندگی کے بعض امور میں کوئی غلطی کی ہو، یا کسی موقع پر کسی کی نجی غلطی کا خمیازہ قوم کو بھگتنا پڑا ہو تو وہ الگ بات، لیکن مجموعی طور پر قومی امور میں انہوں نے کوئی ایسی غلطی نہیں کی، جس پر ان کی آنے والی نسلیں انگلیاں اٹھا سکتی ہوں۔ ماضی میں قومی امور میں کام کرنے والوں کے حوالے سے کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

۱۔ کیا ۱۹۴۲ء میں مگھ اوباش شر پسندوں اور برمی وحشی عصبیت پسند دغا بازوں کے خلاف جہاد کرنے والوں نے جو جو کام سرانجام دیئے تھے، ان بزرگوں کی مجموعی جہادی سرگرمیاں پوری قوم کے مفاد میں نہیں تھیں؟

۲۔ کیا ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۷۵ء تک یعنی محمد جعفر حسین قوال کے دور سے جعفر ثانی کے دور تک روہنگیا قوم کے مفاد میں زیر زمین کام کرنے والوں کی کارکردگیاں مجموعی طور پر قوم کے حق میں نہیں تھیں؟

۳۔ کیا ۱۹۷۵ء اور اس کے بعد محمد جعفر حبیب کے دور سے لے کر ۲۰۱۱ء تک زیر زمین قوم کے مفاد میں کام کرنے والوں نے ایسا کچھ کیا، جس کی وجہ سے پوری قوم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا ہو، اور ہزاروں مسلمانوں کی شہادت، ہزاروں ماں اور بہنوں کی عصمت کی پامالی، ہزاروں گھر بار کی خاکستری اور مساجد و مدارس کی ویرانگی کے علاوہ پوری قوم کو منتشر اور سراسیمگی کے حالات سے دوچار ہونا پڑا ہو؟

۴۔ کیا ہمارے ان تمام بزرگوں کی قائم کردہ جماعتوں کے نصب العین، منصوبے، لائحۂ عمل، پلان و پروگرام، اور حکمت عملیوں میں حالات کے تقاضے اور وقت کی نزاکت کے متعاکس ایسی کوئی چیز بھی تھی، جس کی وجہ سے مجموعی قوم کو یک بارگی منتشر اور سراسیمہ ہونا پڑا ہو؟

میری ان تمام معروضات کے خلاف کہنے والے شاید کہیں گے کہ فلاں فلاں وقت یا زمانے میں اتنے لوگ مظالم کے شکار ہوئے، جن کی وجہ سے اتنے مسلمان شہید ہوئے، اور اتنوں کو وطن چھوڑ کر ہجرت کی زندگی اپنانی پڑی وغیرہ وغیرہ؟ تو ان باتوں کا جواب یہی بن پڑتا ہے کہ ۲۰۱۱ء سے پہلے آپ ہمارے حالات کو صحیح تاریخی پس منظر میں بغور مطالعہ کرنے سے اس نتیجے پر ضرور پہنچ پائیں گے کہ اتنے سالوں تک مظالم کے حوالے سے ہم پر جو کچھ ہو بیتا، وہ سب کچھ مگھوں اور برمیوں کی عصبیت وعنصریت پسندی اور وحشیانہ اقدامات کا نتیجہ تھا، ہم نے اگر کچھ کیا بھی تو اپنی بساط بھر دفاع کیا ہے، ہمای طرف سے بطور خاص غلط اقدامات بالکل نہیں ہوئے، اور ہم اور ہماری جماعتوں نے بذاتِ خود ایسا کچھ بھی نہیں کیا، جس سے ہم یہ کہہ سکیں کہ ''ہم نے کلہاڑی خود اپنے پاؤں پر ماری ہے''۔

بخلاف ہمارے ان بزرگوں کی سرگرمیوں کے، ۲۰۱۱ء کے بعد ہمارے اپنوں کی شکل میں بعض لوگوں اور جماعتوں نے کیا کیا؟ وہ بھی تاریخ کی ریکارڈ میں موجود ہے، جسے آپ نے دیکھا اور سر کے کانوں سے سنا بھی، یہاں تفصیلات بیان کرنے کی گنجائش ہے نہ ضرورت، ساری چیزیں آپ کی آنکھوں کے سامنے ہیں، تاہم ان میں سے کچھ چیزیں اجمالی طور پر ''**فذکر فان الذکر تنفع المومنین**'' کے پیشِ نظر بیان کرنے کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے:

۱۔ آپ ۲۰۱۱ء اور اس کے بعد ہم پر بیتنے والے حالات و واقعات کو بغور مطالعہ کرنے سے اس نتیجہ پر ضرور پہنچ پائیں گے کہ ۲۰۱۱ء کے بعد ارکان کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم واستبداد مجموعی طور پر ارکان روہنگیا یونین (ARU) کے بے ڈھنگے طور پر بننے کے علاوہ اس کی مسلسل ناکامی اور پے در پے نامراد سرگرمی کا نتیجہ ہے، جس کی تفصیلات پر جاؤں تو بات بڑھنے اور خاصی تلخ ہونے کا اندیشہ ہے، تاہم اشارے سے اتنی ضرور بتاؤں کہ مگھ درندوں اور برمی وحشیوں نے ہماری اس دھب سے بننے والے جماعت (مجلسِ تنسیقی) کو ان کے لئے اتنا شدید خطرہ سمجھا کہ جتنے کا وہ مستحق ہی نہ تھی، لیکن اس

کے ردعمل میں ان درندوں اور وحشیوں نے وہی کچھ کیا، جسے شاید چنگیز و ہلاکو، نازی وہٹلر کے زمانے نے دیکھا ہوگا۔

۲۔ ۲۰۱۳ء کے بعد ارکان روہنگیا یونین کے زیر سائے گلوبل روہنگیا سنٹر (GRC) نامی گروپ جو سامنے آیا ہے، اس نے تو ہم پر اتنے سالوں تک ہونے والے مظالم کے حوالے سے سونے پر سہاگے کا کام کر دیا ہے، اس سنٹر کے ساتھ جڑے ہوئے لوگوں کی نا عاقبت اندیشانہ سرگرمیوں اور کارکردیوں نے اور تو اور ۲۰۱۵ء کے بعد مگھ اور برمی ظالموں کو ارکان کے مسلمانوں پر مظالم ڈھانے کے لئے وہ راستے ہموار کئے، جن پر چل کر ظالموں نے اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل کی اور اپنے پرانے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں کامیابیاں حاصل کیں۔

۳۔ باوثوق ذرائع کے مطابق گلوبل روہنگیا سنٹر سے جڑے ہوئے ہماری سیاست وقیادت کے حوالے سے ناسمت شناس لوگوں نے ایک جماعت ''حرکۃ الیقین'' (ARSA) کے نام سے تشکیل دی، یوں بغیر کسی سوچے سمجھے روہنگیا مظلوم مسلمانوں کے سر پر چند نا عاقبت اندیش اور جذباتی عناصر کو تھونپ دیا۔ جن کا دعوی ہے کہ ہمارے پچھلے قومی خادموں اور لیڈروں نے ماضی میں جو کچھ کیا تھا وہ قومی فلاح و بہبود اور نجات کے حوالے سے کوئی بار آور نہیں تھا، اخلاص نیت اور للّٰہیت کے علی الرغم ان کا نصب العین، منصوبہ، پلان و پروگرام، لائحۂ عمل، حکمتِ عملی اور سرگرمیاں حالات کے تقاضے اور وقت کی نزاکت کے اعتبار سے صحت پر مبنی نہیں تھیں۔ ہمارے پچھلے بزرگوں کی کرید کرید کر دشنام طرازی کے علاوہ ان پر سب وشتم کرنے والے یہ وہی عناصر ہیں کہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جن کی نا عاقبت اندیشانہ حرکتوں اور سرگرمیوں نے ہمارا رہا سہا بیڑا بھی غرق کر دیا ہے، انہوں نے ہمارے پچھلے بزرگوں کی روشن خدمات پر کڑی مگر ناروا تنقید کے ساتھ معاذ اللہ قومی خدمات کے حوالے سے جتنی کرامات دکھائیں وہ بھی آج سب کے سامنے ہیں، جن میں سے چند کرامات حاضرِ خدمت ہیں:

☆ سینکڑوں لوگوں بشمول علمائے کرام ودانشورانِ عظام کو بغیر کسی شرعی وقانونی جواز کے قتل

کر دیا گیا، جس کا سلسلہ اندرونِ وطن شاید اب بھی جاری ہے۔

☆ ۲۰۱۶ء اور اس سے پہلے عموماً، پھر بطور خاص ۲۰۱۷ء میں بغیر کسی بھی تیاری کے روہنگیا نہتے عوام کو ورغلانے کے ساتھ ان کو سبز باغ دکھاتے ہوئے ان نہتوں کی شمولیت میں مختلف برمی فوجی کیمپوں پر حملہ کر دیا گیا، جس کے نتیجے میں کم سے کم یہی ہوا کہ:

(الف) چار سو کے لک بھگ روہنگیا مسلمانوں کی بستیاں جلا کر بھسم کر دی گئیں۔

(ب) ہزاروں ماں اور بہنوں کی عصمتیں پامال اور ہزاروں بچوں کو جلتی وسلگتی آگ میں ڈالا گیا۔

(ج) ہزاروں روہنگیا مسلمان قتل کر دیئے گئے۔

(د) ہزاروں مساجد شہید اور ہزاروں مدارس ڈھائے گئے۔

(ھ) لاکھوں مسلمانوں کو خود اپنے ہی وطن میں بے گھر کر دیا گیا۔

(و) تقریباً پندرہ لاکھ روہنگیا مسلمانوں کو بزور طاقت پڑوسی ملک بنگلہ دیش میں دھکیل دیا گیا۔

(ز) بڑی دکھ کی بات یہی ہے کہ آج کل کاکس بازار کے ہمارے مہاجرین کیمپوں میں مختلف شرپسند گروپ وجود میں آ گئے، جن کی منفی سرگرمیوں کی وجہ سے باہمی قتل وخون، دہشت گردی اور غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔

(ک) اس سے بھی بڑے افسوس کی بات یہی ہے کہ مختلف اوباشوں کے ہاتھوں بننے والے متنوع منشیاتی گروپ سرگرم ہو چکے ہیں، اور منشیات فروشی کے حوالے سے ان چور ڈاکوؤں کے درمیان ہونے والی باہمی رسہ کشی اور کشمکش کے نتیجے میں آئے دن قتل وخون کا بازار گرم ہوتا رہا، جس کی وجہ سے بنگلا دیشی عوام اور حکام کی جو ہمدردیاں روہنگیا مظلوموں کے حق میں تھیں ان میں کافی کمی محسوس کی جا رہی ہے۔

علاوہ ازیں زیر زمین رہنے والی ہماری دیگر مسلح جماعتوں کا جہاں تک تعلق ہے، وہ بھی کوئی بار آور کام کرنے سے قاصر ہیں، ایسے حالات میں قوم کی نجات کے حوالے سے اب ہمیں کرنا کیا ہے یہ ایک اہم سوال ہے؟

بہر حال میری یہ حقیری سی کاوش ''روہنگیا مسلمان حالات کے بھنور میں'' کے عنوان سے آپ

کے سامنے حاضر ہے،جس میں روہنگیا مسلمانوں کے حالات حاضرہ اوران کی مختلف سرگرمیوں پر بحث کی گئی ہے، اس کے بعض مندرجات سے کسی کا دل دکھے تو معذرت۔ پرناظرین وقارئین سے گزارش ہے کہ آپ براہِ کرم اس میں پائی جانے والی خامیوں اورکوتاہیوں سے ہمیں مطلع کر کے مشکور ہوں گے۔اور دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں امتِ مسلمہ کی خدمات کی توفیق سے نوازے،آمین،وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد و آله و صحبه اجمعین۔

محمد طاہر جمال ندوی

چاٹگام،بنگلادیش۔

۱۰۲۲/۰۳/۱۰ء

ارکان کا جغرافیہ اورقدرتی وسائل

سرزمین اسلام ارکان کی حدود میں مختلف ادوار میں مختلف وجوہات کی بنیاد پرکمی بیشی ہوئی ہے،کبھی ایسا بھی ہوا تھا کہ ارکان کی حدود ایک طرف ڈھاکہ تک پہنچی تو دوسری طرف تھائلنڈ اس کا دوسرا سرا تھا، یہاں تک کہ ۱۶۲۵ء تک بنگال کے علاقے نواخالی اور باقرگنج سمیت ڈھاکہ کو بھی اس مملکت میں شامل کرلیا گیا تھا آئین اکبری کے مطابق ارکان بنگال کے جنوبی مشرق میں ایک وسیع ملک ہے، جسے ارخنگ کہا جاتا ہے، اور چاٹگام کی معروف بندرگاہ اس ملک میں شامل ہے۔

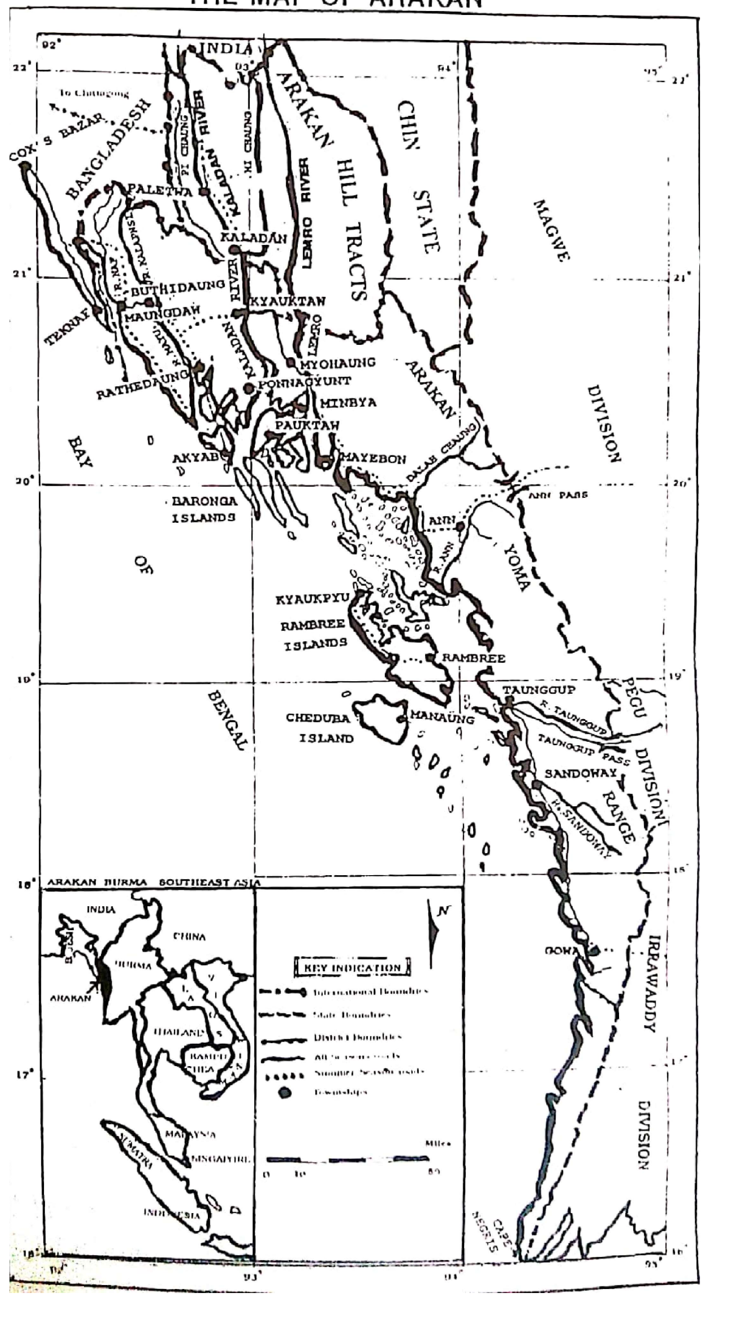
سرزمین ارکان کا حالیہ رقبہ چودہ ہزار دوسو (۱۴۲۰۰) مربع میل ہے، جومیانمار کے جنوب میں دریاؤں اور بلند پہاڑوں ،زرخیز اور پرفضا میدانوں پر مشتمل ایک خوب صورت علاقہ ہے،اورخلیج بنگال کے مشرقی ساحل کے ساتھ جنوباوشمالا پھیلا ہوا ہے،جس کی چوڑائی شمال میں زیادہ ہے،تقریبا ایک سومیل سے بتدریج کم ہوتی ہوئی یہ چوڑائی جنوب میں صرف بیس میل تک رہ جاتی ہے۔

۱۹۶۵ء تک ارکان کا معروف پہاڑی علاقہ ''پلوا'' ارکان ہی میں شامل تھا،مگرحکومت برما نے اپنی آزادی کے بعد اس پہاڑی علاقے کا بیشتر حصہ چھن اسٹیٹ میں شامل کردیا ہے۔اسی طرح سانڈوے ضلع سے بھی مزید دوسومیل کا علاقہ مع دوجزائرکواپراوڈی ڈویژن میں شامل کردیا گیاہے،جس پرارکان کے تمام باشندے ناراض ہیں۔

اس سرزمین کے شمال میں ہندوستان کے علاقے اور برما کی ریاست چھن اورمشرق میں اس کی سرحد بلندوبالا کوہ ارکان ہے،جوکوہ ہمالہ کا ایک عظیم پہاڑی سلسلہ ہے، جسے ارکان یوما کہا جاتا ہے،جوارکان کو برما کے دوسرے علاقوں سے مکمل طور پرجدا کردیتا ہے۔

سرزمین ارکان ہزاروں سالوں سے ایک الگ تھلگ ریاست رہی تھی،مگر تاریخ کا یہ ایک

THE MAP OF ARAKAN



بڑا المیہ ہے کہ برطانوی سامراجیوں نے ۱۹۳۶ء میں برما کو برطانوی ہند سے علیحدہ کرتے وقت اس سرزمین کو برما کا ایک صوبہ بنادیا تھا۔ جبکہ تاریخی اور جغرافیائی اعتبار سے ارکان بنگال سے ملا ہوا ایک علاقہ ہے۔

کوہ یوما، برما اور ارکان کے مابین ایک قدرتی فصیل ہے، جس نے برما سے اسے جدا کر کے ایک طبعی اور جغرافیائی اکائی کی صورت عطا کی ہے۔ اور یہ عظیم الشان پہاڑ جسے کوہ ارکان بھی کہا جاتا ہے، نہ صرف ارکان کو برما سے جدا کرتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ پہاڑ مہابھارت اور چین کے درمیان ایک قدرتی فصیل بھی ہے۔

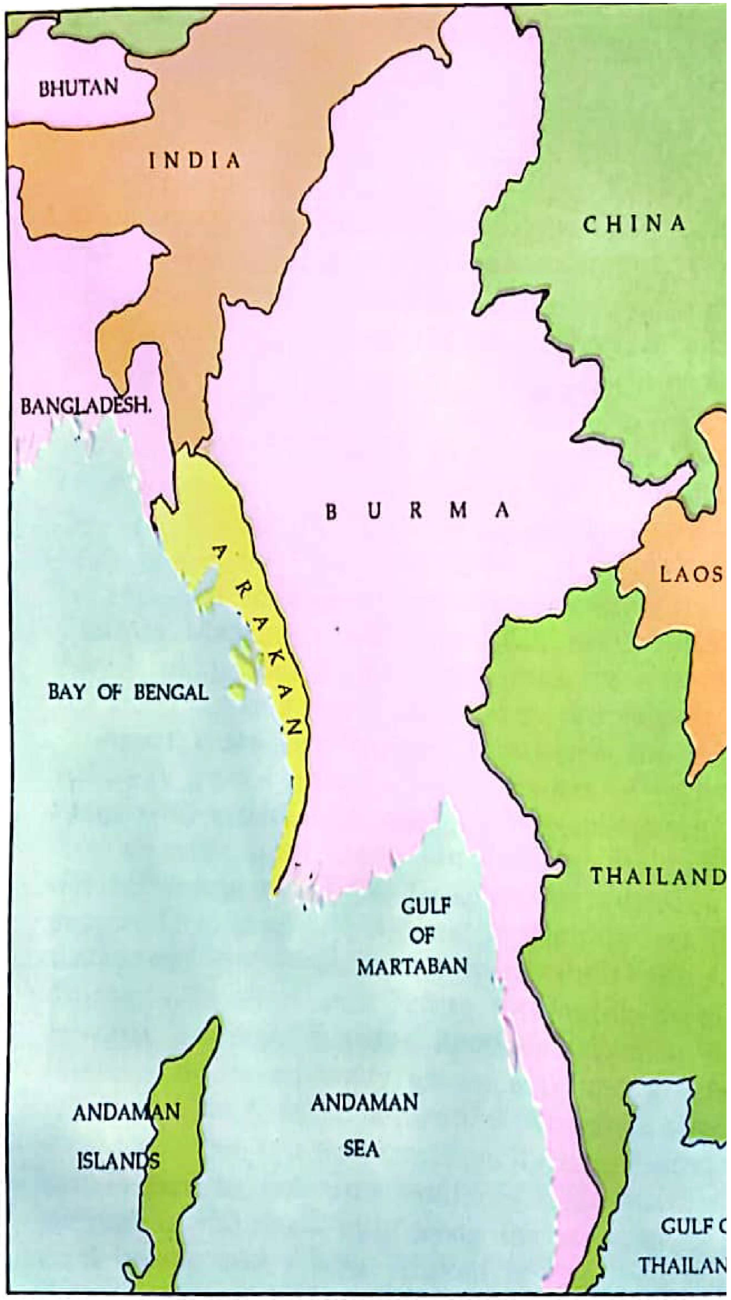
اور اس کوہ یوما یا کوہ ارکان کے چار پہاڑی سلسلے ہیں جو دوڑتے اور رینگتے ہوئے جنوب کی طرف سمندر میں جا گرتے ہیں، جس کا اجمال یہ ہے:

(۱) ناف تنگ: جو حالیہ ارکان کے مغربی سرحد سے نکل کر دریائے ناف کے مغربی کنارے کنارے دوڑتا ہوا ٹیکناف تک چلا جاتا ہے،

(۲) کوہ لیمرو: جو دریائے لیمرو کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ ممبیا کے مغرب سے پکتو تک چلا جاتا ہے،

(۳) کوہ سیندنگ: جو دریائے کلاڈان اور دریائے مایو کے مابین پھیلتا ہوا مانگائی تک چلا جاتا ہے، جس میں ایک مشہور درہ ہے، جسے ''درۂ افک'' کہا جاتا ہے، اور یہ وہی درہ ہے کہ جس کے نام آتے ہی آج بھی ارکان کے مسلمان خون کے آنسو روتے اور ۱۹۴۲ء میں کئے گئے مسلمانوں کے قتل عام کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کوئی پچاس ہزار سے زیادہ مسلمانوں کو اس وقت درہ عبور کرنے کے دوران وحشی مگھ اور ظالم برمیوں نے شہید کر دیا تھا۔

(۴) کوہ گولنگی یا گاؤلنگی: جو دریائے ناف اور دریائے مایو کے درمیان سے رینگتا ہوا مایوٹیک تک چلا جاتا ہے، اس سلسلے میں چند مشہور درے بھی ہیں، جن میں درۂ گوفی، درۂ علی چنگ، درۂ سینڈی پرانگ، درۂ ناکائنگ، اور درۂ یونگ چنگ بہت مشہور درے ہیں، درۂ علی چنگ میں ایک پختہ سڑک بھی ہے، جو منگڈو کو بوسیدنگ سے ملاتی ہے، کہا جاتا ہے کہ اس ناہموار پہاڑی



Arakan and its Neighbours

درہ کو جنرل ولی خان نے کاٹ کر راستہ بنایا تھا۔

ارکان کا ایک تاریخی نام روہانگ بھی ہے، جو حالیہ برما کے شمال مغرب میں واقع ہے، جس کی خلیج بنگال سے ساتھ چلنے والی ۳۶۰؍میل ساحلی پٹی ہے، علاوہ ازیں اس کی بری سرحد جو ۱۷۶؍میل بشمول ۳۶۰؍میل لمبی آبی سرحد کے بنگلا دیش کے ساتھ متصل ہے، جو بنگلا دیش کے معروف علاقہ چاٹگام کو ارکان کے ساتھ ملاتی ہے۔

ارکان پہاڑوں، دریاؤں، گھنے جنگلات اور کھاریوں پر مشتمل ایک علاقہ ہے، بعض ماہرین کے مطابق کل سطح زمین کا ۷۰؍فیصد حصہ جنگلات پر مشتمل ہے، ارکان کی سدا بہار پہاڑیوں میں ساگوان اور ربڑ کے علاوہ بہت سے قیمتی درخت پائے جاتے ہیں، اس ملک کا شمالی حصہ ہموار، ڈیلٹائی اور گھنی آبادی والا ہے، جبکہ جنوبی حصہ تنگ، چٹانی اور کم آبادی والا۔ پوری سرزمین میں کل سات مشہور دریا پائے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) دریائے ناف۔

(۲) دریائے کلاڈان۔

(۳) دریائے مایو۔

(۴) دریائے لیمرو۔

(۵) دریائے این۔

(۶) دریائے تنگوپ۔

(۷) دریائے سانڈوے۔

یہ ساتوں دریا عموماً گہرے اور جہاز رانی کے لئے بہت موزون ہیں۔ علاوہ ازیں ان سے بڑی مقدار میں مچھلیاں شکار کی جاتیں اور موتیاں بھی نکالے جاتے ہیں۔ کلاڈان ارکان کا سب سے لمبا دریا ہے، جس کا بالائی سرا کوہ ہمالہ سے شروع ہوتا اور خلیج بنگال میں جا اترتا ہے، یہ تمام کے تمام دریا ارکان میں نقل وحمل یا آمد و رفت کے لئے مرکزی ذریعے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔



ساحل ارکان کے قریب چند جزائر ہیں، جن میں رحمبری اور چیڈ وبا سب سے بڑے اور مشہور ہیں، اور جزیرۂ رحمبری ایک تاریخی جزیرہ ہے، جو کیا کتاؤ ٹاؤن شپ سے مشرق میں چند میل دور واقع ہے، جہاں گہرے پانی میں ایک بندرگاہ بھی ہے، خلیج کے نیلے پانی میں چیڈ وبا اور رحمبری دو خوشنما جزیرے ہیں، جن کی زمینیں نہایت زرخیز بھی ہیں۔ ارکان کے آس پاس کے تمام جزائر میں عام طور پر رہنگیا مسلمانوں کی آبادیاں اکثریت پر مشتمل تھیں، لیکن مگھ برمیوں کے مظالم نے آج اقلیت بنا کر رکھ دیا ہے۔

ارکان میں کل سترہ شہر ہیں، دریائے کلا ڈان کے دہانے پر واقع شہر اکیاب اس کا دارالحکومت بھی اور مرکزی بندرگاہ بھی، ارکان میں مواصلات کا نظام بڑا پسماندہ ہے، گذشتہ صدی کے آواخر تک یہاں صرف ۱۵۰ ر میل لمبی ایک بدنما سڑک پائی جاتی تھی، مگر برمی فوجی حکومت (SPDC) نے اپنی جنگی حکمت عملی کے پیش نظر برما سے ارکان کو ملانے والی ایک عام سڑک تیار کر لی تھی۔ ارکان میں کوئی ریلوے نہیں ہے، برطانوی دور میں قدیم شاہراہ ارکان کے ساتھ ساتھ حالیہ بنگلا دیش کے صوبۂ چاٹگام سے ملانے والی ایک ریلوے لائن موجود تھی، جس کی کچھ بوسیدہ نشانیاں آج بھی کہیں کہیں دیکھی جاتی ہیں۔ کوہ ارکان میں تین پہاڑی راستے ایسے بھی ہیں، جو برما کے ساتھ ارکان کا زمینی اتصال قائم کرتے ہیں، جن میں درۂ تنگوپ زیادہ مستعمل تھا، مگر آج کل درۂ این سے ایک پختہ سڑک نکالی گئی ہے، جو برما کو ارکان سے ملاتی ہے۔

سرزمین ارکان قدرتی وسائل سے پھٹا پڑا ایک علاقہ ہے، دنیا کے ترقی یافتہ علاقوں کے وسائل سے توازن کیا جائے تو ارکان کسی بھی اعتبار سے کم نہیں ہے، چونکہ یہ علاقہ مسلم اکثریتی علاقہ تھا، تو ترقی دینے کے لئے برمی غاصبوں نے چاہا نہ اور کسی کو کرنے دیا۔ حکومت برما کی ہمیشہ چاہت یہی رہی ہے کہ یہاں کے قدرتی وسائل سے مسلمان مستفید نہ ہو سکے، ہر ممکنہ طریقۂ کار کو اپناتے ہوئے حکومت یہاں کے مسلمانوں کو اپنے وطن کی دولت سے مستفید نہ ہونے دی۔ سطور بالا میں جس طرح عرض کی گئی ہے کہ ارکان کی زمین بڑی زرخیز ہے، اور

۱۹۶۴۲۵۷/۱ ایکڑ قابل کاشت زمین میں سے ۱۸۵۴۸۲۴/۱ ایکڑ زمین ہر سال کاشت میں لائی جاتی ہے، وہ بھی سال میں ایک فصل سے زیادہ نہیں ہوتی، ۱۹۸۰ء کے عشرے سے پیداوار ی شرح گر جانے کے باوجود یہ خطہ ایک زائد مقدار میں تقریبا دو لاکھ ٹن چاول سالانہ پیدا کرتا ہے، ساٹھ سال قبل ارکان ۴۵۰۰۰۰ ٹن زائد مقدار میں چاول پیدا کرتا تھا، جو دنیا کے بہت سے ملکوں کو چاول برآمد کرتا تھا۔ یہاں چاول کی کاشت روایتی طریقے سے کی جاتی ہے، اور بعض ماہرین کا اندازہ ہے کہ اگر زمین کی کاشت کے لئے جدید آلات و وسائل استعمال کئے جائیں تو ہر سال یہاں کی زمین دس لاکھ ٹن زائد فاضل چاول پیدا کر سکتی ہے۔

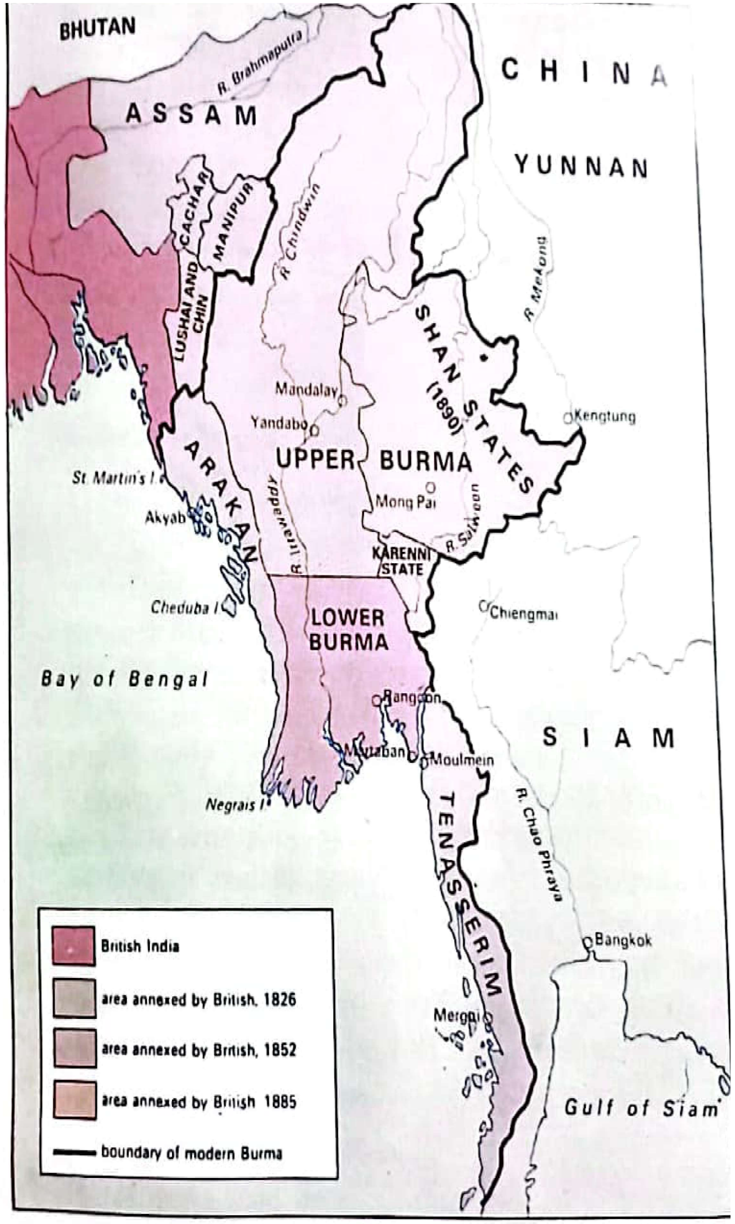
سرزمین ارکان کے ۳۶۰/میل لمبے ساحل کے علاوہ بھی اندرون ارکان میں بھرا پڑا دریا مختلف قسم کی مچھلیوں کا مخزن ہیں، جن میں جینگا بڑی نامور مچھلی ہے۔ جدید سامان سے آراستہ ماہی گیر کشتیوں کی عدم موجودگی اور ماہی گیروں پر حکومت کی طرف سے عائد ناروا پابندیوں کی وجہ سے سالانہ پیداوار پڑوسی ملک بنگلا دیش کے مقابلے میں کہیں کم ہے۔ ارکان کے سواحل ماہی پروری کے لئے مثالی حیثیت رکھتے ہیں، ماہی پروری کے بند دریائے ناف، مایو اور کلاڈان کے مدوجزر والے دہانوں پر بہترین قسم کی مچھلیاں پیدا کرتے ہیں، یہ اکثر و بیشتر بند مسلمانوں کی ملکیت میں تھے، لیکن برمی مفسد اور نسل پرست حکومت نے اکثر و بیشتر بند مسلمانوں سے چھین لئے سرزمین ارکان کی تخمینی آبادی، اور یہاں پائے جانے والی ٹاؤن شپ اوران کے مربع میل کا ایک ہیں، جس کی وجہ سے شرح پیداوار بہت کم ہوگئی ہے۔

گوشوارہ

تعداد	ٹاؤن شپ	مربع میل	آبادی
۱	اکیاب	89.42	169090
۲	چوکپرو	672.35	12373
۳	سانڈوے	1360.16	95490

تعداد	ٹاؤن شپ	مربع میل	آبادی
۴	بوسیڈنگ	779.55	185263
۵	کیوکتاؤ	695.55	154419
۶	ممبیا	1338.46	126436
۷	گوا	885.11	50784
۸	تنگوپ	1906.62	92949
۹	پکتاؤ	413.74	104113
۱۰	مروکو	440.97	146878
۱۱	منگڈو	585.92	479798
۱۲	پوناجون	419.63	85191
۱۳	مرے بون	942.12	79360
۱۴	مینونگ	202.04	63736
۱۵	رحمبری	506.73	94574
۱۶	راسیڈنگ	437.76	200000
۱۷	این	2467.51	75942

ارکان کے سدابہار پہاڑوں کے جنگلات سے خاصی پیداوار حاصل ہوتی ہے، خشکی کا ستر فیصد علاقہ جنگلات سے پٹا ہوا ہے، جس میں بہترین عمارتی لکڑیاں پیدا ہوتی ہیں، ان میں ساگوان اور ربڑ کے علاوہ بہت سے قیمتی درخت پائے جاتے ہیں، یہ کل برمی لکڑی پیداوار کا پندرہ فیصد ہے۔ اگر ساگوان باقاعدہ سائنسی طریقے پر اگائے جائیں تو اس سے کہیں زیادہ مقدار میں برآمد کر کے ملک کو خوش حال بنایا جا سکتا ہے۔ آہنی لکڑی جو پینکاڈو کے نام سے مشہور ہے، اس خطے میں وافر مقدار میں پائی جاتی ہے، بانسوں کی بھرمار ہے، ماہرین کے اندازے کے مطابق یہاں کے بانس سے بہترین قسم کے کاغذات اور دوسری چیزیں عالمی



A map showing boundaries of Arakan under British occupation.

منڈیوں کے لئے تیار کی جاسکتی ہیں۔ارکان کی اگر کسی موزون اور برمحل جگہ میں ایک کاغذ سازی کا کارخانہ ہوتا تو اس کی پیداوار چاٹگام (بنگلا دیش) کی مشہور ومعروف فکٹری ''کرنافولی پیپرمیل'' سے بڑھ جاتی۔بعض ماہرین کے مطابق شمالی ارکان چائے اور ربڑ کی کاشت کے لئے بھی نہایت موزون علاقہ ہے،علاوہ ازین سرزمین کے گھنے جنگلات اور پہاڑی علاقہ جات میں وحشی جانور بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ارکان میں اگرچہ گلہ بانی اور حیوانی نسل بندی کا کوئی سرکاری منصوبہ اب تک موجود نہیں ہے، تاہم تمام کسان، گائے،بھینس،بکری،مرغی،بطخ،کبوتر وغیرہ پالتو جانوروں کے طور پر رکھتے ہیں۔

بوسیدنگ شہر سے تقریباپندرہ میل جنوب مشرق میں دریائے سیندنگ کے بالائی دہانوں پر واقع قدرتی آبشارہ جسے مقامی زبان میں ''تارائنگ'' کہا جاتا ہے،ایک زبردست کام کی چیز ہے، اس ۲۲۰ رفٹ بلندی سے گرنے والا آبشارہ سے خاصی مقدار میں بجلیاں پیدا کی جاسکتی ہیں۔اگر سائنس دانوں کی مدد سے اس قدرتی آبشارہ سے بجلیاں پیدا کی جائیں تو یہ بہت بڑی برق آبی پلانٹ کو قوت مہیا کرسکتا ہے۔بعض ماہرین کے مطابق اس آبشارہ کے سرے میں ایک تیل کی کان بھی موجود ہے۔ ۱۹۶۰ء میں اس وقت کی اونو حکومت نے اقوام متحدہ کے تعاون سے اس آبشارہ کی جگہ ایک برق آبی پلانٹ لگانے کا منصوبہ بنایا تھا،مگر ۱۹۶۲ء میں جنرل نیون کے اقتدار پر قبضے کے بعد فوجی حکومت نے اس منصوبے پر عمل درآمد ترک کر دیا تھا۔اس آبشارہ کے علاوہ اس علاقے میں اور بھی متعدد آبشارے پائے جاتے ہیں۔

ارکان میں قدرتی وسائل جیسا کہ کوئلہ اور مٹی کے تیل کی کانیں بڑی مقدار میں موجود ہیں۔ساحل ارکان کے قریب پٹرولیم اور گیس بھی موجود ہے، ماضی میں یہ ساری چیزیں غیر دریافت شدہ تھیں،مگر بعد میں گیس اور پٹرولیم کی کچھ کانیں دریافت ہوگئیں یا کی گئی ہیں۔جن کی وجہ سے پڑوسی ملک بنگلا دیش اور برما کے درمیان کچھ کشیدگیاں بھی ہوگئی تھیں۔ایک ذرائع کے مطابق ۱۹۷۰ء میں بعض جاپانی فرموں کے اشتراک سے تیل کے ذخائر تلاش کرنے کی کوشش ہوئی تھی،لیکن بعض سیاسی یا مالی وجوہات کی بنا پر برمی نسل پرست حکومت نے اس

منصوبہ کو ترک کردیا تھا، رحمبری اور چیڈ وبا جزائر میں خام تیل دستی طریقوں سے برآمد کیا جاتا ہے۔اور ماہرین ارضیات کا دعوی ہے کہ راسیدنگ، جزیرۂ چیڈ وبا اور رحمبری وغیرہ علاقے میں بہت سے خام تیل محفوظ ہیں۔

علاوہ ازیں لوہا، یورنیم، چونے کا پتھر، گرینائٹ، اور فلزو وغیرہ اس علاقے میں بڑی مقدار میں ہے، بعض ماہرین کے انکشاف کے مطابق سب سے زیادہ ارزانی کے ساتھ دستیاب ہونے والی شئ سنگ مرمر کے ذخائر ہیں۔بعض ذرائع کے مطابق کچھ جاپانی فرموں نے ان ذخائر کی اجازت کے بدلے علاقے میں منفعت بخش ترقیاتی منصوبوں کی پیش کش کی تھی، لیکن ان تجاویز پر سنجیدگی کے ساتھ غور نہیں کیا گیا، بلکہ یہ علاقہ چونکہ روہنگیا مسلمانوں کا علاقہ ہے، تو برمی حاسد، مفسد اور نسل پرست حکومت نے ان تجاویز کو مسترد کردیا تھا۔

ارکان کے طویل ساحلی علاقے کے علاوہ یہاں کے بعض دوسرے اندرونی دریاؤں کے کھارے پانی سے وافر مقدار میں نمک پیدا کیا جاسکتا ہے، ابھی بھی ارکان کے مختلف مقامات میں سمندری پانی کو گڑھوں میں بند کرکے پھر اسے خشک کرلیا جاتا، جس سے بہترین قسم کے نمک تیار ہوتے ہیں۔ یہ سارے کاروبار بدون سرکاری تعاون سے کیا جاتا ہے۔منگڈو، اکیاب، سانڈوے اور تنگوپ وغیرہ علاقوں میں سمندری پانی سے بہترین قسم کے نمک پیدا کئے جاتے ہیں۔

ارکان میں ناریل کی کاشت بڑے پیمانے پر کی جاسکتی ہے، مگر ملک کے طول وعرض میں ناریل کی کاشت بہت ہی چھوٹے پیمانے میں کی جاتی ہے۔اندازہ کیا جاتا ہے کہ ناریل کی سالانہ پیداوار پندرہ لاکھ ہے، سنڈوے اور گوا شہروں میں صرف ایک ایک فلکٹری ہے، جہاں ناریل کے چھلکوں سے رسیاں تیار کی جاتی ہیں۔ یہاں ناریل کے تیل کی فراوانی کے باوجود اس سے دوسرے کام لینے کی کوئی بھی تیاری نہیں ہے۔

ارکان میں صنعت وحرفت کا کیا کہنا؟ بس ملک کے طول وعرض میں چاول کے چھوٹے چھوٹے چند کارخانے موجود ہیں، دراصل یہاں کے لوگوں کو اندھا بنا کر رکھا گیا ہے، صرف

اور صرف ارکان کے دارالحکومت اکیاب میں ایک کارٹون فلکٹری موجود ہے، کیا کتو شہر میں حکومت نے ایک چھوٹی سی شکر میل کی بنیاد رکھی تھی، مگر غضب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک شراب سازی کا کارخانہ بھی موجود۔ یہاں شکر زیادہ تر گنے سے پیدا کی جاتی ہے۔

مذکورہ ان تمام وسائل کے علاوہ مرچ، تمباکو، گنا، لوبیا، اڑوی، چنا، مونگ، ارہر، بھنڈی، تیل، پیاز، لہسن، چالیہ، توری، کدو، لوکی، اور مختلف قسم کی سیم، مونگ پھلی، ادرک، ہلدی، باجرہ، بیگن، مولی، گاجر، بندگوبی، پھول گوبی، کھیرا، ٹماٹر، آڑو، آم، کھٹل، پپیتا، لیچی، آلو، لکی، تربوز، کیلا، امرود، انناس، آنار، سنترہ، سرد، شریفہ، کاجو، خربوزہ، ترنجبین اور رس بھری وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔اور یہ ساری چیزیں روایتی طریقے پر کسی بھی سرکاری تعاون کے بغیر پیدا کی جاتی ہیں۔اگر انہیں سائنسی طریقے پر پیدا کیا جائے تو دوسرے ملکوں کو خاصی مقدار میں برآمد کیا جاسکتا ہے، مگر غضب یہی ہے کہ یہاں سرکاری تعاون تو کجا بلکہ شر پسند حکومت کسانوں پر ایک زبردست پابندیوں کے ذریعے ان کی نیند حرام کررکھی ہے، جس کی وجہ سے زراعت ویران ہوتی گئی اور اب بھی ہوتی جارہی ہے۔

یہ تو معلوم ہے کہ یہاں حیوانی نسل بندی کا کوئی بھی سرکاری منصوبہ بندی نہیں ہے، مگر علاقے میں وحشی اور جنگلی جانوروں کا بھرمار ہے۔جن میں شیر، ہاتھی، ارنا، بھینسا، بارہ سنگھا، سانبھر، طوطا، ہرن، سور، ریچھ، بھیڑیا، جنگی بکری، مختلف قسم کے بندر، چرخ، لومڑی، بھانت بھانت کے سانپ، اژدھا، مینا، مور، فاختہ، چیل، کوا، الو، جنگلی کتا، جنگلی مرغ، اور تیتر وغیرہ پایا جاتا ہے۔علاوہ ازیں شہد کی مکھیوں کا کیا کہنا، کہ ارکان کے سارے جنگلات عمدہ قسم کی مکھیوں سے بھرے پڑے ہیں ۔

ارکان موسم کے حوالے سے مداریی (TROPICAL) آب وہوا کا علاقہ ہے، سالانہ اوسطا ۲۰۰ رآنچ کی بارش ہوتی ہے، ساحلی علاقوں کے مقابلے میں پہاڑی علاقوں میں حرارت اور سردی کچھ زیادہ ہے، یہاں کے تمام موسم یہاں کے اصلی باشندوں کے لئے بڑے موزون ہیں۔

مسلمانانِ ارکان کی سیاسی اورتحریکی
پس منظر

حضرات گرامی ہم جس سرزمین سے تعلّق ہیں، اس کے سیاسی اور تحریکی حالات کی تصویر کشی بہت ضروری معلوم ہوتی ہے تا کہ یہ دیکھا جاسکے کہ جس سرزمین میں ہم نے آنکھیں کھولیں، اس کا سیاسی خدوخال آنکھوں کے سامنے پھر جائے اور اندازہ کیا جاسکے کہ کن مشکل حالات ہمارے بزرگوں نے یہاں قومی وملّی خدمات انجام دے کر اسلام اور امت مسلمۂ ارکانیہ کو دشمن کی سازشوں اور پروپیگنڈوں سے بچانے کی حد درجہ کوشش کی، اور ایک حد تک اس میں کامیابیاں بھی حاصل کیں۔

برمی غاصب شرپسندوں نے انیسویں صدی کے آغاز سے ارکان سمیت کل برما کی آزادی کا خواب دیکھا۔ انہوں نے سرزمین ارکان کو دوبارہ غصب کرنے کے لئے چالوں پر چالیں، سازشوں پر سازشیں اور پروپیگنڈوں پر پیگنڈ کئے تھے۔ اور برطانوی بھگوڑوں سے مل کر وہ اپنی سازش میں تب کامیاب ہوئے جب ۱۹۴۸ میں کل برما بشمول ارکان کی آزادی کا پروانہ ان کے ہاتھ میں آگیا تھا۔

مگر اس سازش کی ابتدا سے ارکان کے چند علماء اور دانشوروں نے جو دوراندیش بھی تھے اور ہشیار بھی، دل دردمند بھی تھے اور فکر ارجمند بھی ان کی سازشوں کو اچھی طرح تاڑ لیا تھا۔ البتہ سرزمین ارکان اور وہاں کے مسلمانوں کی ایک بدقسمتی تھی کہ ابھی یہ علماء اور دانشوران اس خطرناک سازش کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے کمر ہمت باندھ رہے تھے کہ برمیوں نے ارکان اور وہاں کے مسلمانوں کو غلام بنانے کی سازش مکمل کر لی تھی۔ یہ بات سورج کی طرح عیاں ہے کہ ان علماء اور دانشوروں کے سرخیل شہید ملّت جعفر حسین بن مولانا سلطان احمد

معروف بہ جعفر قوال تھے۔

شہید ملّت نے اپنے وطن اور قوم کو غلامی کے جہنم میں گرتے گراتے دیکھا تو اپنے رفقاء جو مدتوں سے جمع کر رہے تھے سے بیعت لی، کہ وطن عزیز کی راہ میں اپنے خون کے آخری قطرہ تک قربان کر دیں گے۔ چنانچہ وہ اس خطرناک غاصب دشمن کے خلاف برما کی آزادی کے قبل میدان کارزار میں کود پڑے تھے۔ اس سلسلے میں ایک بات اچھی طرح یاد رہے کہ اعلانِ آزادی برما سے قبل ارکان کے ہشیار مسلمانوں نے دنیا کی دیگر زندہ قوموں کی طرح برطانیہ سے اپنے وطن کی آزادی کا قانونی اور دستوری طور پر مطالبہ کیا تھا، یوں شہید ملّت اور ان کی جماعت کا وہی عملی اقدام گویا ایک اتمام حجت تھا۔ کہا جاتا ہے کہ برطانیہ نے بھی ارکان کی آزادی پر تھوڑے بہت سوچ بچار کر رہا تھا، مگر برمی شاطروں نے ارکانی مسلمانوں کے مطالبہ اور برطانیہ کے اس غور وفکر پر پانی پھر دیا تھا۔

اب جب برما کی آزادی کا اعلان ہو چکا تو ارکانی مسلمانوں نے پرامن طریقے سے اور ساتھ ساتھ مجاہدین نے اپنے عملی اقدامات سے اپنے اس دیرینہ مطالبہ کو برمیوں کے سامنے دہرایا تھا۔ مگر برمی شاطروں کے کان میں جوں تک نہ رینگی۔ اور یہاں کے باشندوں کے خلاف رنگارنگ کے بہانے تراشے، اور انہیں سرے سے ختم کر دینے کی راہ تلاش کر لی تھی۔ اور ارکانیوں کے جائز مطالبہ کے خلاف بشمول طرح طرح کی سازش اور پروپیگنڈوں کے ۱۵ رمئی ۱۹۴۸ء میں شمالی مغربی ارکان میں فوج کشی کی۔ چنانچہ پندوپندا انگ بوسیدنگ کے مقام پر برمی غاصبوں اور مجاہدین کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی، باوجودیکہ اس معرکہ میں برمی غاصیوں کو زبردست ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ پھر بھی مجاہدین نے گوریلا جنگ کی حکمت عملی کی تحت پیچھے ہٹ جانے

کو مناسب سمجھا، اس معرکہ سے ارکانی مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ برمی غاصب حکومت ارکان اور یہاں کے مسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غلام بنائے رکھنے کا عزم کر چکی ہے، یوں مجاہدین نے اپنے وطن اور قوم کی آزادی کی خاطر ایک بڑے معرکہ کے لئے تیاری شروع

کردی تھی۔ اپنی قوت اور ممکنہ وسائل کو منظّم کرنے کی تگ ودو میں دن رات کو ایک کر دیا تھا ۔

اس مذکورہ معرکہ سے قبل برما کے اعلان آزادی سے پہلے مجاہدین نے محمد جعفر حسین قوال کی قیادت میں ۲۰ر اگست ۱۹۴۷ء کو دابری چونگ (بوسیدنگ) کے مقام پر ایک کمیٹی کی تشکیل دی تھی۔ بعد میں انہوں نے ایک با قاعدہ منظّم جہادی وانقلابی جماعت کی تشکیل کو ناگزیر سمجھا۔ چنانچہ ۱۹ر جولائی ۱۹۴۸ء میں فقیرہ بازار کے مقام پر ایک انقلابی جماعت ’’جہاد کونسل‘‘ کے نام سے تشکیل دی تھی، جس کے بعد شمالی مغربی ارکان کے تقریباً بالائی علاقے کو مجاہدین نے مکمل اپنے قبضہ میں کرتے ہوئے برمیوں کے خلاف کھلی جنگ کا اعلان کر دیا تھا۔

مجاہدین اسلام کے اس کھلے اعلان جنگ کے بعد جس طرح پچھلی سطور میں اجمالی طور پر عرض کی گئی کہ نومبر ۱۹۴۸ء کا میں برمی غاصب بھیڑیوں نے ارکانیوں کے عزم کو مکمل طور پر کچلنے کے لئے ایک میجر آپریشن کیا، اور بوسیدنگ میں مجاہدین اسلام کے کمانڈر انچیف جنرل عبدالشکور دابوی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ خون آشام جنگ ہوئی۔ ۲۲ر نومبر ۱۹۴۸ء میں میدان جنگ بہت ہی گرم ہو گیا تھا۔ مجاہدین جو پہلے سے اتنی بڑی جنگ کے لئے تیار نہ تھے ان پر عقب سے زوردار حملہ ہوا تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے، یوں اس معرکہ میں سرزمین ارکان کے شیر پلنگ مرد مجاہد حضرت عبدالشکور دابوی شہید ہو گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فروری ۱۹۵۰ء میں گوریلا جنگ کی حکمت عملی کے پیش نظر مجاہدین اسلام کی از سر نو ترتیب دی گئی تھی ۔ یاد رہے کہ حضرت جعفر حسین قوال اور شہید اعظم جنرل عبدالشکور دابوی دونوں بزرگ با قاعدہ عسکری تربیت کے ماہر تھے اور ان دونوں کے علاوہ بھی مجاہدین میں با قاعدہ فوجی تربیت یافتہ جنرلوں اور عسکری تربیت یافتہ افرادی کی کمی نہ تھی ۔ کرنل رشید احمد بن حضرت مولانا ابوالخیر پوئمالوی بھی ایک مشاق فوجی کرنل ہونے کے علاوہ فوجی تربیت کے اعتبار سے ماہر استاد سمجھے جاتے تھے۔ رشید صاحب نے جہاد کونسل کی عسکری تربیت میں ایک طرح کی جان ڈال دی تھی۔ جنہوں نے جہاد کونسل کی جنوبی مشرقی کڑی جو اس زمانے میں محمد قاسم بن عطاء الدین (راجا) کی سرکردگی میں تھی کو عسکری اعتبار سے منظّم اور مرتب کیا تھا۔

غرض جہاد کونسل شروع ہی سے عسکری اور فوجی اعتبار سے منظّم تھی، اس طرح سیاسی ڈسپلن کے اعتبار سے ایک با قاعدہ جماعت تھی۔ جس کا اعتراف دوستوں کو تو ہے ہی بلکہ دشمنوں نے بھی بار ہا کیا تھا۔ اگر چہ اس حوالے سے کچھ نادان خود غرض، اپنے مستقبل سے اندھے بہرے لوگوں نے ہمارے ان بزرگوں اور اسلاف کو بدنام کرنے کی ناجائز اور نامراد کوشش کی، مگر ان کی یہ کوشش خود ان کی کور بینی، نادانی، جہالت اور اپنے بزرگوں کے روشن اور بار آور کارناموں سے جاہل ہونے کی دلیل بن گئی ہے ۔

۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۰ء میں قائد تحریک محمد جعفر حسین قوال کی شہادت جو روہنگیا مسلمانوں کے لئے ایک جاں گسل المیہ تھی کے بعد مجاہدین کی از سر نو ترتیب دی گئی تھی۔ جنوری ۱۹۵۱ء میں سرپرستوں کی ایک مجلس کے علاوہ کونسل کے ایوان بالا اور ایوان زیرین کے انتخابات مکمل کر لئے گئے تھے، پھر لیڈروں نے مجاہدین کو اس انداز سے ترتیب دیا تھا جسے دیکھ کر ایک باضابطہ حکومت کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ کاش ان کی یہ ترتیب بحال رہتی تو آج سرزمین ارکان کے حالات دوسرے ہوتے ۔ مئی، جون اور جولائی ۱۹۵۱ء کے یہ تین مہینے ایسے گزرے کہ جہاد کونسل نے سیف وسنان اور قلم ولسان کے ذریعے اپنے مطالبۂ مسلم اسٹیٹ کو دہرایا اور اپنے مقاصد اور نصب العین سے ایک طرف حکومت وقت کو تو دوسری طرف اپنے عوام کو مطلع اور باخبر رکھا تھا۔ اس درمیان صدر جہاد کونسل مرحوم مسٹر عمر میاں صاحب کی معذرت کے بعد کونسل نے محمد عباس مرحوم سیندنگی جو نائب صدر تھے کو عہدۂ صدارت سونپا تھا۔

اب مجاہدین اسلام کی روز افزوں ترقی سے خائف ہو کر بزدل دشمن نے اپنے خطرناک پروپیگنڈوں اور سازشوں کا جال پھیلا دیا اور دنیا بھر میں مجاہدین کو بدنام کرنے کی کوشش تیز سے تیز کر دی، جن سے دشمنان اسلام نے خوب خوب فائدہ اٹھایا، اور تو اور خود اکثر روہنگیا مسلمان جن کے لئے اتنی کوششیں ان مجاہدین نے کیں بھی متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے تھے۔ ستم یہ ہے کہ دشمن کی مسلسل سازش اور پروپیگنڈوں سے متأثر ہو کر اس وقت روہنگیا مسلمانوں کے چند افراد نے مجاہدین کے خلاف قلمی اور زبانی جنگ

چھیڑ دی تھی۔ ایسے حالات میں جہاد کونسل کے صدر محمد عباس نے ایک جامع اور موثر انداز میں بیانیہ جاری کیا، جس کا اقتباس ملاحظہ کیجئے!

"گذشتہ سات برسوں سے مجاہدین، ارکان میں ایک خود مختار ریاست کا مطالبہ کر رہے تھے، لیکن حکومت اپنی پوری طاقت کے ساتھ حقائق پر پردہ ڈالنے کے لئے ہمیں ڈاکوؤں کا ایک گروہ قرار دے رہی ہے، اور ہماری جد وجہد کو غلط رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ اس قسم کے غلط پروپیگنڈوں سے ہم لوگوں کے مطالبات کو دبایا نہیں جا سکتا۔ اور نہ ہی فوجی کارروائیوں سے ہمارے عزائم متزلزل کئے جا سکتے ہیں، اور نہ ہی ہمارے حوصلے پست کئے جا سکتے ہیں۔ ہم اپنے احباب، معاونین، خیر اندیش اور ہمدردوں کو یقین دلاتے ہیں کہ حکومت ہمارے نیک اور بلند مقصد سے باخبر اور بخوبی واقف ہے، اسے اچھی طرح علم ہے کہ ہم شمالی ارکان میں اپنے حقوق اور خود مختار ریاست کے حصول کے لئے عہد کر چکے ہیں، اس امید میں کہ ہم جائداد، عزت وآبرو، اور آزادی کے پورے تحفظ کے پورے شعور کے ساتھ باعزت طور پر زندگی گزار سکیں گے، جس طرح برما کے دیگر شہریوں کو حاصل ہیں اسی طرح شمالی ارکان میں ہم ایک خود مختار مسلم ریاست چاہتے ہیں۔ ہم لوگوں کی ایک نمایاں تہذیب ہے اور ایک الگ مذہب ہے جس کے تحفظ کے بغیر زندگی کی ترقیات ناممکن اور بے معنی ہیں، نیز ایک ثقافتی قوت کی حیثیت سے ہماری زندگی کچھ بھی نہیں رہی، عوام اور ذہین طبقہ کے لوگ ان تمام باتوں کا حل صرف شمالی ارکان میں ایک خود مختار ریاست کے قیام کی صورت میں پاتے ہیں۔ ہم برما کے موجودہ لیڈروں سے اپیل کرتے ہیں کہ جن پاکیزہ جذبات واحساسات کے تحت ہم نے شمالی ارکان کی بے یار ومددگار مسلم اقلیت کے مفاد کے تحفظ کے لئے ایک خود مختار مسلم ریاست کی تشکیل کا

مطالبہ کیا ہے، وہ ان جذبات کی قدر کریں، اور ہم لوگوں کو اپنے ملک کے عوام کی فلاح اور بہبودی کے لئے کام کرنے کی اجازت دیں، ہم دوسری اقلیتوں کی سیاسی، ثقافتی، اقتصادی، مذہبی اور دینی آزادی کے لئے حکومت برما سے اپیل کرتے ہیں کہ ملک کے مفاد کے لئے یہ کبھی بھی مناسب نہیں کہ اقلیتوں کے پاکیزہ جذبات اور آئینی بیداری کو دبا دیا جائے، ہماری امید اور تمنا ہے کہ برما کے حکمرانو کو بصیرت عطا ہوگی"۔

مرحوم محمد عبّاس کا یہ بیان کتنا پاکیزہ تھا آپ نے دیکھا۔ مگر برمی حکومت کے کان میں جوں تک نہ رینگی تھی، ان کے اس بیان کے بعد حکومت نے اپنی سازش اور پروپیگنڈوں کو اور بھی تیز کر دیا تھا۔

ادھر چلتے چلتے ایک بات یاد رہے کی کسی چیز کا سرے سے موجود نہ ہونا اور چیز اور اس کے وجود کا علم نہ ہونا اور چیز ہے۔ ان دونوں کے علاوہ کسی چیز سے تجاہل عارفانہ ایک خطرناک چیز ہے، اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ ۱۹۴۷ سے چلنے والی روہنگیا مسلمانوں کی تحریک جہاد منظّم نہیں تھی، یہ ایک غلط مفروضہ ہے۔ اگر اس نے اپنی لاعلمی کی بنیاد پر یہ دعوی کیا تو الگ بات ہے اگر کسی نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا تو میرے خیال میں ایک خطرناک سازش ہے، جو ایک قومی جرم سے کم نہیں، ویسے بعض لوگوں کے خیال کے مطابق ہماری تحریک کا یہ روشن سلسلہ ایک ناکامی اور نامرادی کی داستان ہے، یہاں ان لوگوں کو عرض کروں گا کہ اس ظاہری نامرادی اور ناکامی کا یہ نتیجہ نکالنا کہ ان بزرگوں کے تمام کارنامے اور جدوجہد ناکام اور رائگاں ہوگئی ہیں، یہ ایک سطحی بات ہوگی۔

واقعہ یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ۱۹۴۷ء سے برمی درندوں اور مگھ وحشیوں کے خلاف جو علم جہاد بلند کیا تھا ان کے تمام کارنامے قوم وملت کے مفاد کے حوالے سے مفید تو تھے ہی، ساتھ ہی ساتھ ان کی تمام سرگرمیاں جائز اور آئینی تھیں، جو منظّم اور مرتب بھی، ہماری تحریک آزادیٔ ارکان پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ ۱۹۴۷ء کو جو تحریک شروع

ہوچکی تھی ، اس میں صحیح معنی میں روح تھی ۔ اس کا بلند مقصد تھا ۔ اس میں شامل افراد میں اخلاص وللّٰہیت تھی ۔ فدائیت ، قربانی ، جان نثاری جیسی بلند صفات تھیں ۔ ان میں دین داری ، خداترسی ، وفاشعاری ، اخوت اور بھائی چارگی تھی ۔ مجاہد اعظم حضرت محمد جعفر قوال اوران کے رفقائے کار کی جان سوزی اور جان نثاری کی طول طویل داستانوں کے مطالعہ کے بعد ایک صاحب نظر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان کی کارکردگی اور سرگرمی میں اسلامی جذبات اور دینی روح کارفرما تھی ۔

یہ تو ایک امر مسلّم ہے کہ اسلام کے ہر پہلو اور ہر گوشہ درحقیقت ایک تحریک ہے ، جس کا ہر پہلو افراد میں ربط باہمی اور مونست کلی پیدا کرتا ہے ، جس سے کل جماعت کی سلامت طبع اور حسن اخلاق و اعمال میں اضافہ کرتا رہتا ہے ۔ اور یہ بھی ایک بین حقیقت ہے کے اسلامی جذبات وصفات سے بھری ہوئی ہر تحریک ایک بلند و برتر نصب العین کی حامل ہوتی ہے ، اور یہ بھی ایک امر مسلّم ہے کہ باہمی الفت ومحبت ، تعاون ونصرت سے انسان کے اندر حسن سلوک جیسی صفت پیدا ہوجاتی ہے ، اور ایک تحریک کے اندر بلند و برتر نصب العین رہے تو اس کی پیروی کرنے میں کسی قسم کی دشواری محسوس نہیں ہوتی ۔ میرے مطالعہ کی حدتک ہماری تحریک جہاد کی اوّلین میں حسن اخلاق اور حسن صفات جیسی چیزیں تھیں ، اور اس تحریک میں بلند و برتر مقصد اور نصب العین بھی تھا ، جس طرح عرض کی گئی ہے کہ اسلامی جذبات وصفات سے بھری ہوئی ایک تحریک جس کے پاس بلند جذبات وصفات ہوں تو اسے چھوڑ کر ایک متعلق مسلمان کبھی کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوسکتا ۔ یوں مسلمانوں کی کسی بھی تحریک کے لئے اسلامی جذبات اور روح ایک ناگزیر چیز ہوتی ہے ، جس کے بغیر ایک مسلمان حقیقی کامرانی سے ہم کنار نہیں ہوسکتا ، بلکہ اس روح کے بغیر چلنے والی تحریک سے ذلت ، نامرادی ، ناکامی کے دلدل میں پھنس جاتا ہے ۔

ان طول طویل باتوں سے میرا مدّعا یہ ہے کہ تحریک جہاد کے اوّلین میں اسلامی روح بھی تھی اور اس تحریک میں بلند مقصد اور نصب العین بھی تھا ۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان اوّلین

بزرگوں کے بعد آنے والے ہمارے بعض متحرکین میں وقت کے ساتھ ساتھ نسبتاً ان بلند وبالا صفات کی شدید قلّت محسوس کی گئی ، جن کے بغیر ایک تحریک جاندار نہیں ہوسکتی تھی ، یعنی ہمارے بعد میں آنے والے بعض متحرکین میں وہی ایثار ومحبت ، وہی اخوت وہم دردی ، غرض اسلامی جذبات وروح نہیں رہی جو اوّلین متحرکین کے اندر تھی ۔ بلکہ ان بلند و برتر صفات کے برعکس تکبر ، نخوت اور ظلم وبغاوت بعض لوگوں کے اندر آچکی تھی ۔ یوں بعض لوگوں کی غلط حرکات کی وجہ سے یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ ہماری تحریک آزادی روح اسلامی کے اعتبار سے دیوالیہ ہوچکی ہے ۔

مجاہد اعظم جعفر حسین قوال شہید اور شہید اعظم اصغرل عبدالشکور داہوی کی شہادت کے بعد ہماری تحریک میں وہی وحدت نہ رہی تھی جو ان دونوں کے دور میں تھی ۔ ان دونوں کی شہادت کے بعد تحریک میں اختلافات ، افتراق ، باہمی رسہ کشی ، اور مخاصمت کا دور شروع ہوگیا تھا ۔ ہوتے ہوتے دنیا والوں نے وہ دن بھی دیکھے تھے کہ طور مجاہدین کے مابین جنگ شروع ہوچکی تھی ۔ اور بعض ٹہرے ٹہروں میں عداوت وجاہ طلبی ، عیّاشی اور بے لگامی جیسی ناروا صفات نظر آنے لگی تھیں ۔

۱۹۵۱ء کے بعد یہ ضرور سچ ہے کہ مجاہدین نے دشمن سے خوب خوب مقابلہ کیا تھا لیکن ان کے جذبات وحجت میں باہمی نفرت اور اپنوں سے عداوت کے جراثیم داخل ہوچکے تھے ۔ یہ جراثیم اندر ہی اندر وہ سارے کام کررہے تھے ، جو ان کے دشمن کی طاقت وہمت سے باہر تھے ۔

مجاہد اعظم جعفر حسین قوال کی شہادت اور اس شہادت کی حوالے سے محمد عباس اور قاسم راجا کی مابین مخاصمت کا دورہ پڑ لیا تھا ۔ راجا صاحب جہاد کونسل سے بچھڑ کر یا بگڑ کر ایک علیحدہ جماعت نام کا اعلان کردیا ، اور جہاد کونسل کے خلاف علانیہ جنگ چھڑ دی ، جس کی وجہ سے جہاد کونسل اور مجاہد پارٹی کا اتنا نقصان ہوا تھا ۔ جتنے نقصان برمی اوباشوں کی جنگ کی وجہ سے نہیں ہوا تھا ۔ باوجودیکہ مجاہدین کے ان دونوں دھڑوں کے درمیان پائی جانے والی مخاصمت کو سنجیدگی کے ساتھ ختم کرنے کی کوشیش ہوئیں ، مگر کوشش کرنے والوں کی ساری توانائیاں اس

وقت ضائع ہوئیں، جب راجا صاحب نے مجاہد اعظم کی شہادت کے حوالے سے ان کے خون کی قصاص کی شرط ٹھان لی تھی۔ جو بظاہر محمد عباس صاحب کے لئے بڑا مشکل کام تھا ۔

جہاں تک پتہ چلا کہ محمد عباس صاحب مرحوم ایک سنجیدہ، دور اندیش، قوم وملّت کے خیرخواہ انسان تھے۔ اور ان کی کارکردگی اور سرگرمی بھی سیاسی اور تحریکی نقطۂ نظر سے بڑی خوب تھی، اور ان دونوں دھڑوں کی مخاصمت سے صرف نظر قاسم راجا صاحب کی دشمن کے خلاف کارکردگی اور سرگرمی بھی ایک مثالی چیز بتائی جاتی ہے۔ کاش اس وقت ان دونوں دھڑوں کے مابین جنگ برپا نہ ہوتی، اور دونوں دھڑے متحد ہوکر دشمن کے خلاف میدان جنگ میں کھود پڑتے، تو اس وقت سرزمین ارکان کے حالات نے انگڑائیاں لی ہوتیں۔ ان دونوں دھڑوں نے علیحدہ علیحدہ دشمن سے جنگ ضرور لڑی تھی، مگر خود ان دونوں کے مابین ہونے والی جنگ نے ان کو اندر ہی اندر کھوکھلا کردیا تھا۔

دشمن کے خلاف جنگ کرنے کے حوالے سے راجا صاحب کی کارکردگیوں کو مثالی کارکردگی کہا جاتا ہے، بعض لوگوں کے مطابق راجا صاحب ایک بہادر، قدرے جذباتی اور آزاد مشرب انسان تھے۔ لیکن فوجی اور عسکری اعتبار سے ہماری تحریک جہاد کی تاریخ میں ایک مثالی انسان بھی تھے۔ دشمن کے خلاف ان کی جنگ بڑی مؤثر جنگ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ شمالی مغربی ارکان کے اکثر علاقے ایک مدّت تک ان کے تصرف میں تھے۔ ایسے حالات میں مجاہد پارٹی جس کے سربراہ راجا صاحب تھے، اس کے اندر جمہوریت اور عوامیت کی جگہ آمریت نے لے لی۔ اور ایک زمانہ ایسا بھی گزرا کہ راجا صاحب اس علاقے میں کسی اور کو برداشت کرنے کے حامی نہ رہے تھے۔ کیا مجال تھی کہ ان کے جیتے جی کوئی اور اس علاقے میں اپنی سربراہی کا دعوی کرے۔ ویسے محمد عباس اور ان کے حامیوں نے راجا صاحب کے اس رجحان کو برداشت نہ کرسکا، ویسے ہی ان دونوں دھڑوں کے مابین جنگ چھڑ چکی تھی۔ اور ان دونوں دھڑوں کے حملوں اور جوابی حملوں کی وجہ سے جہاد کونسل اور مجاہد پارٹی اپنی اپنی معنویت کھو چکی تھی۔ ان دونوں کی مخاصمت کی وجہ سے قوم میں بے دلی، مایوسی اور سر

زمین ارکان کی سیاسی فضا میں اداسی چھاگئی تھی۔ اور اس صورت حال سے کوئی اور نہیں بلکہ دشمن نے خوب خوب فائدہ اٹھایا تھا۔ اور ایسا فائدہ اٹھایا کہ اس کا خمیازہ خود ان بزرگوں کو بھگتنا پڑا اور بعد میں ان کی آنے والی نسلوں کو بھی بھگتنا پڑ رہا ہے۔

یہ سب کچھ ہونے کے باوجود تحریک آزادی ارکان میں صحیح معنی میں روح پھونکنے کی کوشش بھی کی گئی تھی۔ بعض دردمند اور دور اندیش افراد نے عباسی اور قاسمی دھڑے کے درمیان ہم آہنگی اور اتحاد پیدا کرنے اور ان میں اسلامی روح پھونکنے کی جان توڑ کوشش بھی کی تھی۔ مگر ان کوششوں کو باثمر ہونے نہ دیا گیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ان دونوں دھڑوں کے اندر باصلاحیت اور مستعد افراد بھی تھے، جن کے خیالات اور سرگرمیاں مثبت تھیں، مگر ظالموں نے تحریک کے اندر رہ کر انہیں ابھرنے نہیں دیا۔ ایک طرف تحریک میں افراتفری کا کام تو دوسری طرف برمی حکومت اور حکمرانوں کی مسلسل سازش تو ان ساری چیزوں سے عوام میں مایوسی اور اداسی چھاگئی تھی۔ اور قوم نے اپنے حال میں مستقبل کو اندھیرا دیکھا تو خود اس کے اندر سے تحریک آزادی کے خلاف بغاوت کا بھبوکا اٹھا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تحریک آزادی کے خلاف خود قوم کی طرف سے آواز اٹھی، جس کا فائدہ سراسر دشمن کو ہوا تھا۔

تب بھی برما میں جمہوری نظام حکومت کا دور تھا۔ اونو حکومت نے ایک طرف روہنگیا مسلمانوں کے خلاف سازش پر سازش، پروپیگنڈوں پر پروپیگنڈے اور فوج کشی پر فوج کشی کی تو دوسری طرف مجاہدین کے خلاف ورغلا کر روہنگیا عوام کو اپنے جھانسے میں بری طرح سے پھنسا لیا تھا۔ اس نے عوام کی دل چسپی کو بھانپ لیا، اور وقتی خیرخواہی کا دم بھرا، ایسے حالات میں روہنگیا مجاہدین عوام کی سطح میں غیر موثر ہوگئے تھے۔ ادھر ان مجاہدین کی نااہلیت اور روح جہاد اور سیاسی طبیعت سے ناآشنائی تو ادھر حکومت کی کامیاب سازش اور جھانسہ دہی، تو ان ساری چیزوں نے تحریک آزادی کو جو ایک بلند مقصد اور نصب العین سے شروع ہوئی تھی، ناکامی کے تنگ اور مہیب غار میں گرادیا تھا۔ باوجودیکہ بعد میں آنے والے محرکوں میں قدرے صلاحیت کے دو ایک انسان بھی آنکلے تھے۔ لیکن ان کے بامقصد اعمال اور جدوجہد کو

میدان میں ہر کجا ناکامی اور نامرادی کا چہرہ دیکھنا پڑا تھا۔

تحریک آزادی شروع شروع میں ایک بامقصد تحریک کی شکل جو اختیار کر چکی تھی، وہ عباسی اور قاسمی دور میں آکر ایک طرح کی بے مقصد تحریک بن چکی تھی۔ پچھلے زمانے میں تحریک ایک مضبوط اکائی کی شکل میں تھی، مگر جعفر حسین قوال کی شہادت کے بعد اس میں دھراڑے پڑ گئے، اور آگے چل کر قاسم راجا کی شہادت کے فوراً بعد نصف درجن دھڑوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔

۱۹۶۲ء میں برما کے بدنام زمانہ آمر اور سفاک جنرل نیون کا دور شروع ہوا تو ارکان میں روہنگیا مسلمانوں کا جینا اور بھی دوبھر ہو گیا تھا۔ انسانیت کے اس باغی اور اس کی فوجی حکومت نے روہنگیا مسلمانوں کے خلاف وہ سارا حربہ استعمال کرنا شروع کیا، جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اب پورے روہنگیا مسلمان نیون کی منفی اور شر پسند سیاست کے ایک مہیب غار میں پھنس گئے تھے۔ نہ ان مسلمانوں کی ایک ایسی منظّم جماعت تھی جو انہیں منزل کی اگر چہ دھندلی سی کیوں نہ ہو راہ دکھا سکتی، نہ ان میں ایک ایسی شخصیت تھی جو انہیں ایسے حالات میں رہبری کر سکتی۔ اور حالات ایسے پیچیدہ ہو گئے تھے کہ روہنگیا مسلمان اپنی بچی کچی ساری توانائیاں اور استعداد کھو کر مستقبل سے ایک طرح کے مایوس ہو گئے تھے، ان کے ایسے حالات میں محمد جعفر حبیب کی شکل میں ان مسلمانوں نے اور ایک سیاسی اور انقلابی مستقبل دیکھا تھا۔

محمد جعفر حبیب کا دور ارکانی مسلمانوں کی سیاسی اور انقلابی تاریخ میں ایک روشن اور تابناک دور رہا ہے۔ باوجودیکہ بعض حالات اور وقت کے تقاضے کے پیش نظر بعض امور میں قاسم راجا صاحب اور ان کے بعد پیدا ہونے والی بعض شخصیات کی نقالی کی گئی تھی (اور یاد رہے کہ بعض وجوہات کی بنیاد پر اس نقالی کی ضرورت بھی تھی) مگر ان کی مدبرانہ سیاست، متوازن قیادت اور محرکانہ ذہنی صلاحیت واستعداد یا دوسرے الفاظ میں ذہن رسا نے یہاں کے ان بے کس مسلمانوں کی تحریک آزادی یا خودمختاری کو اندھیرے غار میں جا گرنے سے ضرور بچا لیا تھا بلکہ ان کی شخصیت اور متوازن سیادت کے ساتھ روہنگیا مسلمانوں کی تحریک میں از سر نو جان آ گئی تھی۔

ہماری قومی تحریک کی تاریخ میں ۱۹۷۳ء سے ایک روشن دور کا آغاز ہوا تھا۔ اس دور کی روح رواں حضرت جعفر حبیب مرحوم تھے۔ قائد حبیب کی ذات وشخصیت اور ان کے بعض روشن کردار وخدمات میں روہنگیا مسلمانوں نے از سر نو ایک امید کی کرن دیکھی تھی۔ مرحوم نے ہماری قومی تحریک کے پچھلوں کی سیاسی وانقلابی تاریخ اور ان کی زندگیوں سے خوب خوب فائدہ اٹھایا تھا، اور انہوں نے تحریک کے اس طول طویل سلسلے سے خود بھی فائدہ اٹھایا اور اپنے ہم نواؤں کو ان سے فائدہ اٹھانے کی تلقین کی اور درس دیا تھا۔ یوں صحیح معنی میں انہوں نے اب کے تحریکی جسم میں ملک وملّت اور وطن مقدس کی خیر خواہی اور خیر سگالی کی روح پھونکی تھی۔ بعد میں بعض حساس اور ذی شعور اور ایک حیثیت سے چند بامقصد افراد کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنے قافلے میں چند ایسے افراد داخل کر لئے جو اپنی قوم اور وطن عزیز پر فدا اور ہماری اگلی نسل کے لئے بیاباں کی شب تاریک میں کسی حد تک قندیل نورانی کے کام دے سکتے تھے۔

اس بات سے میرا یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ سیاسی اور انقلابی نقطہائے نظر سے مرحوم جعفر حبیبؒ کا دور اور ان کی جمیع کارکردگیاں اور تمام سرگرمیاں تنقید سے بالاتر ہیں، مگر سچ تو یہ ہے کہ وہ اور ان کے بعض رفقائے کار کی دل سوزی اور دردمندی نے قوم کی اس طویل اداسی اور مایوسی کو زبردست چیلنج کر دیا تھا۔ ہماری سیاست وانقلاب کے اس تپیدہ ریگستان میں پھر سے ایک طرح کی بہار آ گئی تھی۔ ان کی بعض امید افزا حرکات وسکنات کی وجہ سے قوم کے تن مردہ میں پھر سے زندگی کی بہار دوڑ گئی تھی، یوں پوری قوم غفلت کی نیند سے بیدار ہو کر روشنی اور منزل کی طرف رواں دواں ہو گئی تھی۔ ان کا دور گویا ایک بہار کا موسم تھا، اس دور کو قوم کی تاریخ یاد کرتی رہی ان شاء اللہ ہمیشہ ہمیشہ یاد کرتی رہے گی۔

مگر افسوس! : ہماری داخلی اور خارجی سازش کی کرم فرمائی دیکھئے! یا دوسرے الفاظ میں ہماری سوئے نیتی یا بدقسمتی کہہ لیجئے کہ اگلے چند سال گزرتے نہ گزرتے ہماری اس جان دار تحریک میں دھڑاڑے پڑ گئے تھے۔ حالات آگے جا کر ایسے ہو گئے کہ جن ساتھیوں کو قائد نے اپنے جاں نثار سمجھا تھا، وہ اس سازش کے شکار ہو گئے، حتیٰ کہ وقت کے ساتھ ساتھ قائد کو خود

اپنے سایہ نے بھی چھوڑ دیا ۔جس سے ان کا دل پارہ پارہ ہو گیا تھا۔ان کے بعض معاونین اور جان نثاروں کو نفس شیطان نے بغاوت کے جہنم میں جا گرایا، یہ وہ جہنم تھا جس نے ہماری قومی تحریک کے پچھلوں کو جلا کر راگ کا ڈھیر بنایا تھا۔ایسے حالات میں قائد حبیب اوران کے چند ساتھیوں نے حالات کے مقابلہ کرنے کی جان توڑ کوشش ضرور کی تھی ۔لیکن معرکۂ کرب وبلا میں آپ بازی ہار گئے تھے اور ظاہری کامیابی صرف اور صرف دشمن کے شعوری یا غیر شعوری چیلوں کو ہوئی، جن کی چاہت وطلب انسانیت سے سرکشی اور بغاوت تھی ۔

ظاہر سی بات ہے کہ محمد جعفر حبیب نے قوم کے بعض حساس اور ذی شعور اور ایک حیثیت سے باصلاحیت افراد کو ایک جماعت کے سائے تلے جمع کیا تھا۔لیکن ظالموں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اتحاد و یک جہتی کی اس سیسہ پلائی سی دیوار کو گرا کر ذرہ ذرہ کر دیا تھا۔اور یہ دیوار ایسی گری کہ اس دور کے بعد آج تک بعض دردمند لیڈروں اور قائدوں کی ہزار کوشش کے باوجود اس کی از سر نو تعمیر ممکن نہیں ہو سکی۔قائد حبیب نے ایک عرصۂ دراز کے بعد ہماری قومی تحریک میں جو تجدیدی خدمات انجام دی تھیں، انہیں پھر سے دھرایا نہیں جاسکا۔

اس حوالے سے سب سے بڑی مصیبت کی بات یہ ہوئی ہے کہ ہماری تحریک کے اس طویل سلسلے میں محمد جعفر قوال سے لے کر محمد جعفر حبیب تک نصف درجن سے زائد جماعتیں قومی سطح پر سرگرم تھیں، ان سب میں ایک بات یہ تھی کہ ان کے کردار اور سرگرمی جو بھی تھی مگر نصب العین ایک تھا۔اور محرکین کے افکار وآرا، خیالات ونظریات میں حیرت انگیز طور پر ہم آہنگی تھی ، اگر چہ یہ ضرور سچ ہے کہ ایک مورخ ایک سیاسی وانقلابی مبصر ان کی سرگرمی اور کارکردگی، نصب العین، مقاصد، نظریہ وخیالات سے تعارض بھی کر سکتا ہے، اور تنقیدی نظر بھی ڈال سکتا ہے، مگر اس کو بھی ایک یہ بات ضرور ماننا پڑے گا کہ ان پچھلوں کے مقاصد ونصب العین میں حیرت انگیز طور پر ہم آہنگی تھی ۔مگر جعفر حبیب کے بعد بننے والی جماعتوں اور منظمات میں وہ یک جہتی باقی نہ رہ سکی۔قائد حبیب کے دور تجدید کے بعد بننے والی مختلف جماعتوں نے مختلف نظریات کی شکار ہو کر علیحدہ علیحدہ مقاصد اور نصب العین کا اعلان کیا۔حتی کہ بعض منظمات

ایسی بھی دیکھی گئی تھی کہ جن کے افکار وخیالات مقاصد ونصب العین قومی وعلاقائی اعتبار سے صفر ہے ہی، بلکہ اسلامی وملّی نقطۂ نظر سے بھی زہر ہلاہل سے کسی طرح کم نہیں۔

☆☆☆

مظالم پر ایک سرسری نظر

ارکان کے روہنگیا مسلمانوں پر بیتنے والے دردناک حالات پر نہ صرف ارکانی مسلمانوں کی سیاسی سماجی، انسانی اور فکری تنظیموں اور تحریکوں نے قلمی اور لسانی آوازیں اٹھائیں، بلکہ دنیا کی دیگر عالمی اور علاقائی تنظیموں اور تحریکوں نے بھی قلمی اور الکٹرانک میڈیا کے ذریعے آوازیں بلند کی تھیں، غاصب برمی اوباشوں نے ان آوازوں کو دبانے کے لئے بڑی بڑی سازشیں اور طرح طرح کے پروپگینڈے کئے، مگر ان آوازوں کو بند نہیں کرسکا۔ قتل وغارت گری اور نسل کشی کے علاوہ ان مسلمانوں پر جتنے مظالم ڈھائے گئے وہ بڑے قابل رحم ہیں، ان ظالموں کے وحشیانہ سلوک انسانیت کے خلاف ایک کھلی بغاوت سے کسی طرح کم نہیں ہے، جن کی کچھ تفصیلات ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن نے اپنے ایک مختصر رسالہ میں دی ہیں، جو حاضر خدمت ہیں۔

(ا) ارکان روہنگیا نیشنل آرکنانزیشن نے اپنے رسالہ ”روہنگیا مسلمانو کے جانگسل المیے“ میں شہریت کا خاتمہ کے عنوان کے تحت رقمطراز ہے کہ :

”یہ عیاں حقیقت ہے کہ روہنگیا مسلمان ارکان کے قدیمی اور اصلی باشندے ہیں جن کی روشن تاریخ بھی ہے اور تاباں ماضی بھی، ارکان میں انہوں نے ایک طویل مدت تک پرامن طریقے سے حکومت کی تھی، مگر روہنگیا حالیہ برما کی ایک تسلیم شدہ قوم ہونے کے باوجود، برسرِ اقتدار فوجی حکومت اپنے پچھلے پیش رووں کی طرح ان مسلّم باشندوں کی شہریت سے انکار کرتی بلکہ ان کے خلاف غیر ملکی ہونے کا ڈھونگ رچاتی رہی ہے، ۱۹۷۰ء سے لے کر ان کے لئے شناختی کارڈ کا اجرا بند کردیا گیا جبکہ یہ شناختی کارڈ ان مسلمانوں کے روزمرہ کی زندگی، رہنے سہنے، چلنے پھرنے،

حصول ملکیت، طلب علم، قانونی چارہ جوئی اور معاشرتی تحفظ کے لئے ایک لازمی چیز ہوا کرتی ہے، ۱۹۸۲ء کے نام نہاد قانونِ شہریت بلکہ کالی سازش، جس پر اقوام عالم نے شدید مذمت کی تھی کے ذریعے برما کی دیگر اقلیات کے ساتھ عمومًا اور روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ خصوصًا انتہائی جانبدارانہ اور وحشیانہ سلوک کیا گیا ہے، اور شدید متعصّبانہ کاروائی کے ذریعے روہنگیا مسلمانوں کی شہریت ختم کرکے انہیں اپنے ہی وطن میں بے وطن بنادیا گیا ہے، جس کی وجہ سے مہاجرین کے حوالے سے وہ ساری مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا ہوئیں، جن سے مہاجرین کے پہونچنے والے ملکوں پر شدید معاشی اور اقتصادی دباؤ پڑا تھا، اور امن عالم پر عمومًا اور علاقائی سلامتی پر خصوصًا شدید خطرہ لاحق ہوا تھا“ ۔

اسی طرح اسی رسالہ میں ایک دوسری جگہ پر رقمطراز ہے کہ :

”روہنگیا مسلمانوں سے اپنے ہی وطن میں جہاں وہ صدیوں سے آباد ہیں ۱۹۸۲ء سے لے کر ایک خطرناک سازش کے تحت انتہائی جانبدارانہ، متعصّبانہ اور قابل مذمت قانون لاگو کر کے حق انسانیت وشہریت سلب کرلیا گیا ہے، ان کے خلاف اجنبی دخلاء ہونے کے الزامات تراشے گئے اور جارہے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ اپنے ہی گھروں میں بے گھر اور اپنے ہی وطن میں بے وطن ہوکر خانہ بدوشی کی حالت میں دردر کا ٹھوکر کھائے جارہے ہیں، فوجی حکومت نے ان کے سامنے صرف دو راہیں کھلی رکھی ہیں، یا وہ اپنی تہذیب وثقافت، روایات اور تعلیم، اور دینی وروحانی اقدار کو چھوڑ کر برمن ثقافت اور بودھ دھرم اختیار کرلیں، یا پاؤں سر اٹھائے حالیہ برما کی حدود سے نکل جائیں ، اوّل الذکر کا جہاں تک تعلق ہے، ظاہر ہے کہ روہنگیا مسلمان اپنے ضمیر ودل، ایمان ویقین، روایات اور اقدار کو نیلام کرنے والی قوم نہیں ہے، اور وہ کسی بھی

قیمت پر ان پر ہونے والی سازش اور پروپیگنڈے کے خلاف سینہ سپر ہونے کے لئے تیار ہے، پھر ثانی الذکر کا جہاں تک سوال ہے کہ سرزمین ارکان روہنگیا مسلمانوں کا مقدس اور محبوب وطن ہے، جس کے بغیر وہ مقدس جگہ ہے کہاں؟ جہاں اسے اپنے ضمیر و دل کی روحانی تسکین اور دینی وایمانی طمانیت نصیب ہو؟ اس نے اسلام پھر وطن مقدس کے ساتھ گہرا اور پائدار رشتہ جڑا ہے، اس نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ ہر حال میں وہ دین و مذہب، ملک ووطن کی پاسبانی کریں گے، سچ تو یہ ہے کے دنیا میں ایک انسان کے دو اصلی وطن نہیں ہوسکتے، ہوتے بھی تو ایک عارضی اور دوسرا ذاتی واصلی، اور یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ دوسروں کا وطن اپنا وطن نہیں ہوسکتا‘‘۔

(۲) نسل کشی کے حوالے سے ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن نے اس مذکورہ رسالہ میں یوں لکھا ہے کہ :

’’فوجی حکومت مسلم کش پالیسی کے تحت ارکان کو روہنگیا مسلمانوں سے خالی کر کے اس پورے خطے کو ایک بودھسٹ مملکت میں تبدیل کرنا چاہتی ہے، یہاں کی جانے والی نسل کشی، اور گھناؤنے جرائم کی تاریخ پرانی بھی ہے اور طولانی بھی، یہاں کے مسلمانوں پر ماضی میں کیا کیا ہوبتیا، اس کی داستان چونکا دینے والی اور حیرت انگیز ہے، برما کے متعصب بودھ شرپسند عناصر یہاں رہ رہ کر دوقومی نظریات کے فروغ کے تحت شرارت اور فسادات کی ہوائیں دیتے رہتے ہیں، اور اس خطرناک سازش کے تحت یہاں مسلمانوں کی اراضی، جائدادیں چھین لی گئیں۔مسلم بستیوں کو ویران کیا گیا، مقدس مقامات سمیت سینکڑوں مساجد اور مدارس کو شہید کیا گیا، قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے علاوہ لاکھوں تعداد کی مقدس کتابوں کے نسخے جلا ڈالے گئے، ماں اور بہنوں کی عصمتیں لٹی گئیں، قبرستانوں کے علاوہ شاندار روحانی

خانقاہیں اور عالی شان مزارت کو تباہ کر کے کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا، ٹرسٹ اور وقفوں کی جائدادیں اور قبرستانوں سے مسلمانوں کو بے دخل کر کے اسے ڈھور ڈنگروں کی چراگاہوں میں تبدیل کر دیا گیا، قومی فسادات کے نتیجے میں یہاں مسلمانوں کی لاکھوں جانیں ضائع ہوگئیں، مسلمان مرد اور خواتین، بوڑھے بچے، ضعیفوں اور ناتوانوں کو یرغمال بنا کر شدید بارش، تیز دھوپ، جان لیوا سردی میں آسماں کے سائے تلے بٹھایا جاتا رہا، پھر ان کے ساتھ ڈھور ڈنگروں جیسا سلوک کر کے کبھی جہازوں میں لاد کر اور کبھی کبھار گھنے جنگلات وسیع بیابانوں اور لق ودق صحرا سے شدید بھوک پیاس کی حالت میں عبور کرا کر مجاور ملکوں میں دھکیلا جاتا، ہزاروں مسلمانوں کو بغیر کسی مقدمہ چلائے، بس صرف مسلمان ہونے کی پاداش میں جیل خانے کے اندھیرے میں غرق کر دیا جاتا، چونکا دینے والے ایسے انگنت واقعات اور دل دوز داستانیں، یہاں کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وتشدد کے حوالے سے موجود ہیں، جنہیں سن کر دل دھل جاتے اور آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں، خدایا جس خطا کی یہ سزا ہے وہ خطا کیا ہے؟ خطا یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں، بس صرف مسلمان ہونے کے جرم میں ہزاروں کو زندہ جلایا گیا، ہزاروں کو بوریوں میں باندھ کر بحر بیکراں کا حوالہ کر دیا گیا، دھمکیوں، تشددیں اور مظالم کے ذریعے لاکھوں کو بے گھر کیا گیا، جس کے نتیجے میں آج تک ارکان میں بس نصف سے کم روہنگیا انتہائی جانکنی اور کس مپرسی کی حالت میں زندہ ہیں، جو نہ اپنی قسمت اور نہ اپنے مستقبل سے آشنا رہے ہیں، خدا جانے ان کی شب تاریک کب صبح نو میں تبدیل ہوگی‘‘۔

پھر دوسری ایک جگہ میں رقمطراز ہے کہ :

’’ارکان سیاسی، عسکری اور تجارتی حکمت عملی کے اعتبار سے خلیج بنگال کی

طویل ساحلی پٹی کے ساتھ ساتھ چلنے والا جنوب شرقِ ایشیا کا ایک اہم ترین علاقہ ہے، حالیہ برمی فوجی حکومت کا اصلی ہدف یہ ہے کہ اس سنہرے علاقہ کو بودھ میں علاقہ تبدیل کر کے یہاں ایک بوڈھسٹ مملکت کی بنیاد رکھی جائے ، اس نے اپنے گنوار اور اجڈ پن کی بیماری سے اندھے ہوکر ایک نار واپروگرام کے تحت روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی کی راہ تلاش کرلی ہے ، روہنگیا مسلمانوں کو اسلام کے حلقے سے نکال باہر کر کے دینی اور ثقافتی اعتبار سے پوری طرح برمیانے کا پروگرام بری طرح ناکامی کا شکار ہوا تو وہ لوگ اپنی روایتی بے دردی اور بے رحمی ، قتل وغارت گری ، لوٹ کھسوٹ اور غیرانسانی سلوک کے تمام حربے استعمال کررہے ہیں ، جس کے نتیجے میں لاکھوں مسلمان شہید اور لاکھوں بے گھر ہونے پر مجبور ہو گئے ہیں''۔

(۳) ارکان کے روہنگیا مسلمانوں کو ایک خطرناک سازش کے تحت اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا گیا اور اب بھی کیا جارہاہے ، اس سازش کے نتیجے میں نصف سے زائد روہنگیا مسلمان اپنے گھروں سے بے دخل ہوگئے ، جن کی جگہ گنوار اور اجڈ برمیوں اور مگھوں کو لابسایا جارہاہے، روہنگیا مسلمانوں کے لئے ایسے مخلوط اور متضاد معاشرے میں گزارا کٹھن بنادیا جاتا ہے، برمی حکومت نے ایک ناروا پروگرام کے تحت مسلمانوں کے خلاف مسلسل، شدید مسلّح آپریشن کے ذریعے ہزاروں کو شہید اور لاکھوں کو اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور کردیاہے، وجہ یہی ہے کہ آج دنیا کے اس سرے لے کر اس سرے تک لاکھوں مسلمانوں کو خانہ بدوشی کی حالت میں زندگی بسر کرتے دیکھا جارہاہے ۔

ادھر روہنگیا مسلمان درماندگی اور سراسیمگی کی حالت میں اپنے گھروں کو خالی کرجاتے ہیں تو ادھر حکومت برما ان کی جگہ پر گنوار اور اجڈ مگھوں اور برمیوں کو لاکر داخل کردیتی ہے، جس کی وجہ سے فتنے وفسادات کے نئے نئے بھبوکے پھٹتے اور شرارت کی آگ سلگ جاتی ہے، جس کے نتیجے میں رہے سہے مسلمان بھی اپنے گھروں کو خالی کردینے پر مجبور ہوجاتے ہیں، ضبطی کے

حوالے سے رپورٹ یہی ہے کہ مسلمانوں کی جائدادیں اور اراضی پر ناجائز طریقے سے قبضے کر کے وسیع پیمانے پر فوجی چھاؤنیاں تعمیر کی جاتی ہیں ، جبکہ دیگر اراضی اور جائدادوں پر نو وارد مگھ اور برمیوں کو بسایا جاتا ہے ، یوں تو اس قسم کی خطرناک اور چونکا دینے والی سازش کا آغاز ۱۹۶۲ء کو نیون کے دور سے ہوا تھا ، جبکہ سلارک اور اسٹیٹ پیس اینڈ ڈیلاپ منٹ کونسل (SPDC) کے ادوار میں یہ تمام سازشیں شدید اور خطرناک شکل اختیار کرگئی ہیں ، یاد رہے کہ مسلمانوں کی اراضی جن پر قبضہ جمایا جاتا ہے ، وہ معاشی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہیں ، جن سے بے دخل ہونے کے بعد ان مسلمانوں کے لئے معاشی اعتبار سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا ہے ، ساتھ ہی ساتھ نو وارد شر پسند برمی اور مگھ ، حکومت کی پشت پناہی میں یہاں شرارت کی آگ سلگاتے اور رہ رہ کر بھگڈر مچاتے رہتے ہیں ۔ جس کے نتیجے میں مسلمان بدحواسی کے شکار ہوکر اپنے گھروں کو خالی کرجاتے ہیں ، یہاں بڑھتی ہوئی غیر یقینی صورت حال کی وجہ سے قحط اور گرانی میں روز اضافے ہوجاتے ہیں ، مختصر یہی ہے کہ ہر قیمت پر برمی شر پسند حکومت اس علاقہ کو مسلمانوں سے خالی دیکھنا چاہتی ہے ۔ یہاں کی فضا ایسی جان لیوا اور مکدر بنادی گئی ہے کہ جہاں مسلمانوں کے لئے جینا دوبھر ہوگیا ہے ، یہاں کے مسلمانوں کے خلاف نازی بربریت سے بھی زیادہ کارائیاں کی جارہی ہیں ، ان شرارتوں اور جبری انخلا کے حوالے سے ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن کے مذکورہ رسالہ کا بیان ہے کہ :

''برما کی نسل پرست ، متعصب فوجی حکومت یہاں روہنگیا مسلمانوں کے انسانی اور شہری ، وطنی اور قومی ، غرض تمام حقوق سے مکمل طور پر انکار کرتی نہیں تھکتی ، ان مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نکال باہر کرنے کی تمام کوشش اور سازش روا رکھی ہوئی ہے ، طاقت کے زور سے ان کے مال ومتاع ، اراضی اور جائدادیں چھین لی گئیں اور جارہی ہیں ، انہیں بھیانک کاروائیوں اور وحشتناک سلوک کے ذریعے ہراساں کیا جارہاہے ، انہیں اپنے گھروں سے نکال کر ان کی جگہ بودھ رکھائنگ اور برمیوں کو بسایا جارہاہے ، ان کے خلاف

ایسی ایسی پریشان کن مشکلات پیدا کی جارہی ہیں، جن سے وہ سراسیمہ ہوکر خود بخود اپنے گھروں کو خالی کرکے دربدر ہونے، پھر ہجرت کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، دوسری طرف انہیں سیاسی طور پر اندھے اور بہرے اور معاشی طور پر اپاہیچ ومفلوج بنا کر زندگی کے تمام لطف وسرور سے محروم کردیا جاتا ہے، ان وحشیوں کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ یہاں کے مسلمان انسانی اور شہریت کے تمام حقوق سے محروم ہوکر نکل بھاگنے پر مجبور ہوجائیں''۔

(۴) مواصلات اور نقل وحرکت کی پابندی کے حوالے سے رونگٹے کھڑے ہونے والے مصنوعی قوانین ارکان کے مسلمانوں کے لئے بنائے جاچکے ہیں، ایسے ایسے غیر ذمے دارانہ قوانین لاگو کردیئے گئے ہیں، جن کی تصویرکشی زبان وقلم کے ذریعے شاید ممکن ہوسکے گی، ایک زندہ دل انسان کے لئے انہیں دیکھے بغیر تصور کرنا بھی مشکل ہوجائے گا، تب بھی میں ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن کے مذکورہ رسالہ سے مستعار لے کر تحریر کررہا ہوں کہ :

''حالیہ فوجی حکومت اپنے پچھلے پیش رووں کی طرح روہنگیا مسلمانوں سے حق شہریت وسکونت مکمل سلب کرلی ہے، جس کی وجہ سے روہنگیا مسلمانوں کی معاشی، اقتصادی، تعلیمی، دینی اور ثقافتی سرگرمیاں بری طرح متأثر ہوگئی ہیں، اللہ کی اس وسیع دنیا میں درندوں اور پرندوں کے لئے بھی راہ کھلی ہوئی ہے، جبکہ روہنگیا مسلمانوں کو اپنے ہی وطن میں قیدی بنادیا گیا ہے، کوئی بھی مسلمان ارکان کی حدود میں ایک بستی سے دوسری بستی، ایک شہر سے دوسرے شہر کو حکومت کی نام نہاد پرمٹ (اجازت نامہ) کے بغیر سفر نہیں کرسکتا، جبکہ ایسی پرمٹ کے حصول کے لئے بے حد پوچھ گچھ اور چھان بین کے علاوہ ایک بڑی رقم کی رشوت دینی پڑتی ہے، اور اجازت ملتی بھی تو چوبیس گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ سات دن تک کے لئے، اس سلسلے میں یہ بھی ایک حیران کن اور چونکادینے والی بات ہوتی ہے کہ برمی دارالحکومت کا سفر کسی بھی

روہنگیا مسلمان کے لئے ۱۹۹۲ء سے لے کر سرے سے بند کردیا گیا ہے، جب کہ ۱۹۶۲ء کے بعد سے ایسی پابندی صرف روہنگیا دیہاتی کسانوں پر لگائی گئی تھی، اب کوئی بھی روہنگیا طلبہ، تاجر، انجینئر، ڈاکٹر، قانون دان، حتی کہ فوری تشخیص اور علاج کی ضرورت بلکہ خطرناک حالات سے دوچار مریضوں کے لئے رنگون کے سفر کی اجازت نہیں ہے''۔

(۵) تہذیب وثقافت کے حوالے سے ارکان کے مسلمان اپنے ماضی میں درخشان ثقافت اور تاباں تہذیب کے حامل رہے ہیں، سرزمین ارکان کو انہی مسلمانوں نے تہذیب وثقافت سے آشنا کرایا کیا تھا، یہاں کے ہندو پھر بودھ باشندے ماضی میں ہمیشہ ان مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کے خوشہ چین رہے تھے، دیگر ارکان باسیوں کی علمی، ادبی، سیاسی، معاشی اور خاندانی زندگی میں ان مسلمانوں کی ثقافت وادب کے گہرے اور دوررس اثرات مرتب ہوچکے تھے، چونکہ یہ مسلمان ایک تاریخی مہذب ومثقف قوم ہے، اسی لئے ارکان کے غیر مسلم راجگان بھی ان کی تہذیب وثقافت کو بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، مسلمان تو مسلمان ہی تھے بلکہ غیر مسلم رانیوں، شہزادیوں اور راج محل کی دیگر خواتین بھی اسلامی پردے کی شرافت سے محظوظ ہوا کرتی تھیں، مگر آج کل کیا ہورہا ہے، اس کے متعلّق ارکان روہنگیا نیشنل ارگنائزیشن کا بیان ملاحظہ کیجئے :

''یہ ایک بدقسمتی کی المناک داستان ہے کہ آج یہاں مسلمان ایک طرح کے ثقافتی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، برمی متعصب شرپسند حکومت اپنے نام نہاد ثقافتی پروگرام کے تحت ملک بھر کی تمام اقلیات پر عموماً اور ارکان کے روہنگیا مسلمانوں پر خصوصًا ثقافتی دباؤ ڈالتی اور ان کی قدیمی وتاریخی ثقافت کو ختم کرکے ان کو برمی ثقافت سے متصف کرنے اور مسلمان گروہوں کو برمیانے کی ناروا کوشش کرتی ہے، خصوصًا آج کل یہاں مسلمانوں کی روشن ثقافت اور قدیمی روایات کو سرے سے مٹا کر مسلمانوں کی زندگی میں خالص برمی ثقافت

کا رنگ چڑھایا جارہا ہے، یہاں جو لوگ اپنی قدیمی ثقافت اور روایتی اقدار سے سرمو انحراف کر کے برمی ثقافت اختیار کر لیتے ہیں، سماج میں ان کی عام مقبولیت ہو جاتی ہے، خاص طور پر دینی اور روحانی طبقہ کے لئے اپنے دینی اور اخلاقی اقدار کو بچانا بڑا مشکل ہو جارہا ہے، تاہم یہاں کے غیور اور دین پسند طبقے اپنے دینی اور اخلاقی اقدار کو بچانے کی خاطر خاک دخون سے کھیل جاتے ہیں، روہنگیا مسلمانوں کو ان پر آنے والی تیز وتند منفی تہذیب کی ہواؤں سے سخت مقابلہ کرنا ہو رہا ہے، باوجودیکہ ان پر طاقت وسطوت کے زور سے شر پسند حکومت اپنی برمی ثقافت مسلط کرنا چاہتی ہے، مگر روہنگیا مسلمان اس جانکنی کی حالت میں بھی اپنے روشن اقدار اور تاباں ثقافت کو بچانے کے لئے شدید جنگ لڑ رہے ہیں، روہنگیا مسلمانوں کی ثقافت وادب کے متعلق حالیہ برمی فوجی لوگ اپنے پچھلے پیش رووں کی طرح اس غلط خیال میں مبتلا ہیں کہ روہنگیا مسلمانوں کی یہ روشن تہذیب دراصل غیر ملکی تہذیب وثقافت کی مرہون منت ہے، اسی لئے ان کی کوشش یہ رہی ہے کہ ان مسلمانوں کی تہذیب کو مٹا کر ان پر برمی ثقافت مسلّط کر دی جائے، ان کا اصل ہدف یہ ہے کہ ملک کی تمام اقلیات کی عمومًا اور روہنگیا مسلمانوں کی خصوصًا تمام روایات کو خاک میں ملا کر بس برمی ثقافت ان پر مسلط کر دی جائے، ان کا یہ نعرہ رہا ہے کہ جو برمی روایات اور برمی تہذیب کو قبول کرتا ہے، وہ برمی شہری اور ملک کا فدائی ہے، اور جو قبول نہیں کرتا وہ ملک کا غدار، دشمن اور باغی ہے، ان کا یہ خیال ہے کہ ارکان کے روہنگیا مسلمان جن کی ثقافت وادب دراصل اسلامی ثقافت کا مرہون منت ہے، نہ صرف برمی بودھ ثقافت کی بالادستی کو قبول نہیں کرتے، بلکہ اسے ان پر بزور طاقت مسلّط کر دینے کی سازش سے سخت خفا اور نالاں ہیں، حالیہ برمی حکومت اپنی ایک خطرناک سازش کے تحت

محونشانات اور اسلامی اقدار کی تغیر و تقبیح پر تل گئی ہے، اور ثقافت اسلامیہ کو مٹانے کے حوالے سے برمی فوجی حکومت مختلف پروگرام چلا رہی ہے، جن میں سے مختصر طور پر چند چیزیں حاضر خدمت ہیں :

(الف) محونشانات: روہنگیا مسلمانوں کی خوبصورت سے خوبصورت ترین اسلامی ناموں کو بالکل تبدیل کر کے انہیں بودھ نام اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، ورنہ ان مسلمانوں کے ساتھ ان کے اپنے اسلامی نام رکھنے کی پاداش میں انتہائی متعصّبانہ سلوک کیا جاتا ہے، ایک طرف ان مسلمانوں کی قومی اور دینی نشانات، مثلاً دینی مدارس ومساجد، مزارات وروحانی مراکز، علمی اور اخلاقی انجمنیں اور خانقاہوں کو تہ وبالا کر دیا جارہا ہے تو دوسروں طرف جن جن مقامات شہروں اور بستیوں کے نام دراصل اسلامی تاریخ وروایات کے مرہونِ منت ہیں، ان کو مٹا کر ان کی جگہ بودھ روایات کے رنگ چڑھانے کی ناجائز اور غیر اخلاقی کوشیش کی جارہی ہیں، یوں سینکڑوں مدارس ومساجد، ثقافتی وعلمی مراکز دینی اور روحانی جگہوں کو تہ وبالا کیا جاچکا ہے، جس طرح تاریخی سندی خانی مسجد جسے ۱۴۳۰ء کو ارکان کے ایک متدین مسلمان بادشاہ نے مردہانگ کے مقام پر تعمیر کیا تھا کو شہید کر کے اس کی جگہ ایک بودھ ٹیمپل تعمیر کی جاچکی ہے، سب سے بڑی دکھ کی بات اور ستم کی کہانی یہ ہوئی ہے کہ ارکان کی ان روشن اور تاریخی روایات کی یادگار چیزوں کو خود مسلمانوں کے ہاتھوں ختم کر کے ان کی جگہ بودھی روایات کی چیزیں تعمیر کی جاتی ہیں۔

(ب) اسلامی اقدار کی تغیر و تقبیح کے سلسلے میں یہاں ایک خطرناک سازش چل رہی ہے، ارکان کے مسلم نوجوانوں اور اسکول کے طلبہ کے دماغ میں ایک قسم کے ذہنی غسل کی شکل میں ان کی روایتی اسلامی اقدار اور دینی واخلاقی

روایات کی جگہ غیر انسانی وغیر فطری افکار ونظریات، بھدے برمن دیو مالائی خیالات ڈالے جا رہے ہیں، ان کے دماغ میں یہ بات نصب کی جا رہی ہے کہ یہاں مسلمانوں کے لئے بحیثیت مسلمان کچھ بھی کرنے کا نہیں ہے، یہاں رہنا ہے تو بودھی برمن بن کر رہنا ہوگا، فوجی حکمران اپنے تمام ذرائع ابلاغ کو بردئے کار لاتے ہوئے اسلام کی روشن اقدار وروایات کے علاوہ عبادات، معاملات، معاشرت، شرعی قوانین غرض تمام چیزوں کو بھدے بنا بنا کر ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، یہاں ریڈیو، ٹی دی اعلام اور دیگر ذرائع کے ذریعے مسلمانوں کو اجڈ، گھنوار اور گھٹیا درجے کی قوم بنا کر پیش کیا جاتا ہے، جو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور خود مسلمانوں کے دل ودماغ میں یہ بات ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ مسلمان صرف اور صرف ظلم دستم کے نشانے بننے کے لئے پیدا ہوتے ہیں، برما میں رہنا ہے تو مسلمان نہیں بودھ برمن بن کر رہنا ہوگا۔ الامان والحفیظ۔

(٦) ارکان کے روہنگیا مسلمان خود اپنے ہی وطن میں جن بدترین سیاسی، سماجی، فکری ثقافتی اور انسانی حالات کے شکار ہیں، ان کی پوری تصویر کشی زبان وقلم سے تو ممکن نہیں تاہم صرف بعض انسانی حقوق کے حوالے سے کچھ باتیں حاضر خدمت ہیں۔

(الف) برما کے حالیہ حکام گھناؤنے جرائم کے مرتکب ہیں، یہاں مسلمانوں کو انسان ہونے کی پاداش میں قتل کر دیا جا رہا ہے، بغیر جرم اور بغیر مقدمات چلائے جہاں کہیں بھی مسلمانوں کو پابند سلاسل کیا جا رہا ہے، مسلمانوں کی حرکات وسکنات، نقل وحمل پر شدید پابندی لاگو کی جا چکی ہے، مال ودولت، اراضی وجائداد کی ناروا ضبطی، ماں اور بہنوں کی عصمت دری، دینی تہواروں، علمی مجالس، اخلاقی اجتماعات، معاشرتی تحفظ، قانونی چارہ

جوئی پر پابندی سمیت، جبری انخلاء، بستیوں کو اکھاڑنا اور جلانا، گھروں پر ناجائز طریقے سے قبضہ کر کے اجڈ برمنوں اور گھنوار مگھوں کو ان کی جگہ لا بسانا، مدارس ومساجد، خانقاہیں اور اسلامی مراکز وثقافتی وروحانی مقامات کو تہ وبالا کرنا، علماء اسلام کا مذاق اڑانا، قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی علاوہ دینی کتابوں کی بے حرمتی کرنا ان حکام کا معمولی شیوہ بن گیا ہے، غرض ان تمام گھناؤنے جرائم میں ملوث ہو کر حکومت اور حکومت کے لالے پالے بدتمیز عناصر اپنی اجڈ پن اور بدطینت کا ثبوت پیش کرتے رہے ہیں۔

(ب) یہ ایک عیاں حقیقت ہے کہ سرزمین ارکان دولت وثروت سے پھٹا پڑا ایک زرخیز علاقہ ہے، لیکن مسلمانوں پر مدتوں سے ناجائز طریقے پر لگائے گئے ٹیکس، ناروا طریقے سے لگائے گئے لگان کے علاوہ ان کی تجارت پر ڈاکہ زنی اور لوٹ مار، مال ومتاع، دھن دولت اور سکہ جات کی ہڑپ کے ذریعے ان مسلمانوں کے لئے معاشی اور اقتصادی فضا کو بڑی حد تک مکدر بنا دیا گیا ہے، یہاں کے مسلمان مچھیروں، کسانوں اور تاجروں حتی کہ مزدوروں پر بھی معاشی پابندی لگا دی گئی ہے، درآمدات اور برآمدات پر پابندی نہیں بلکہ ان مسلمانوں کے لئے سرے سے بند کر دیئے گئے۔ مسلمان کسانوں جو اپنی محنت اور مشقت کے صلے میں روزیاں حاصل کرتے ہیں پر اچانک ڈاکہ ڈالا جاتا، ان سے حاصل شدہ اموال برمی فوجی حکّام دوسرے ملکوں کو اسمگل کر دیتے ہیں، یہاں روہنگیا مسلمانوں کی فصلیں رہ رہ کر تباہ کر دی جاتیں، تجارت اچانک نام نہاد قومی تحویل میں لے لی جاتی، دکانوں، مارکٹوں پر قبضہ کر لیا جاتا، جائدادیں بلا معاوضہ قومیالی جاتیں، کبھی کبھار یہاں مصنوعی قحط اور گرانی کی ہوائیں چالو کی جاتیں، جن کی وجہ سے روزمرہ کی ضروری چیزوں کی قیمت آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہے۔

(ج) روہنگیا مسلمانوں کوحق ملکیت سے یکسر محروم کر کے انہیں اپنی تجارت ، زراعت ، مویشی اور جائدادیں رکھائنگ اور برمن گھنواروں کے حوالے کر جانے پر مجبور کیا جاتا ،مخصوص طور پر برمی اجڈ اور گھنواروں کا مسئلہ بہت پریشان کن ہے، کیوں کہ یہ لوگ برما کے ایسے علاقہ جات سے لائے جاتے ہیں، جہاں تہذیب وثقافت کی روشنی تک نہیں لگی ہے، یہ وحشی اور بربر یہاں آکر مہذب اور شائستہ روہنگیا مسلمانوں کی نیند حرام کردیتے ہیں ، یہ لوگ برمی فوجوں کی پست پناہی میں ڈاکے ڈالتے اور مسلمانوں کی کسی بھی چیز کو نہیں چھوڑتے ہیں ، اورتو اور روہنگیا مسلمانوں کے پہرہ دار کتے نہیں چھوڑ ے جاتے ، کیوں کہ کتے ان کے لئے سب سے زیادہ پسند اور مزیدار ہوتے ہیں، یہ لوگ کتے کھاتے ہیں، اور کتے بھی جب ان کی آہٹ محسوس کرتے تو بڑی حدتک پریشان ہوجاتے ہیں، الامان والحفیظ ۔

(د) برمی افواج مسلمانوں کی بستیوں میں اچانک بلوا کر کے مسلمانوں کو بزورقوت جبری محنت ومشقت کے لئے پکڑ کرلے جاتی ہیں ، انہیں کہا جاتا کہ تمہیں چند روز کے بعد چھوڑ دیا جائے گا، مگر دوچار دن کی مدت بڑھ کر دوچار مہینے تک ہوجاتی ہے، نام نہاد بیگار کے نام سے انہیں یرغمال بنا کر بزور قوت محنت حاصل کی جاتی ہے، ان کے ساتھ ڈھورڈنگروں جیسا سلوک جاتا ہے، نہ انہیں علاج میسر ہوتا اور نہ راحت نصیب ہوتی ، بعض علاقے میں کھانے پینے کی چیزیں ان کے لئے گھر کے بچوں اور خواتین کو پہنچانا ہوتا ہے ، ویسے لوگ بیماری اور مشقت سے لاچار، کمزور اور ناتواں ہوتے ہوتے موت کی وادی میں پہنچ جاتے ہیں ، ستم یہ ہے کہ بعض لوگوں کو کمزوری اور ناتوانی کی پاداش میں شہید کردیا جاتا ہے، یہ نام نہاد بیگار برمی فوجیوں کے لئے روزمرہ کا معمول اور شیوۂ حیات بن چکا ہے، جو برما کی آزادی کے

بعد سے شروع ہوا اور آج تک ایک وبا کی شکل میں موجود ہے، اس نام نہاد بیگار کی وجہ سے کتنے مسلمان شہید ہو چکے ہیں، ان کی نہ حد ہے اور نہ حساب، ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے زیر سایہ چلنے والی رفاہی تنظیم یواین ایچ سی آر کے مشاریع فوجی حکّام اپنے ہاتھ لیتے اور انہیں روہنگیا مسلمانوں کے جبری بیگار کے ذریعے پایۂ تکمیل کو پہنچاتے ہیں، تو یہی تنظیم دیکھتے ہی رہ جاتی ہے، انسانیت کے نام پر آنے والی یہی تنظیم اس غیر انسانی بلکہ حیوانی سلوک پر اُف کرنے کی تکلیف گوارہ نہیں کرتی ۔

(ے) برمی فوجی حکمرانوں کی غیر متوازن پالیسی نے جنوب شرق ایشیا میں دولت وثروت سے پٹا ہوا اس ملک کو معاشی اور اقتصادی طور پر مفلوج سے مفلوج ترین کرکے رکھ دیا ہے، ماضی میں ارکان کے روہنگیا مسلمان معاشی اور اقتصادی اعتبار سے بڑے خوش حال رہے تھے مگر فوجی بدعنوانوں کی وجہ سے آج یہ قوم تباہ ہوکر رہ گئی ہے ، دنیا میں چند سالوں سے یہ آواز پے درپے اٹھ رہی ہے کہ برما ایک دیوالیہ ملک بن گیا ہے ، میلوں اور کارخانوں سے تقریبًا خالی ملک جہاں نہ گلہ بانی کی سہولت رکھی گئی ہے اور نہ کاشتکاری کی ، نہ مرغبانی اور باغبانی کی سہولت چھوڑی گئی ہے اور نہ صنعت وحرفت کی ، مزید برآں حکمران طبقہ کی مسلسل بدعنوانی ، مدتوں کی کساد بازاری، اور عوام کی بے روزگاری کے نتیجے میں یہ ملک تباہ ہوکر رہ گیا ہے ، دیگر اقوام کو عمومًا ارکان کے روہنگیا مسلمانوں کو خصوصًا غربت وافلاس ، بھوک اور پیاس کی عفریت نے کنگال بنا کر نوچ کھا رہا ہے، ایک طرف معاشی اور اقتصادی بحران ، دوسری طرف ظلم وستم کا دباؤ، یہ مسلمان ایک طرح کی جہنم میں پھنسے ہوئے ہیں'' ۔

☆☆☆

ارکان روہنگیا یونین (ARU)

منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) سے روہنگیا لیڈروں کے رابطے کی شروعات

راقم سطور کے علم کے مطابق روہنگیا فدائین محاذ کے صدر ہماری تاریخ کے عظیم مرد مجاہد حضرت جعفر حبیب مرحوم کے زمانے سے روہنگیا مسلمانوں کے مفاد کے حوالے سے منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) سے رابطہ شروع ہو چکا تھا، جس کے دیگر مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ امت مسلمہ کی اس بین الاقوامی تنظیم میں روہنگیا مسلمانوں کا ایک مقام حاصل ہو جائے، جس کی آخری شکل یا حیثیت مبصر یا مشاہد ہو سکتی ہے، پھر قائد حبیب کے انتقال کے بعد دیگر جماعتوں اور لیڈروں نے ان کا وہی سلسلہ متواتر جاری رکھا، اور قومی مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد میں کسی قسم کی کسر باقی نہیں رکھی ، اس حوالے سے عموما ہمارے دیگر لیڈروں کے علاوہ خاص طور پر محترم نورالاسلام صدر ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) مولانا شیخ دین محمد مرحوم اور مولانا شیخ سلیم اللہ عبدالرحمٰن صاحب مرنگلوی حالیہ رہنما روہنگیا سالیڈریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق (RSOR) کی جدوجہد بھی قابل صد ستائش اور ناقابل فراموش ہیں۔

☆☆☆

تھائی لینڈ میں پروگرام برائے اصلاح وطنی (NRP)

پروگرام برائے اصلاح وطنی (NRP) برمی سیاسیات اور اس کے مستقبل کے حوالے سے ایک غیر معمولی اور مفید پروگرام ہے، جو مسٹر ہانگ اونگ شوے (ڈائرکٹر جنرال آف یوربرما آفس (EBO) کی زیر سرپرستی متحرک ہے، اس میں مرحوم شیخ دین محمد جیسی شخصیت کی فعال قیادت میں روہنگیا سالیڈریٹی آرگنائزیشن نے تھائی لینڈ کانفرس میں شرکت کی تھی،

پھر حضرت شیخ کے اچانک انتقال کے بعد تنظیم کے قائم مقام صدر شیخ سلیم اللہ عبدالرحمٰن صاحب نے اس قافلہ کو بڑے حسن وخوبی سے آگے بڑھایا۔ اور اس حوالے سے ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس پروگرام میں ارکان کے روہنگیا مسلمانوں کی دو ہی جماعتوں نے بھر پور انداز میں شرکت کی تھی، جن میں سے ایک تو اس دوران محترم شیخ سلیم اللہ صاحب کی رہنمائی میں چلنے والی جماعت روہنگیا سالیڈریٹی آرگنائزیشن (RSO) اور دوسری مسٹر نورالاسلام صاحب کی قیادت میں چلنے والی معروف جماعت ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) تھیں۔

پروگرام برائے اصلاح وطنی دراصل پیلونگ معاہدہ کی تجدید واحیائے نو تھا، یہ معاہدہ برطانوی سامراجیوں سے برما کی آزادی کے ایک سال پہلے ۱۹۴۷ء میں پیلونگ کے مقام میں ہوا تھا، جس کا مقصد رنگ ونسل مذہبی ولسانی تعصب، نفرت وعنصریت جیسے غیر انسانی وغیر اخلاقی جذبات وخیالات سے بلند ہو کر عدل ومساوات، رواداری وبرداشت پر مبنی بین الاقوامی آئین وقوانین کے تحت برما کے تمام نسلی گروہوں کے مشترکہ مفادات کے تحفظ کے لئے برما میں فیڈرل، جمہوری اور دستوری نظام حکومت کا قیام تھا۔ چونکہ پیلونگ معاہدہ چند منفی وجوہات کی بنیاد پر جن کی داستان بڑی طویل ہے ناکارہ اور بھولا بسرا ہو چکا تھا، اسی لئے پروگرام برائے اصلاح وطنی کے زیر سایے تھائی لینڈ میں اس کی تجدید واحیائے نو نہ صرف برمی تاریخ بلکہ اقوام عالم کی تاریخ میں بھی ایک اہمیت کی حامل ہے، جس کی بعض اہم اور بنیادی دفعات ونقاط درج ذیل ہیں:

☆ برما میں فیڈرل جمہوری اور دستوری نظام حکومت کے از سر نو قیام کے لئے مشترکہ جدوجہد کرنا، جو برما کی آزادی کے بعد ۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۲ء کے دوران بھی تھا۔

☆ اس بات کی پوری ضمانت کہ عدل ومساوات پر مبنی روہنگیا مسلمانوں کے حقوق، برما کے دیگر مواطنین جیسے ہوں گے۔

☆ مرکزی فیڈرل حکومت کے زیر اشراف ان اقلیتوں کی خود مختاری کا حصول جو خود مختاری کی

خواہاں ہوں گی۔

☆ میانمار کی مختلف سیاسی پارٹیوں اور نسلی گروہوں کے مابین پائے جانے والے بنیادی اختلافات کو مٹانے کی کوشش۔

یہ تو تھے تھائی لینڈ کانفرس میں کئے گئے معاہدے کے بنیادی نقاط، باقی پیلونگ معاہدے میں جو تھے تقریبا وہی نقاط اسی میں بھی تھے۔

☆☆☆

روہنگیا قومی اتحاد کے لئے لیڈروں کی مشترکہ کوشش

مولانا شیخ دین محمد صاحب کے اچانک انتقال کے بعد مولانا شیخ سلیم اللہ صاحب نے اس قومی اتحاد کی مشترکہ کوششوں کے سلسلے کو بڑی حد تک جاری رکھا، اور آگے بڑھایا، جس کے نتیجے میں اور کچھ نہ ہو تو منظمۃ التعاون الاسلامی کے ساتھ ہمارا قومی رابطہ استوار ہو چکا تھا، اور اتنا استوار ہوا کہ انہی باضابطہ طور پر اس کے اعلی سطحی اجلاسوں میں دعوت شرکت دی جانے لگی تھی، اور جہاں انہوں قومی امور کی بہت ساری خدمات بھی انجام دی تھیں، ان کی یہ کوشش بعد میں بارآور ثابت ہوئی، البتہ ان کی اس کوشش کے تہ بتہ قومی سطح پر کام کرنے والی دیگر تنظیموں اور لیڈروں، مثال کے طور پر ارکان روہنگیا نیشنال آرگنائزیشن (ARNO) کے رہنما محترم نور الاسلام صاحب وغیرہ کی کوششیں بھی مساوی طور پر جاری رہی تھیں۔

ادھر محترم نورالاسلام صاحب نے بعض ناقابل بیان مجبوریوں جن کی داستان بڑی طویل ہے کی وجہ سے محاذ کی سابقہ تمام کارکردگیوں کو چھوڑ کر برطانیہ میں پناہ لی تھی، پھر ان کا رابطہ برما کے معروف قومی لیڈر ہانگ اونگ شوے (چیرمن یوروبرما آفس) سے استوار ہو چکا تھا، جس کے نتیجے میں برمی سیاست کے حوالے سے دونوں لیڈروں کے درمیان تعاون کا سلسلہ شروع ہوا، نورالاسلام صاحب نے روہنگیا مسلمانوں کے قومی مسائل کے پائدار حل کے لئے مسٹر ہانگ کے اس تعاون کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی، اور ان سے رابطہ ہمیشہ بحال رکھا، اور مسٹر

ہانگ نے بھی انہیں بھرپور تعاون کا یقین دلایا تھا، پھر دونوں لیڈروں نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ روہنگیا مسلمانوں کے قومی مسائل کے پائدار حل کے لئے ان مسلمانوں کے مابین پائی جانے والی جماعتوں اور لیڈروں کے اتحاد اور ہم آہنگی ناگزیر ہے، یوں دونوں نے ان مسلمانوں کے حوالے سے کام کرنے والی دیگر جماعتوں بطور خاص روہنگیا سالیڈریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق روہنگیا (RSOR) کے لیڈروں سے رابطہ کیا، ساتھ ہی ساتھ ان تمام لیڈروں نے یہ بھی ضروری سمجھا تھا کہ جماعتوں سے ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ اس ممکنہ قومی اتحاد کے لئے قومی سطح پر معروف اور فعال شخصیات کی شرکت و شمولیت بھی بہت ضروری ہے، چاہے ان کا تعلق کسی متحرک جماعت سے ہو یا نہ ہو۔

☆☆☆

ایک متحدہ مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی تاسیس کی کوشش

یہاں اس تذکرے سے پہلے کہ ارکان روہنگیا یونین کی تاسیس کیسی ہوئی کہ ضروری سمجھتا ہوں کہ کچھ ضروری باتوں کا تذکرہ کردوں، ان میں سے ایک بات تو یہ ہے کہ ہماری قومی سیاسیات سے واقف جانتے ہیں کہ ۱۹۹۸ء میں روہنگیا سالیڈریٹی آرگنائزیشن (RSO) اور ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ (AIRF) کے لیڈروں اور قوم کے بعض دل جلے سیاست دانوں کی طویل جدوجہد کے نتیجے میں قومی سطح کی ایک متحدہ تنظیم وجود میں آئی تھی، جسے دنیا ارکان روہنگیا نیشنال آرگنائزیشن (ARNO) کے نام سے جانتی پہچانتی ہے، مگر افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ ابھی اس موخر الذکر تنظیم کے اعلان کے چند مہینے بھی نہیں گزرے کہ اس میں اضمحلال اور دراڑے پڑ گئے تھے، حتی کہ اگلے چند مہینوں میں لیڈروں کے مابین اختلافات سے بڑھ کر افتراق اور مخاصمت کا دور دورہ ہو گیا تھا، بالآخر قومی اتحاد کے حوالے سے کی جانے والی ساری تمنائیں خاک میں مل گئی تھیں۔

تاہم ہمارے لئے یہ ایک خوش آئند بات ہے کہ ہماری سیاسی اور انقلابی میدان میں اگر

چہ ہمارے لیڈروں کے اختلافات، افتراق اور باہمی رسہ کشی اور مخاصمت کی باتیں بہت مشہور ہیں، لیکن ان باتوں کے ساتھ ساتھ ایک قومی اتحاد کے لئے ماضی میں ہمارے لیڈروں اور رہنماؤں نے بڑی بڑی کوششیں بھی کی تھیں، تاکہ قومی سطح پر اشتراک عمل کے لئے راہ ہموار ہوسکے، اس سلسلے میں ابھی جو عرض کی گئی کہ ۱۹۹۸ء میں قومی سطح کی دو متحرک جماعات کو کالعدم کر کے ارکان روہنگیا نیشنال آرگنائزیشن کی تاسیس کی گئی تھی، مگر تجربہ نے ثابت کر دیا کہ ہمارے ایسے حالات میں تنظیموں کو کالعدم کر کے انضمام کی شکل میں ایک ہی جماعت میں لے آنا کوئی خوش آئند بات نہیں رہی، ویسے ۱۹۹۸ء کے بعد ایک طویل عرصہ تک شاید ارکان روہنگیا نیشنال آرگنائزیشن والے تلخ تجربات کی وجہ سے قومی سطح پر کام کرنے والی دونوں جماعات یعنی روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق (RSOR) اور ارکان روہنگیا نیشنال آرگنائزیشن (ARNO) کے مابین ایک متحدہ پلیٹ فارم کی بات سرد خانے کی شکار ہوگئی تھی، لیکن ۲۰۰۶ء میں ان دونوں جماعات کے لیڈروں جن کے روح رواں محترم نورالاسلام صاحب اور محترم مولانا شیخ سلیم اللہ صاحب ہیں کی مسلسل جدوجہد اور مسٹر ہانگ اونگ شوے (ڈائرکٹر یورو برما آفس) کے تعاون سے قومی سطح کے ایک پلیٹ فارم کی تاسیس کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی تھی، اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے ان تھک اور مسلسل جدوجہد بھی کی گئی، مگر ایسے حالات میں ان دونوں تنظیموں کے مابین اس متصورہ یا مجوزہ متحدہ پلیٹ فارم کے حوالے سے رائے کا ایک اختلاف سامنے آیا تھا، جس کا اجمال کچھ ایسا ہے کہ:

(۱) ارکان روہنگیا نیشنال آرگنائزیشن اور اس کے رہنما مسٹر نورالاسلام صاحب کی ہمیشہ کی طرح چاہت یہی تھی کہ تمام تنظیموں کو کالعدم کر کے انضمام کی شکل میں قومی سطح کی ایک ہی متحدہ جماعت کی تشکیل کی جائے، انہوں اپنی رائے کی حمایت میں کچھ دلائل بھی پیش کی تھیں، جن میں سے ایک یہی ہے کہ:

”افرادی اعتبار سے ہماری قوت ویسی بھی بہت کم ہے، اگر ہم مختلف تنظیموں میں منقسم رہیں گے جس طرح ابھی ہیں، تو ہماری قوت اور بھی کم ہو جائے گی،

اسی لئے ضروری ہے کہ پوری انضمامی شکل میں ہم ایک ہی پلیٹ فارم اور ایک ہی جماعت کے سائے تلے جمع ہو جائیں“

(۲) محترم شیخ سلیم اللہ صاحب رہنما ”روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق“ کا موقف یہی تھا کہ ماضی کے طویل تجربات اور وقت کی نزاکت اور حالات کا تقاضا ہے کہ ہر ایک تنظیم اپنی اپنی جگہ متحرک رہتے ہوئے قومی سطح پر متحدہ طور پر کام کرنے کے لئے ایک متحدہ مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی تشکیل کی جائے، اور دنیا میں آج کل ہماری اس نوعیت کے کام کو سرانجام دینے کے لئے ایک ہی تنظیم میں انضمام ہونے کے بجائے مجلس تنسیقی، یا متحدہ مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی جیسے پلیٹ فارم کی مقبولیت نمایاں ہے، اور جو جمہوریت کا تقاضا بھی ہے، علاوہ ازین ماضی کے تلخ تجربات ہمارے سامنے ہیں کہ ایک تنظیم میں انضمام کی وجہ سے کتنی پریشانیاں لاحق ہوگئی تھیں، اور تو اور تنسیقی پلیٹ فارم کے بجائے پورے انضمام کی وجہ سے باہمی رسہ کشی اور اختلاف مٹنے کی جگہ افتراق سے بڑھ کر مخاصمت تک کا دور شروع ہو گیا تھا، اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ہم انضمامی شکل کو ہمیشہ کے لئے مسترد کرتے ہیں، بلکہ مطلب یہی ہے کہ ایک مجلس عمل میں کام کرتے کرتے اللہ کرے تو ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہم پورے طور پر انضمام کے مستعد اور لائق ہو جائیں گے، ویسے حالات کے پیدا ہونے یا کرنے سے پہلے انضمام کی کوشش مفید ہونے کے بجائے مضر ہونا یقینی ہے۔

☆☆☆

لیڈروں یا جماعتوں کے مابین اشتراک عمل کے لئے مفاہمت

محترم شیخ سلیم اللہ اور مسٹر نورالاسلام صاحبان کے مابین ان مذکورہ موقف ورائے کے حوالے سے بہت ساری باتیں ہوئیں، اور دونوں نے خاص طور پر ۲۰۰۶ء کے دوران مختلف طول طویل ملاقاتیں بھی کیں، مگر رائے کا یہ اختلاف اپنی جگہ برقرار رہ گیا تھا، لیکن ان دونوں رہنماؤں کے مابین مفاہمت کے لئے مسٹر ہانگ اونگ شوے نے بڑی کامیاب کوشش کی تھی،

اس سلسلے میں انگنت رابطے اور مراسلے کے علاوہ خود مسٹر ہانگ اور محترم نورالاسلام صاحب نے سعودی عرب کے مختلف دورے بھی کئے، چنانچہ اس سلسلہ کا ایک دورہ ۲۰۰۷ء میں بھی کیا تھا، اور منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) کے صدر دفتر جدہ میں ان دونوں نے شیخ سلیم اللہ صاحب بشمول مسٹر طلال داؤس (ڈائرکٹر برائے مسلم اقلیات او آئی سی) سے تفصیلی گفتگو کی، اور یہاں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ شیخ سلیم صاحب کے اس مذکورہ موقف کی طرح مسٹر ہانگ کی رائے بھی انضمام کے بجائے مجلس تنسیقی کی طرف تھی، بہرحال بالآخر مفاہمت ہوگئی تھی کہ انضمام کے بجائے ایک مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی تشکیل دی جائے گی، اور منظمۃ التعاون الاسلامی کی طرف سے مسٹر ہانگ کو اسے عملی جامہ پہنانے کی ذمے داری بھی سونپی گئی تھی۔ اور اگلی سطور میں معلوم ہوجائے گا کہ انہوں نے اپنی ذمے داری کس آن بان سے نباہئی، اور ارکان روہنگیا یونین (ARU) کی شکل میں ایک متحدہ مجلس عمل یا مجلس تنسیقی کی تشکیل کیسی ہو پائی تھی۔

☆☆☆

۲۰۰۸ء میں لال خان بازار چاٹگام کا دوروزہ اجلاس

ادھر پچھلی سطور میں عرض کی گئی ہے کہ ہماری قومی سطح کی دونوں متحرک تنظیمیں ''روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق (RSOR) کے قائد شیخ سلیم اللہ اور ارکان روہنگیا نیشنال آرگنائزیشن (ARNO) کے لیڈر مسٹر نورالاسلام بشمول مسٹر ہانگ اونگ شوے اور مسٹر طلال داؤس کے مابین اتفاق رائے ہوا تھا کہ روہنگیا مسلمانوں کے مفاد کے حوالے سے ایک متحدہ مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی تشکیل عمل میں لائی جائے گی، اور جسے عملا وجود میں لانے کے لئے بڑی تیزی سے کوشش شروع بھی ہوچکی تھی۔

ادھر ۲۰۰۸ء کے دوران بنگلا دیش میں ایک نگران حکومت قائم ہوچکی تھی، جس کے سربراہ اگرچہ بظاہر ڈاکٹر فخر الدین صاحب تھے، مگر عملا اس کے روح رواں جنرال معین الدین احمد صاحب سمجھے جاتے تھے، اسی زمانے میں ہمارے لائق صد احترام ہستی پروفیسر محمد حبیب

اللہ صاحب مرحوم بھی روہنگیا مظلوم مسلمانوں کے حوالے سے مزید متحرک ہوگئے تھے، جن کی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں بنگلا دیش کے متعلقہ اعلی فوجی حکام جن سے ہمارے بعض لیڈروں کے علاوہ بعد میں مسٹر ہانگ نے بھی ملاقات کی تھی اور جن سے بھی ایک مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی تشکیل کی بات طے پائی تھی، ان فوجی حکاموں نے یہ عندیہ دیا تھا کہ بنگلا دیشی حکومت روہنگیا مسلمانوں کے مسائل کے پائدار حل کے لئے بھرپور تعاون کرے گی، چونکہ پروفیسر صاحب حضرت جعفر حبیب مرحوم کے زمانے سے ہمارے حامی و ناصر ہونے کے ساتھ ساتھ ارکان روہنگیا نیشنال آرگنائزیشن کے بانیوں میں شمار تھے، یوں انہوں نے تنظیموں کے اعلی عہدیداروں سے رابطہ کیا، حتی کہ بات یہاں تک پہنچی اور طے پائی تھی کہ بنگلا دیشی حکومت کی زیرنگرانی اور مسٹر ہانگ جو یورو برما آفس کے ڈائرکٹر بھی ہیں اور منظمۃ التعاون الاسلامی کی طرف سے ان پر ذمے داری بھی سونپی گئی ہے کی زیر صدارت روہنگیا قوم کی متحرک جماعات سمیت دیگر قومی لیڈروں پر مشتمل ایک قومی لیول کا اجلاس منعقد ہوگا، بالآخر یہ قومی اجلاس چاٹگام کے معروف مقام لال خان بازار میں ۲۰۰۸ء میں منعقد ہوا تھا، اور مسٹر ہانگ نے اپنی ذمے داری بھی بخوبی نباہئی تھی، اور انہوں نے جان توڑ کوشش کی تھی کہ ایک متحدہ مجلس عمل کی تشکیل ہوجائے، مگر ہو نہ سکا، راقم سطور اس وقت سعودی عرب میں مقیم تھا، دعوت شرکت ملی تو سعودی عرب سے دیگر چند ساتھیوں سمیت حاضر ہوا تھا، اس اجلاس اور اس کی کارکردگی پھر اس کے نتیجے کے حوالے سے ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یہاں اپنے کچھ ناقص خیالات کا برملا اظہار کردوں، تاکہ بات ریکارڈ پر بھی آجائے اور یہ بھی معلوم ہوجائے کہ اس قومی اجلاس کی ناکامی اور نامرادی کے اسباب اور وجوہات کیا ہیں:

(ا) ویسے جہاں تک دیکھا گیا تھا اس دوروزہ اجلاس میں بعض غیرضروری امور پر مناقشہ، بحث وگفتگو چھیڑی گئی تھی، جن ضروری امور پر دماغ خرچی کی ضرورت تھی اس کے بجائے غیرمتعلق یا غیراہم امور پر بھی قیمتی وقت ضائع کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی دکھ کی بات یہ تھی کہ:

(۲) اس بات سے ہمارے کون دانشمند ناواقف ہے کہ ہمارے دو معروف قومی رہنما محترم ڈاکٹر محمد یونس اور محترم نور الاسلام صاحبان کے درمیان روایتی منافرت، ذاتی وسیاسی رسہ کشی اور عدم اعتماد کی فضاء ہمیشہ چھائی رہتی ہے، چونکہ دونوں اس وقت بھی اور اب بھی ہماری قومی سیاست میں دو اہم ستارے جیسے ہیں، اور دونوں کے اگرچہ محدود حلقوں تک کیوں نہ ہو اثر ورسوخ بھی ضرور موجود ہے، تو ایسے حالات میں اس کنونشن سے پہلے، مطلوبہ ہدف کے پیش نظر ان کے مابین اعتماد کی بحالی کی کوشش ضرور ہونی چاہیے تھی، ظاہر ہے کہ ایسی کوشش نہیں ہوئی تھی، آخر کار واقعہ یہی ہوا تھا کہ ان دونوں کی رسہ کشی اور باہمی کشمکش کی وجہ سے یہ اجلاس اپنے مطلوبہ ہدف کو نہ پہنچ پایا تھا۔

☆☆☆

۲۰۱۱ء میں (OIC) کے صدر دفتر جدہ میں تاریخی اجلاس

مذکورہ چاٹگام اجلاس کے بعد بھی مسٹر ہانگ اور محترم نور الاسلام اور شیخ سلیم اللہ صاحب اطمینان سے بیٹھے ہوئے نہ تھے، ادھر بنگلا دیش میں عارضی حکومت کے اختتام پر شیخ حسینہ واجد کی عوامی حکومت برسر اقتدار آگئی تو بنگلا دیشی حکومت سے روہنگیا مسلمانوں کی وہ ساری توقعات جو عارضی حکومت کے دوران کی گئی تھیں، خاک میں مل گئیں، اب مسٹر ہانگ اور نور الاسلام صاحب نے منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) سے دوبارہ رابطہ شروع کیا، یوں ان دونوں اور شیخ سلیم اللہ صاحب کی کوششوں اور دیگر قومی شخصیات کے تعاون سے ۲۰۱۱ء میں او آئی سی کے صدر دفتر جدۃ میں مسٹر ہانگ کی زیر صدارت ایک اہم قومی اجلاس منعقد ہوا، جس میں روہنگیا مسلمانوں کی چند نمایاں شخصیات کے علاوہ پچیس متحرک اور غیر متحرک جماعتوں نے حصہ لیا، یہاں کئے گئے دوروزہ اجلاس کے نتیجے میں مجلس تنسیقی کے بطور ارکان روہنگیا یونین (ARU) کی بنیاد پڑی، اور محترم ڈاکٹر وقار الدین بن ماسٹر مسیح الدین صاحب مقیم حال ولایات متحدہ امریکہ ڈائرکٹر جنرل (DG) مقرر ہوئے۔ یاد رہے کہ روہنگیا مسلمانوں کی سیاسی

تاریخ میں اس جلسے کو اپنی نوعیت کا سب سے بڑا قومی جلسہ سمجھا گیا تھا، اس سے پہلے راقم سطور کے ناقص علم کے مطابق ایک بین الاقوامی ادارہ کے صدر دفتر میں روہنگیا مسلمانوں کا اور کوئی اس جیسا جلسہ منعقد نہیں ہو پایا تھا، جس میں سعودی عرب میں مقیم روہنگیا برادری کی قیادت کے علاوہ پوری دنیا سے جہاں جہاں روہنگیا قوم کی دل جلی قیادت پائی جاتی ہے نمائندگی کی زحمت گوارہ کی، اسی لئے ایک طرف منظمۃ التعاون الاسلامی کے صدر دفتر اور دوسری طرف روہنگیا مسلمانوں کے بعض اہم لیڈروں کی موجودگی اور حاضری نے اس اجلاس کی اہمیت میں چار چاند لگا دیئے تھے، بہر حال اجلاس کا اختتام ہوا، جس کے متعلق بعض باخبر حلقوں سے مثبت اور منفی تأثرات سامنے آئے، اور وقت نے ثابت بھی کیا ہے کہ ان مبصرین اور باخبر حلقوں کے تبصرے اور تأثرات میں کتنے دم تھے۔

۲۰۱۱ء کے کنونشن میں شریک جماعتیں:

ND	ORGN	COUNTRY	MAME
1	ARNO	UK	NURUL ISLAM
2	RWF	KSA	IBRAHIMABDUSSATAR
3	KPN	BANGLADESH	FAYAZ AHMED
4	ARDO	KSA	RASHIDUL HAQUE
5	FWF	TURKEY	MD.AYUB HAN
6	RIWA	PAKISTAN	SHABBIR AHMED
7	BRCA	AUSTRALI	SHAMSUL ISLAM
8	RSO	BANGLADESH	DR. MD. YUNUS
9	BRAUAE	UAE	DR. MD. ALI
10	BROG	GERMANY	MD. IBRAHIM
11	CRCS	BANGLADESH	NURUL ISLAM

12	ORS	USA	RAZAUDDIN
13	RUC	KSA	MV.ABDUL HAFIZ
14	BRAJ	JAPAN	ZAW MIN HTUT
15	RCN	NORWAY	SAYED HUSSAIN
16	BROUK	UK	MAUNG TUN KHIN
17	RSOR	KSA	USTAD SALIM ULLAH
18	BRANA	USA	DR. WAQAR UDDIN
19	ANC	KSA	IMUM AHMED
20	RMWA	KSA	MD. SALIM
21	ITM	BANGLADESH	MD. RAFIQUE
22	RLDB	AUSTRALIA	MD. HAROON
23	RNP	KSA	DR. BASHIR AHMED
24	AHS	BANGLADESH	A.R.M. ENAMULLAH
25	RSM	MALAYSIA	ABDUL HAMID

۲۰۱۱ء کے کنونشن نے دس اراکین پر مشتمل ایک رتجینل کونسل کی تشکیل دی جو درج ذیل ہے:

تعداد	اسمائے گرامی	برائے
۱	جناب ابوالفیض جیلانی	بنگلا دیش
۲	جناب امام حسین	سعودی عرب
۳	جناب محمد کلیم	بنگلا دیش
۴	جناب ڈاکٹر محمد یونس	بنگلا دیش
۵	جناب نورالاسلام	لندن
۶	جناب استاد سلیم اللہ	سعودی عرب
۷	جناب ریاض الدین	امریکہ
۸	جناب سعید حسین	ناروے
۹	جناب زومین ٹونگ (مگھی نام)	جاپان
۱۰	جناب ڈاکٹر محمد ایوب خان	ترکی

اے آر یو کے اس تاریخی اجلاس کے حوالے سے
بعض حلقوں کے تأثرات اور تبصرے

(۱) یہ بات ایک امر مسلم ہے کہ ہماری اس نوعیت کے امور کو سرانجام دینے اور اسے کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لئے ایک متعین ہدف کی تہ بتہ طریقۂ کار اور حکمت وعملی کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہوتی ہے، اس جدید دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری اس نوعیت کے امور کو سرانجام دینے کے لئے کیسی کیسی ذی استعداد شخصیات یا دوسرے الفاظ میں تکنیکی ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے، جو کام کے ہر ایک پہلو سے آگاہ ہوں، اور خود کام اور آئے دن کام کرنے والوں کی نفسیات سے بھی آشنا ہوں، اور یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اس نوعیت کے کام کو سرانجام دینے کے لئے اور کچھ نہ ہو تو جذباتیات سے پرہیز اور حقیقت پسندی پر مبنی فکر وعمل کے ساتھ پیش بندی کی از حد ضرورت ہوتی ہے، نری خوش فہمی اور کورے جذبات سے کام انجام نہیں دیا جاتا نہ دیا جاسکتا ہے، اور وقت کی نزاکت اور حالات کے نشیب وفراز کو سامنے رکھ کر سر کھپانا ہوتا ہے، اور ساتھ ساتھ کام کی متعلقہ مہارت کو بروئے کار لانا پڑتا ہے، فرض کر لیجئے کہ ہمارا ہدف متعین تھا، یعنی قومی یک جہتی اور ہم آہنگی، مگر کام کی مہارت نہ ہونے کی وجہ سے حکمت عملی اور طریقۂ کار غلط، تو ایسے حالات میں کیا ہوگا؟ یہی ہوگا نا، قافلہ منزل کی جانب قدم بڑھانے کے بجائے الٹی جانب رواں دواں ہوگا، الامان والحفیظ۔

(۲) مسٹر ہانگ اونگ شوے تو ظاہر ہے کہ برمی سیاسیات کے حوالے سے ان کی شخصیت کم

سے کم آپوزیشن کے گروپ میں اہم اور نمایاں مقام رکھتی ہے، انہی روہنگیا مسلمانوں کے مسائل کے پائدار حل کے لئے بظاہر کوشاں اور سرگرداں بھی نظر آتے ہیں، اس حوالے سے ہم ان کی جمیع مساعی اور کوششوں کو سراہتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، البتہ وہ روہنگیا مسلمانوں کے لئے کس حد تک مخلص ہیں اس پر دل کھول کر گفتگو کرنے کے لئے وقت کی ضرورت ہوگی، ان تمام چیزوں کے ہوتے ہوئے ہمارے مسائل کے حوالے سے ان کی کوششوں اور کارکردگیوں پر نکتہ چینی ضرور کی جاسکتی ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ نکتہ چینی برائے نکتہ چینی نہیں بلکہ نکتہ چینی برے ہمارے قومی مفاد یا قومی اصلاح ضرور کی جانی چاہئے، تاکہ آئے دن کام کرنے والوں کے سامنے کام کے مثبت اور منفی پہلو کھل کر سامنے آجائے، اور جنہوں نے اس راہ میں کوششیں کیں وہ بھی سمجھ سکیں کہ ان کے کام میں مثبت پہلو کیا تھے اور منفی پہلو کیا۔

(۳) ماضی کے تجربات سے یہ بات یقینی حد تک ثابت ہو چکی ہے کہ مسٹر ہانگ جو بھی ہوں وہ تو ظاہر ہیں، مگر ہماری نفسیات کے نشیب وفراز، اور ہماری ذہنی اتار چڑھاو، خاص طور پر ہمارے نمایاں لیڈروں کی افتاد طبع سے پوری طرح شاید آشنا ہیں، چونکہ ان کی زندگی ہمارے مابین نہیں گزری، تو ان سے کیا شکایت، آخر انہیں کیا معلوم کہ ہمارے جمع وخرچ، بننے بگڑنے میں ڈاکٹر محمد یونس اور محترم نورالاسلام صاحبان جیسوں کی افتاد طبع اور نفسیات کے کیا کیا کردار تھے اور ہو سکتے ہیں۔

(۴) او آئی سی والے پہلے کنونشن میں پچیس جماعتوں کی شرکت کا جہاں تک تعلق ہے، اگر چہ ان میں سے چند جماعتوں کو باضابطہ طور پر دعوت شرکت دی گئی تھی، مگر ان کی اکثریت نہ ہو تو ان میں سے چند ایسی بھی تھیں، جن کی شرکت بن بلائے مہمانوں سے کسی درجہ کم نہ تھی، نہ یہاں جماعتوں کی شرکت کے لئے کوئی اصول قائم کیا گیا تھا اور نہ شخصیات کی شرکت کے لئے کوئی معیار۔

(۵) اس سلسلے میں بعض حلقوں سے اور ایک تبصرہ ایسا بھی سننے میں آیا کہ یہاں نمائندگی کا حق جن چند جماعتوں کو ملا، یہ بھی ایک سخت ناعاقبت اندیشانہ فکر وعمل کا نتیجہ تھا، وہ اس لئے کہ

یہاں جو پچیس پارٹیوں نے شرکت کی تھی، سوال آتا ہے کہ آیا اس وقت ان پارٹیوں کے علاوہ بھی روہنگیا مسلمانوں کے مفاد کی خاطر کام کرنے والی اور بھی جماعات تھیں؟ ظاہر ہے کہ جواب مثبت میں ہے، ہمارے زمینی حقائق سے کون دل جلے ناواقف، میدان میں متحرک کام کرنے والی ہماری دوتین جماعتوں کی بظاہر ناکامی کے بعد روہنگیا برادری میں آئے دن جماعتوں کے بننے بگڑنے کا جو سلسلہ جس آن بان سے شروع ہو چکا تھا، اس سے کوئی بھی صاحب نظر ناواقف نہیں، ایسی جماعتیں سعودی عرب میں بھی تھیں اور دیگر مقامات میں بھی، اگر مذکورہ کنونشن میں ساری جماعتوں کی شرکت کو لازمی ٹھہرایا گیا تو ان کے علاوہ دیگران جماعتوں کو کیوں نظر انداز کیا گیا تھا، جو ہمارے ناقص علم کے مطابق منتظر دعوت تھیں؟

(۶) اس پہلے والے کنونشن کے اختتام پر بعض حلقوں کے یہ تأثرات بھی سامنے آئے کہ اس کنونشن کی وجہ سے ہمارے بعض لوگوں کے تکبر ونخوت اور بعض جماعتوں کے گھمنڈ اور اتراؤپن کا توڑ ہوا ہے، جس کا اجمال کچھ یوں ہے کہ ماضی میں ہمارے چند لیڈروں کے تکبر اتنے بڑھ گئے تھے، کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم جیسے قائد ورہنما اس قوم میں اور نہیں ہے، کرسئ صدارت بس اس کے لئے مخصوص ہے، اسی طرح بعض جماعتوں کے گھمنڈ اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ قومی سطح پر ان جیسی جماعت اور دوسری نہیں ہے، اب اس کنونشن اور اس کے نتیجے نے ان تمام متکبروں اور گھمنڈیوں کی کمر توڑ دی، اور سارے لیڈروں کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کر دیا گیا اور ساری جماعتیں ایک ہی لیول پر آگئیں، میرے ناقص خیال میں اگر ان گھمنڈیوں اور متکبروں کو اس بات کا پہلا اندازہ ہوتا، تو شاید یہ کنونشن ہو بھی پاتا، مگر ہوا بالآخر وہی جس کا اندازہ انہیں پہلے نہیں تھا، اسی اعتبار سے یہ کنونشن خوش آیند رہا، تاہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ کنونشن ان کے تکبر اور گھمنڈ توڑنے کے لئے تھا، یا ایک عظیم قومی مقصد کے حصول کے لئے؟

(۷) جس غلط دھارے پر یہ کنونشن منعقد کیا گیا تھا، اس پر بعض حلقوں کی جانب سے جو نہی نکتہ چینیاں اور تنقیدیں سامنے آئیں تو اے اریو میں شامل چند افراد نے یوں جواب دینے

کی کوشش کی کہ:

"یہ کنونشن منظمۃ التعاون الاسلامی کی زیر سائے اوراس کی نگرانی میں منعقد کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ منظمۃ التعاون نہ صرف ایک بین الاقوامی ادارہ ہے بلکہ عالم اسلامی کے حوالے سے اب تک اس سے بڑی تنظیم بنی ہی نہیں،اس ادارے میں کتنے ماہرین موجود ہیں،بخلاف اس کے ہمارے درمیان ایسے ماہرین ہیں کہاں، جو ایک سسٹم کی تخلیق کرے اور اس پر کام چلائے، یوں یہاں جو کچھ کیا گیا وہ منظمۃ التعاون کے دیئے ہوے سسٹم پر تھا، ویسے صحت وسقم کے ذمے دار نہ مسٹر ہانگ ہیں اور نہ ان جیسے دیگر معماران ومشارکین، سسٹم کے حوالے سے تنقید کی گنجائش ہے تو براہ راست منظمۃ التعاون کے دیئے ہوے سسٹم پر کی جا سکتی ہے، نہ کہ معماران اے ار یو پر"

(۸) بہرحال اس پہلے والے کنونشن کے ہونے والے انتخابات کے نتیجے میں ڈاکٹر وقار الدین صاحب ڈائرکٹر جنرل منتخب ہوئے، اس انتخابات کے بعد بعض مبصرین کی یہ بات سامنے آئی تھی کہ اس عظیم قومی منصب کے لئے ایک کہنہ مشق سیاست دان کا ہونا ضروری تھا، باوجودیکہ ڈاکٹر صاحب ایک دانشور اور امریکہ کی ایک معروف یونیورسیٹی کے پروفیسر، اور شکل وصورت کے اعتبار سے بڑے باوقار ہستی ہیں، مگر ان تمام صفات کے ہوتے ہوئے بھی شک کی گنجائش تھی کہ موصوف ایک کہنہ مشق سیاست دان ہیں کہ نہیں ، اور ان کو روہنگیا مسلمانوں کے سیاسی میدان میں خاطر خواہ تجربہ کہاں تک تھا؟، بلکہ بعض لوگوں اور حلقوں کے مطابق ہمارے سیاسی میدان میں خاطر خواہ تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے میدان عمل وتطبیق میں ان کے پاؤں کے پسل جانے کا شدید امکان تھا۔انہوں نے شروع شروع میں کچھ اس طرح کے اقدامات بھی کیئے، جن پر بعد میں ان کو ندامت اور شرمندگی بھی اٹھانی پڑی تھی، اور چند ایسے اقدامات جن کی صحت پر آپ مصر تھے، آج بظاہر اندازہ کیا جا رہا ہے کہ ان پر وہ نظر ثانی کی شدید ضرورت محسوس کر رہے ہیں، اللہ کرے کہ ہمارا اندازہ صحت پر مبنی ہو۔ یہاں یاد رہے کہ

ڈی جی صاحب کی ندامت ان کی بلند بالا شخصیت یا ان کی ذات تک محدود نہیں رہی اور نہیں رہے گی، بلکہ ان کی ذات سے بھی آگے روہنگیا قوم کی سنہری تقدیر اور روشن مستقبل پر جا منتج ہوگی، مگر ہمیں اللہ تعالی کی ذات پر پورا بھروسہ ہے وہ ہمیں نامراد اور ناکام نہیں کرے گا، اور دعا بھی ہے کہ وہ ہماری اس باوقار شخصیت کو سنبھلنے کا موقع دے، یوں بھی ہمارے اس قحط الرجال کے عالم میں ہمارے لئے ایک ڈاکٹر وقارالدین بہت کچھ ہیں، ان کے پاؤں کا مزید متزلزل ہوجانا ہماری قومی زندگی کے لئے ایک حادثہ سے بڑھ کر قیامت صغری ہونے کا اندیشہ ہے، اللہ تعالی انہیں صحیح راستے پر اور صحیح سمت قدم اٹھانے کی توفیق سے نوازے، آمین۔

(۹) اس پہلے والے کنونشن کے کچھ دنوں بعد بعض مبصرین نے یہ احساس بھی کیا تھا، ڈاکٹر وقارالدین صاحب کے کچھ ناعاقبت اندیشانہ اقدامات ان کے ان نکتہ چینوں جو اس کنونشن میں شریک تھے کے ردعمل کے بطور سامنے آئے تھے، واقعہ یہ ہے کہ ابھی ڈاکٹر صاحب قدم سنبھالنے بھی نہیں پائے ، ان کے سر پر ان مخالفین اور نکتہ چینوں نے اندھا دھند مخالفت کا طوفان لا کھڑا کر دیا تھا، حقیقت جہاں تک سامنے آئی کہ ان مخالفوں نے ان سے مخالفت کے لئے اس دن کمر باندھ لی، جبھی آپ ڈی جی منتخب ہوے تھے، ان مخالفین کے خیال میں یہ بات کہیں سے جاگزین ہوگئی تھی، کہ ڈاکٹر وقارالدین دراصل ڈاکٹر محمد یونس صاحب کے طرف دار ہیں، مخالف لیڈروں کے آگے روڑے اٹکانے یا دوسرے الفاظ میں مخالف لیڈروں کو اے ار یو کی کرسئ اقتدار سے محروم کرنے کے لئے ڈاکٹر وقار صاحب کو ایک سنگ گراں کے بطور سامنے لایا گیا ہے، ایسے حالات میں اے ار یو مجلس تنسیقی کی شکل میں قوم کا ایک متحدہ پلیٹ فارم ہونے کے بجائے باہمی رسہ کشی اور سیاسی انداز میں ذاتی دشمنی اور عداوت کا ایک دنگل بن گئی، وہیں سے باہمی کشمکش، عمل اور ردعمل کا اور ایک سلسلہ زور شور سے شروع ہوگیا تھا، جو آج تک چل چلایا جا رہا ہے۔

یہاں یہ ساری باتیں ریکارڈ کے طور پر زیر قرطاس لانے کا مقصد ومطلب یہ ہے کہ اگلی نسل ہمارے اس قسم کے کردار سے اچھی طرح سبق سیکھے، کاش ارکان روہنگیا یونین

میں شروع ہی سے ہمارے لیڈروں کے مابین ہم آہنگی ہوئی ہوتی ،شکوک وشبہات کے دروازے ہمارے سامنے کھلے نہ گئے ہوتے ،یا دوسرے الفاظ میں ان کے درمیان اعتماد اور باہمی تعاون کا ہاتھ بڑھایا گیا ہوتا،تو مفاد پرستوں ،خودغرضوں اور سازش کاروں کے سامنے سارے چوردروازے بند پڑے ہوتے ،یوں اے ار یو کے حوالے سے ہماری قومی زندگی میں آج جو افراتفری ، مثبت کام کے بجائے منفی کردار سامنے آرہے ہیں ،اس کا امکان ہی شاید ہوتا،جس کے ذمے دار صرف ڈاکٹر وقار صاحب نہیں بلکہ مخالف لیڈران بھی ہیں،مطلب یہ ہے کہ کردار کے حوالے سے اگر ڈاکٹر وقار صاحب کی کارکردگیاں محل نظر اور غیر متوازن ہیں،تو ٹھیک اسی انداز میں ان کے معارضین کی حرکتیں بھی جادۂ اعتدال سے ہٹی ہوئیں، خاکم بدہن اور گستاخی معاف!!

☆☆☆

۲۰۱۳ء میں ارکان روہنگیا یونین کا دوسرا کنونشن
او آئی سی کے صدر دفتر جدہ میں

ارکان روہنگیا یونین کی بنیاد پڑی تو الزام تراشی ،افراتفری عمل اور ردعمل، حملے اور جوابی حملوں کے مابین دوسالوں سے زیادہ عرصے گزرجانے کے بعد یہ نکتہ چینی شروع ہوگئی تھی کہ:

''اے ار یو جن شرائط پر تأسیس کی گئی تھی ، وہ یا تو پوری نہیں ہوئیں یا دانستہ طور پر پوری نہیں کی گئیں،اور تأسیس کے فورا بعد قصیر المدتی اور طویل المدتی جن جن پروگراموں پر ہاتھ دینے اور اقدامات کرنے تھے ،وہ نہیں کئے گئے ،اس حوالے سے ڈاکٹر وقار الدین صاحب کو بڑا ملزم ٹھہرایا گیا،حتی کہ یہاں تک کہا گیا کہ ڈاکٹر صاحب دانستہ طور پر ان پروگراموں پر ہاتھ دینا نہیں چاہتے ہیں''۔

اے ار یو کی تأسیس کے تقریبا چوبیس مہینے گزرجانے کے بعد محترم نورالاسلام صاحب نے سعودی عرب کا دورہ کیا،جس کا مقصد یہ بتایا گیا کہ ان کا یہ دورہ صرف اور صرف اے ار یو کو فعال اور متحرک کرنے کے حوالے سے تھا،انہوں نے اس دورے کے دوران خاص طور پر سعودی عرب میں پائی جانے والی ان جماعتوں کے اعلی کارکنوں سے ملاقاتیں کیں، جو اے ار یو کے کنونشن میں حاضر ہوے تھے،جن سے کہا گیا تھا کہ:

''اے ار یو کی تأسیس ہوئی دو سالوں سے زیادہ عرصے گزر گئے ،ایک طرف اے ار یو جن شرائط کی بنیاد پر تأسیس کی گئی تھی ،وہ پوری نہیں ہوئیں، تو دوسری طرف قومی مسائل کے حل کے لئے جن جن پروگراموں پر اقدامات کئے جانے تھے،وہ نہیں کئے گئے ،اب ہمیں اے ار یو کو فعال اور متحرک بنانا ہے،اس لئے اور ایک کنونشن کا انعقاد بہت ضروری ہے،چونکہ اے ار یو ہم سب نے مل کر بنائی،ابھی اسے فعال بنا نا بھی ہمارا کام ہے،اس حوالے سے جہاں تک ڈاکٹر وقار صاحب کا تعلق ہے ، وہ لیت ولعل کے شکار ہیں ، میرے خیال میں وہ دانستہ طور پر بعض وہ کام نہیں کر رہے ، جو ان کو کرنا ضروری اور لازمی ہیں،اسی لئے ہم چاہتے ہیں کہ اور ایک کنونشن بلایا جائے ،اگر ڈاکٹر صاحب بلاتے ہیں تو ہم جہاں کہیں بھی ہوں،حاضر ہوں گے،اگر وہ نہیں بلائیں گے تو ہم بلائیں گے''۔

محترم نورالاسلام صاحب نے اس دورے کے دوران بعض مجالس میں ڈی جی صاحب کی چند دیگر کارکردگیوں کو ناعاقبت اندیشانہ بھی قرار دیا،اور باور کرایا کہ ان کے بعض اقدامات وحرکات قومی مفاد کی سراسر منافی ہیں۔

محترم نورالاسلام صاحب اس دورے کے اختتام پر لندن چلے گئے ،اس کے چند دن بعد ،غالبا چار پانچ دن سے زیادہ نہیں ،کہ ڈاکٹر وقار صاحب سعودی عرب پہنچ گئے ، یہاں پہنچتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کنونشن کے انعقاد کے لئے کوششیں تیز کردیں ،بالآخر ۲۰۱۳ء میں

ڈاکٹر وقار صاحب دوسرے کنونشن کے انعقاد کرنے میں کامیاب ہو گئے، جس کے حوالے سے کچھ گزارشات حاضر خدمت ہیں:

(۱) اس دوسرے کنونشن کے انعقاد اور اس کے بعد ڈی جی صاحب کی بعض ناعاقبت اندیشانہ حرکتوں اور کارکردگیوں کے نتیجے میں روہنگیا مسلمانوں کے قومی اتحاد اور اعتماد کے حوالے سے ہمارے با اثر حلقوں میں بڑی بے چینی و بے اطمینانی چھا گئی تھی، حتیٰ کہ ڈاکٹر وقار صاحب کی شخصیت کو ان حلقوں میں اخلاص اور خود غرضی کے پس منظر میں مطالعہ کیا جارہا تھا، اس سلسلے میں ان پر مسلسل یہ الزام لگا جارہا تھا کہ انہوں نے دانستہ طور پر ان چند جماعتوں کو شرکت کی دعوت نہیں دی، جو پہلے والے کنونشن میں حاضر تھیں، صرف یہی نہیں بلکہ اس تنظیم کے چند روح رواں اور مؤسسین اور قومی سطح پر ناقابل فراموش رہنماؤں کو بھی دانستہ طور پر نظر انداز کیا گیا تھا، ویسے ڈاکٹر صاحب کی ایسی حرکات پر شدید بے چینی کے ساتھ رد عمل ہوا تھا، البتہ ڈاکٹر صاحب نے ان پر لگائے گئے یہ اور ان جیسے دیگر الزات کی تردید کی، جس میں کہا گیا ہے کہ:

''ان حضرات کے سارے الزامات بے بنیاد ہیں، سچی بات تو یہی ہے کہ ان حضرات بشمول تنظیموں کو دعوت ضرور دی گئی، جنہیں جس طرح اور جس طریقے سے بلایا جانا تھا، ٹھیک اسی طرح بلایا جا چکا، مگر انہوں نے اپنی غیر حاضری کے لئے بہانہ ڈھونڈا، اور الزام میرے سر تھوپنے کو اپنی عافیت سمجھی، ان کی عدم شرکت کا میں ذمے دار نہیں ہوں، اس کے ذمے دار وہ خود ہیں، ان کی اس دشنام طرازی سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑے گا، یہاں جنہوں نے شرکت کی ان سے مل کر کام کو آگے بڑھایا گیا اور جائے گا، اور بس''۔

(۲) اس مؤخر الذکر کنونشن میں ان پچیس تنظیموں میں سے چندوں کے علاوہ اور دیگروں نے رضا کارانہ طور پر ہو یا مجبوراً، شرکت کی، مگر یہاں ایک المیہ یہی ہوا تھا کہ اس کنونشن کے انعقاد سے صرف اور صرف چند دن پہلے ڈاکٹر وقار صاحب نے درجنوں جماعات کی تخلیق کر ڈالی، روہنگیا مسلمانوں کی قومی تاریخ میں یہ پہلا ریکارڈ ہے، بلکہ عالمی اور انسانی تاریخ میں

بھی کہ ایک انسان نے راتوں رات درجنوں پارٹیاں نوزائدہ مخلوقات کی شکل میں تخلیق کرڈالیں، جس کا خمیازہ نہ صرف پوری قوم کو بلکہ خود ان کو بھی آج بھگتنا پڑ رہا ہے ۔

(۳) ڈاکٹر وقار الدین صاحب کے مذکورہ کارخیر کا راز بعض مبصرین نے یہی بتایا کہ ان کو دم آخر تک یہی اندیشہ لاحق تھا کہ کہیں معارضین اگلے دن ہونے والے کنونشن میں حاضر تو نہیں ہوں گے، پر مزید یہ خطرہ بھی تھا کہ معارضین کی حاضری پر ان پچیس تنظیموں میں سے اکثریت کے ووٹ ان کے خلاف ڈالے جائیں گے، اسی لئے انھی اپنے ووٹ بنک بڑھانے کی شدید ضرورت محسوس ہوئی، یوں انہوں نے راتوں رات درجنوں تنظیموں کی شکل میں اتنے نومخلوقات کی تخلیق عمل میں لاکر اپنے ماتھے پر کلنگ کا ٹھیکہ لگا لیا تھا، جبکہ ان درجنوں نوزائدہ تنظیموں کے حوالے سے زمینی حقائق یہ تھے کہ:

(الف) نام نہاد تنظیموں کی شکل میں ان نوزائدہ مخلوقات میں سے اکثریت کا یہی حال تھا کہ اگر چہ کچھ کچھ تنظیموں کے پیچھے ایک دو افراد تھے، مگر ان کے پاس چند اوراق نو کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا، اور افسوس کا مقام ہے کہ بعض کے پاس صرف اور صرف نام کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا، ان میں سے بعض نام نہاد تنظیمیں ایسی بھی تھیں جن کی تخلیق عین کنونشن کے دوران ہوئی یا کی گئی تھی ۔

(ب) لطف کی بات تھی کہ ان اکثر نوزائدہ تنظیموں کے قابل صد احترام صدور کو شاید اتنا تک معلوم نہیں تھا کہ ان کی تنظیم کا نام کیا ہے، اگر معلوم تھا بھی مگر مطالب سے نابلد، مگر ان کو بڑا ارمان تھا کہ کسی طرح اے ار یو کے اس کنونشن میں شرکت کے ذریعے لوگوں کے سامنے نمایاں ہو جائے، شاید ان کے خیالات میں یہ بات کہیں سے گھس آئی ہو، کہ اے ار یو کے ایک اجلاس میں شرکت سے قومی یا عالمی لیڈروں کے ریکارڈ بک میں ان کا نام چسپاں ہو جائے گا، کام کی تھوڑی ضرورت نہیں پڑے گی ۔

(ج) حتیٰ کہ بات یہاں تک سامنے آئی تھی کہ ایک ہی گھرانے کے چند افراد مختلف تنظیموں کے صدور ہیں، اور ہر ایک کے چہرۂ زیبا یا نازیبا پر ایک ایک تنظیم کے عہدۂ صدارت کا تمغہ

چسپاں تھا۔ پھر لطف کی بات تھی کہ انہوں نے شاید کہیں سے یہ سن رکھا تھا کہ لیڈرشپ بس پنٹ پتلون کا دوسرا نام ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہاں ان میں سے بعض کی کچھ عجیب و غریب حالت دیکھی گئی تھی، ارے وہ لوگ جنہوں نے پنٹ اور پتلوں کو صرف اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی حرام قرار دے رکھا تھا، وہ یہاں کالے یا نیم کالے انگریز کی صورت و شکل میں بڑے اتراتے اور ناز کرتے ہوئے نظر آرہے تھے ۔

(د) افسوس اور شرم کی بات تھی کہ ہر ایک نوزائدہ تنظیم کے پاس کنونشن میں شرکت کے دعوت نامے، ہر ایک کے پاس اے ار یو کی طرف سے مصدقہ دستاویزات، یوں ہر ایک اپنے آپ کو قانونی تنظیم ہونے کی دعوے دار۔

(ھ) دستور کے حوالے سے کہا جائے تو ظاہر ہے کہ ارکان روہنگیا یونین ایک پرامن تنظیم یا فورم ہے، جس میں مسلح جدو جہد یا اس کی حمایت کی کوئی گنجائش نہیں تھی اور نہ آج بھی ہے، مگر اس میں شریک بعض منظمات جن کی تعداد کم نہیں تھی، اپنے آپ کو مسلح جہادی ہونے کی دعویدار تھیں اور ہیں، خدا جانے کہ ڈی جی صاحب کو کس بدحواسی نے آدبوچا تھا کہ ان کو شریک بزم و جام کرتے وقت اتنا احساس تک نہ ہو پایا کہ ارکان روہنگیا یونین ان تنظیموں کے ایسے پروگرم اگرچہ دعوے کی حد تک برائے نام ہی کیوں نہ ہو متحمل نہیں ہوسکتی۔

(و) اور ایک بڑا المیہ یہ ظاہر ہوا کہ اس کنونشن میں جس چارٹر پر بحث ومناقشہ ہوا تھا، اس میں ایک ایسا پروگرام سامنے لایا گیا، جو بڑا انوکھا تھا، جس کا نام گلوبل روہنگیا سنٹر (GRC) دیا گیا گیا، اس کو بظاہر یہ کہہ کر متعارف اور چارٹر میں شامل کیا گیا کہ یہ اے ار یو ہی کا ایک پروگرام ہے، جس کا شمار مذکورہ اکسٹھ تنظیموں میں نہیں ہے، مگر عملا ایسا نہیں ہوا، اگلے دن حقیقت ظاہر ہوگئی کہ گلوبل روہنگیا سنٹر ایک مستقل تنظیم ہے، بعد میں یہ تنظیم اے ار یو کی مساوی بلکہ متوازی ہوگئی، اے ار یو کے زیر اثر نہیں رہی بلکہ اس پر اثر انداز۔

۲۰۱۳ء کے کنونشن میں شامل ہونے والی پرانی اور نوزائدہ جماعتیں:

NO	ORG	FROM	NAME
1	BRCA	AUSTRALIA	MD. ANWAR
2	ITM	BANGLADESH	MD. AYUB
3	BRAUAE	UAE	TAHER JAMAL NADWI
4	FWF	TURKEY	DR. AYUB HAN
5	RSO	BANGLADESH	DR. MD. YUNUS
6	ANC	KSA	SHEK AHMED
7	ARDO	KSA	RASHIDULLAH
8	RNP	KSA	DR. BASHIR AHMED
9	RSOR	KSA	MV.SALIM ULLAH
10	BRAJ	JAPAN	HAROON RASHID
11	ORS	USA	REZA UDDIN
12	SAWC	BURMA	IBRAHIM
13	RLDB	AUSTRALIA	MD.HAROON
14	AHS	BANGLADESH	MV.ABUL FAYAZ KHALIL
15	RUC	KSA	MV.A.HAFIZ
16	RW	KSA	MV.IBRAHIM.A.SATTAR
17	RMWA	KSA	MONIR AHMED
18	RSA	BURMA	MD. KHAN
19	CEO	BURMA	MD.YUNUS
20	RHD	BURNA	DR.TAHIR MOHAMMED
21	MYBUR	BURMA	TAJUDDIN
22	RSL	BURMA	MUJBURRAHMAN
23	RSAR	BURMA	DEEN MOHAMMED
24	AMC	BURMA	NOOR MOHAMMED
25	RYF	KSA	MUSTAFA FARID

26	MLOB	BURMA	NOOR BASHAR
27	RUC	BURMA	ZAINAL ABDEEN
28	ROJD	BURMA	ABDUL BARI
29	RICA	KSA	DR.ILYAS
30	MRC	KSA	FAROQUE SHAH
31	ROEC	KSA	MD. KABIR AHMED
32	RUC	KSA	ABDUL HAFIZ
33	RHRO	BANGLADESH	MD.YUNUS ABADI
34	AWF	BANGLADESH	MD.WAIS JALAL
35	MKI	BANGLADESH	SALAMAT ULLAH
36	SCS	BANGLADESH	SHAFI ULLAH
37	JASC	BANGLADESH	NV. SALAHUL ISLAM
38	ARAB	BANGLADESH	IBRAHIM
39	RSO	BANGLADESH	ABDURRASHID
40	ITM	BANGLADESH	SHAMSHU
41	IRS	BANGLADESH	NOR KAMAL
42	RF	PAKISTAN	ZABIHULLAHQURESHI
43	FRLK	PAKISTAN	NOOR BASHAR
44	RPA	PAKISTAN	KEFAYAT ULLAH
45	RIWA	PAKISTAN	DR. RAFIQUE
46	BRANA	USA	DR. WAQAR UDDIN
47	RABCD	UAE	DR. MD. ALI
48	UWRO	MALAYSIA	GAYAS UDDIN
49	RSA.IIUM	MALAYSIA	HUSSIN AHMED
50	SRGC	SINGAPORE	MAUNG BA
51	RHRO	CHINA	HAJI. HUSSIN AHMED
52	RNOT	THAILAND	ANWAR MUNIR

53	BRCD	DENMARK	MUJIB AHMED
54	RCHR	SWIZERLAND	AZIZUL HOQUE
55	RCPD	LONDON	ABDULLAH JALAL
56	RCJD	NETHERLAND	MD. ILYAS
57	CBRO	CANADA	NOOR HUSSIN
58	FRC	GERMANI	IBRAHIM SHAH

☆☆☆

۲۰۱۳ کے کنونشن نے دوسال کی مدت کے لئے گیارہ اراکین پر مشتمل ایک ریجنل کونسل کی تشکیل دی، جو درج ذیل ہے:

تعداد	اسمائے گرامی	از تنظیم
۱	جناب محمد ہارون	RLDB
۲	جناب ڈاکٹر محمد رفیق	RIWA
۳	جناب ڈاکٹر محمد اقبال	RF
۴	جناب مولانا دین محمد ناجو	RSAR
۵	جناب محمد ابراہیم	SAWC
۶	جناب ڈاکٹر محمد علی	BRAUAE
۷	جناب مصطفیٰ فرید	RYF
۸	جناب ڈاکٹر محمد ایوب	FWF
۹	جناب محمد انور	BRCA
۱۰	جناب ڈاکٹر محمد الیاس	RICA
۱۱	جناب رضاء الدین	ORS

اسی طرح مذکورہ ۲۰۱۳ء کے کنونشن نے چھ سال کی مدت کے لئے بارہ رکنی ایک اڈوائزری بورڈ کا بھی انتخاب کیا گیا تھا، جس کے اراکین درج ذیل ہیں:

تعداد	اسمائے گرامی
۱	محترم سفیر ڈاکٹر اکبر احمد
۲	محترم جناب طلال داؤس
۳	محترمہ دینا مدنی
۴	محترم ڈاکٹر حبیب صدیقی
۵	محترم ڈاکٹر احمد بغدادی
۶	محترم ڈاکٹر عبید بہار
۷	محترم ڈاکٹر جوسیف گرے بوسکی
۸	محترم ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف
۹	محترمہ اوریا کلن ٹون
۱۰	محترم ڈاکٹر جعفر قریشی
۱۱	محترم جناب ایوب جمال
۱۲	محترم ڈاکٹر محمد نائف المطیری

تھائی دار الحکومت بنکاک میں ایک اور کنونشن

مذکورہ ایسے حالات میں فوری طور پر ضرورت اس بات کی محسوس کی گئی تھی کہ اے آر یو کی اصلاح کی جائے، ورنہ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا، معاملے مزید پیچیدہ ہوتے جائیں

گے، ان میں سے بعض لوگوں کے مطابق اے آر یو کے ذریعے جن جن اور جیسی جیسی خدمات متوقع تھیں وہ بھی بعض سازش کی نذر ہوگئی تھیں، اسی لئے کچھ لوگ بہت دنوں سے سوچ رہے معا کوشش بھی کر رہے تھے کہ قومی سطح پر اے آر یو کی متبادل کوئی فعال تنظیم سامنے لائی جائے، ویسے او آئی سی کے صدر دفتر جدہ میں کئے گئے مذکورہ دوسرے کنونشن کے فورا بعد اس سلسلے کی یک کوشش تھائی لینڈ کے دار الحکومت بنکاک میں کی گئی، جس میں مسٹر ہانگ اونگ شوے اور محترم نور الاسلام صاحب سمیت قومی سطح پر معروف اور غیر معروف چند دانشوروں نے شرکت کی تھی، اس کی کوئی آفیشیل روئداد یا تفصیلات تو سامنے نہیں آئیں، اور آئیں بھی تو راقم کی نظر سے نہیں گزریں، البتہ اس کے متعلق بعض تجربہ کار تجزیہ نگاروں کے علی الرغم اس میں شرکت کرنے والے بعض لوگوں کی زبانی جو باتیں سنی گئیں، ان کی مدد سے کچھ گزارشات حاضر خدمت کی جارہی ہیں، جن میں صحت وسقم کی گنجائش بھی ضرور ہے:

(۱) سب سے پہلے بات یہ ہے کہ مسٹر ہانگ کی زیر صدارت کئے گئے اس بنکاک کنونشن میں ایک طرف تو تخطیط کی کمی شدت کے ساتھ محسوس کی گئی تھی، تو دوسری طرف اس کنونشن کے لئے وقت اور ماحول بھی مطلقا سازگار نہ تھا، اگر تھا بھی تو راقم کے ناقص خیال میں ناسازگار بنادیا گیا تھا۔

(۲) اگرچہ یہاں دو دن کا ایک کنونشن کسی بھی طرح یا کسی بھی شکل میں منعقد کیا گیا تھا، مگر اس کے لئے کوئی بھی مفید تیاری جس طرح عرض کی گئی ہے نہیں کی گئی تھی، پھر حسرت ویاس کی بات ہے کہ اے آر یو والے دوسرے کنونشن کے رد عمل میں فوری طور پر کئے گئے اس بنکاک کنونشن میں ہماری قومی روایت کے مطابق کچھ ایسے دانشوروں نے شرکت کی، جن کے ذہن وفکر متضاد، خیالات مختلف، اور ان میں بعض حضرات حقیقت وبصیرت، اعتدال پسندی اور حق شناسی جیسی عالی صفات سے بیزار ہونے کے علاوہ نرے جذبات سے مغلوب بھی تھے، دراصل یہ صرف ایک اجتماع نہ تھا بلکہ اجتماع سے بڑھ کر ایک اجتماع ضدین تھا، ان تمام گزارشات سے میرا کسی کی کردار کشی یا دشنام طرازی ہرگز مقصد نہیں، بلکہ باتیں چونکہ قومی امور کی انجام دہی کے حوالے سے ہیں، یہ جہاں ایک طرف حقیقت نگاری پر مبنی ہیں، وہاں دوسری طرف آئے دن

کام کرنے والوں کے لئے ایک درس عبرت اور نشان راہ بھی۔

(۳) جہاں تک محسوس کیا گیا ہے کہ ہمارے سیاسی آنگن میں عام طور پر اتحاد کا جو تصور ہے، اسے ہمارے ایک غلط زاویۂ نگاہ کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے، ہمارے لوگوں نے بس چند معیاری اور غیر معیاری افراد کے کسی جگہ جمع ہونے، وہاں چند قومی وملی امور پر زبانی جمع وخرچ کے بطور گفتگو کرنے اور بے ڈھنگے قرارداد پاس کرنے کو اتحاد واتفاق سمجھ رکھا ہے، مگر ایک اتحاد کے لئے سب سے اہم اور اولین چیز کسی نصب العین کو سامنے رکھ کر مشارکین کے ذہن وفکر کا متحد ہونا ہوتا ہے، مگر ہمارے یہاں کیا ہوتا ہے وہ بھی سن لیجئے کہ مشارکین میں سے ہر ایک کا نصب العین بشرطیکہ اسے نصب العین کہنا صحیح بھی ہو الگ الگ، زاویۂ نگاہ متزاد، ، رخ فکر مختلف، اور طریقۂ سوچ متعاکس ہوتا ہے، تو ایسے لوگوں کی کسی اجتماع میں شرکت وشمولیت اور اس سے حاصل شدہ نتیجہ کو ایک اتحاد کا نام کیسے دیا جا سکتا ہے؟ ہماری تاریخ کی ورق گردانی کر دیکھئے، ماضی میں ہم اور ہمارے قومی بزرگوں نے ایک قومی سطح کے اتحاد کے لئے کیا کچھ نہیں کیا، کیسی کیسی کوششیں کیں، مگر نتیجہ کیا نکلا؟ یہی نا، کہ ہم نے ایک ممکنہ اتحاد کے لئے جتنی قربانیاں دیں، جتنی سر دھڑ کی بازی لگائی، جتنے قیمتی اوقات ضائع کئے، لیکن اس سے کم اور گری ہوئی قیمت میں اس قصر اتحاد کو اپنی آنکھوں کے سامنے جل کر بھسم ہوتے ہوئے دیکھا، آخر وہ کیوں اور اس کے اسباب کیا تھے؟ یوں تو عام طور پر اس کے اسباب یہی بتائے جاتے ہیں کہ عمومی طور پر ہمارے لوگ مخلص نہیں ہوتے ہیں، مگر میں اپنے بزرگوں پر لگائے جانے والے یہ اور اس قسم کے الزام سے مجموعی طور پر متفق نہیں ہوں، شاید اس کے اسباب یہ بھی ہوں کہ:

☆ ہمارے لوگ مختلف مکاتب فکر کے ساختہ ہیں، کوئی دیوبندی ہے تو کوئی اشرفی، کوئی اکیاب اور رنگون کا پرداختہ ہے تو کوئی تبلیغی یا جماعت اسلامی، کوئی سیکولر ہے تو کوئی مذہبی، کوئی جمہوریت پرست ہے تو کوئی اشتراکیت پسند، پھر ان میں سے کوئی قدامت پرستی کے آخری سرے پر ہے تو کوئی جدت طرازی کے انتہائی سرے پر، الا ماشاء اللہ، تو ایسے مختلف نظریات وافکار اور متزاد خیالات وجذبات کے لوگوں کی ملی بھگت، سنگم اور امتزاج

کو ایک قومی اتحاد کا نام کیسے دیا جا سکتا ہے؟

☆ ایک طرف تو ہم مختلف مکاتب فکر کے ساختہ پرداختہ ہوتے ہیں، تو دوسری طرف ہماری ایک مشترکہ قومی لٹریچر نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے مابین چلنے والی سیاسی وثقافتی زبان باہم دگر غیر مانوس ہوتی ہے، انگریزی اور برمیز دان عربی اور اردو کی سیاسی وثقافتی زبان اور محاورے سے نا آشنا ہوتے، اسی طرح عربی اور اردو دان کی حالت بھی کچھ مختلف نہیں، ویسے بسا اوقات اختلاف لفظی بھی ہمارے مابین اختلاف معنوی کا پیش خیمہ ہوتا ہے، جس سے سردست بچنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔

☆ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے دور آخر کی سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی فضا میں علاقائی عصبیت ایک لعنت کی شکل اختیار کر گئی ہے، اس کا تعلق اندرون وطن سے ہو یا بیرون وطن سے، ظالم اپنے علاقے کی فضیلت پر گن گاتے اور دوسرے علاقے کے باشندوں کی شرارت، ضلالت اور رذالت پر طرح طرح کی بے سروپا باتیں بناتے پھرتے ہیں، جہاں تک دیکھا جاتا ہے کہ یہ ظالم غلامی کی ساری صفات سے متصف ہو چکے ہیں، اب ایسے حالات میں ہمارے مشترکہ دشمن کے سامنے راستے بالکل صاف، سچی بات تو یہ ہے کہ ہم عصبیت کے مارے ہوئے ہیں، اب نہ ہم دین کے رہے اور نہ دنیا کے رہے، اور دشمن ہمیں یکے بعد دیگرے شکار کرتے جا رہے ہیں، ایسے حالات میں ذرا سوچئے تو فائدہ کس کا ہو رہا ہے اور نقصان کس کا؟ بطور خاص سعودی عرب میں مقیم روہنگیا برادری میں یہ لعنت ایک وبا کی شکل میں پھیل گئی ہے، اور آج کل سننے میں آ رہی ہے کہ اس خطرناک انسانیت دشمن وبا نے اندرون وطن، بنگلا دیش، پاکستان، ملائشیا اور عرب امارات سے آگے بڑھ کر یوروپ، امریکہ، افریقہ اور اسٹرالیا غرض جہاں جہاں ہم آباد ہیں کو لپیٹ میں لے لیا ہے، اللہ تعالی ہمیں یہ اور اس جیسی تمام بلاؤں کی تشخیص وعلاج کی توفیق عطا کرے۔

بہرحال چونکہ اے آر یو کسی بھی شکل میں کیوں نہ ہو، آخر بن ہی چکی ہے، اب اس کی حفاظت بھی کسی بھی حال میں ہمیں ضرور کرنی ہے، اسی لئے مذکورہ حقائق کے تناظر میں اسے

اصلاح کرنا وقت کی ایک اہم اور ناگزیر ضرورت ہے۔

بہر حال چونکہ اے آر یو کسی بھی شکل میں کیوں نہ ہو، آخر بن ہی چکی ہے، اب اسکی حفاظت بھی کسی بھی حال میں ہمیں ضرور کرنی ہے، اسی لئے مذکورہ حقائق کے تناظر میں اسے اصلاح کرنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے، ویسے اس ناگزیر اصلاح کے حوالے سے بعض مفکرین، علماء اور دانشوروں نے چند تجاویز ایسی بھی پیش کی ہیں کہ:

(۱) منظمۃ التعاون الاسلامی اپنے صدر دفتر میں فوری طور پر روہنگیا مسلمانوں کے چند چنیدہ معمر مفکرین، علماء اور دانشوروں کا ایک اجتماع منعقد کرائے،

(۲) چونکہ ارکان روہنگیا یونین ایک متحرک اور فعال قومی ادارہ ہونے کے بجائے عملاً تنظیمیں بنانے کا ایک مشین بن گئی ہے، اسی لئے ان چنیدہ معمر مفکرین، علماء اور دانشوروں کے ذریعے اے آر یو میں شامل تمام نئی اور پرانی، متحرک اور نام نہاد روہنگیا جماعتوں کی مینڈیٹ یا شمولیت کو کالعدم قرار دیا جائے، اور ساتھ ساتھ یہ واضح کر دے کہ اے آر یو کوئی روہنگیا جماعتوں کا مشترکہ نمائندہ فورم نہیں، بلکہ یہ پوری روہنگیا قوم کی طرف سے ایک نمائندہ جماعت ہے،

(۳) اس کے بعد منظمۃ التعاون الاسلامی ان مذکورہ شخصیات کے ذریعے پوری روہنگیا قوم میں سے تین مخلص معمر، کام کے نشیب وفراز سے واقف رہنماؤں پر مشتمل ایک سلیکشن کمیٹی کی تشکیل دے، جو الیکشن کمیٹی بھی ہوں گی اور مستقل طور پر اڈوائزر بھی،

(۴) یہ تینوں حضرات اگلے دو سے تین مہینوں کے اندر پوری روہنگیا قوم میں سے نو یا گیارہ افراد پر مشتمل ایک عاملہ کمیٹی کی تشکیل دیں گے، جس میں شمولیت کے لئے درج ذیل شرائط لازمی ہوں گی:

☆ مستند عالم یا دانشور ہونے کے علاوہ جسمانی اور فکری اعتبار سے ان کے اندر کام کو سمجھنے اور کرنے کی پوری صلاحیت، استعداد اور قابلیت ہو۔

☆ صاحب الرائے ہونے کے علاوہ ہو قومی، علاقائی، اور بین الاقوامی سیاسیات پر انہیں عبور ہو۔

☆ روہنگیا قوم کی تاریخ، ثقافت اور قومی وملی سیاسی حالات کے علاوہ وقت کی نزاکت اور تقاضے سے پوری طرح آگاہ ہوں۔

☆ جو علاقائی عصبیت سے پاک، مستعد اور فعال ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے دل قربانی، ایثار اور قومی وملی ہمدردی کے جذبات سے سرشار ولبریز ہوں،

☆ غیر جانب دار ہو، پھر کسی بھی تنظیم کا کارکن، رکن یا لیڈر نہ ہو، اگر وہ کسی بھی تنظیم سے وابستہ ہو تو یہاں سلکٹ ہونے کے بعد اپنی تنظیم سے فوری طور پر مستعفی ہونے کے لئے تیار ہو، تاکہ پوری کمیٹی کے اراکین کسی جماعت کی نمائندگی کرنے کے بجائے پوری روہنگیا قوم کی نمائندگی کرے، یا کر سکے۔

☆ یہی عاملہ کمیٹی اے آر یو کے دستور، چارٹر کے علاوہ لائحۂ عمل، طریقۂ کار اور اگلی حکمت عملی مرتب کرے گی، اور اس کے مطابق تمام قومی امور انجام دے گی۔

☆☆☆

ارکان روہنگیا یونین کے حوالے سے ایک شبہ کا ازالہ

قارئین کرام! یہاں ہمیں اس بات کا تذکرہ بہت اہم اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰۱۱ء میں سرزمین امن وبرکت مملکت سعودی عرب کے شہر جدہ اور منظمۃ التعاون الاسلامی کی زیر سرپرستی تاسیس کی جانے والی ارکان روہنگیا یونین (ARU) کو ہمارے بعض لوگوں نے ہماری دیگر سیاسی جماعتوں کی طرح ایک مستقل اور آزاد سیاسی جماعت خیال کیا اور کرتا رہا ہے، مگر اہل فکر ودانش سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ارکان روہنگیا یونین روہنگیا مسلمانوں کے حوالے سے کام کرنے والی جماعتوں کے مابین سیاسی روابط رکھنے یا تنسیق کرنے کا ایک مشترکہ قومی ادارہ ہے، یعنی یہ کوئی ایک مستقل جماعت اور آزاد تنظیم نہیں ہے، اور دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ اسے دراصل تمام روہنگیا جماعات کو روہنگیا سیاسیات کے حوالے سے ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع کرنے اور رکھنے کا ایک منصوبہ یا حکمت عملی کے بطور وجود میں لایا گیا ہے، اور یہ ایک

مجلس تنسیقی ، یا متحدہ مجلس عمل ہے، یا دوسرے الفاظ میں اسے رابطہ کمیٹی بھی کہا جا سکتا ہے۔

یوں بھی دنیا میں جمہوری طرز وتعمیر پر مشترکہ مفادات کے حصول کے لئے کام کرنے کے بطور ملکوں کے مابین اور اسی طرح جماعتوں کے درمیان ہمارے اس طرز کی بہتوں متحدہ مجالس عمل یا مجالس تنسیقی وجود میں لائی گئیں، درحقیقت اقوام متحدہ ہو یا نیٹو، یوروپین یونین ہو یا آسیان، غرض دنیا میں بہتوں ایسی فورم ہیں کہ جنہیں مشترکہ مفادات کے حصول کے حوالے سے مشترکہ طور پر کام کرنے کے لئے بنایا گیا ہے، ہمیں یہاں اس بات کو جس طرح عرض کی گئی ہے کہ خاصی وضاحت کے ساتھ اس لئے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے بعض لوگوں نے عملا یہی سمجھ رکھا ہے کہ ارکان روہنگیا یونین (ARU) ایک مستقل قومی جماعت ہے، لیکن انہیں یہ نہیں معلوم کہ ہماری روشن خیال قومی قیادات اور ان کے بعض ہم خیالوں اور معاونین نے ایک تنسیقی ادارہ کی تاسیس کرنے کی اس لئے ضرورت سمجھی کہ ہماری ہر ایک جماعتیں یا شخصیتیں اکیلے اکیلے کام کرنے کے بجائے مشترکہ قومی ہدف کے حصول کے لئے سب سیاسی جماعتیں اور شخصیتیں مل کر کام کریں، یوں ظاہر ہے کہ ان جماعتوں اور شخصیتوں کے درمیان روابط یا تنسیق کرنے اور رکھنے کے لئے ایک متحدہ ادارہ کی ضرورت تھی اور ہے، تو ارکان روہنگیا یونین اس ضرورت کی بنیاد پر تاسیس کی گئی تھی، اگر آج کسی نے اسے بھی ہماری دیگر سیاسی جماعتوں کی طرح ایک مستقل سیاسی جماعت خیال کیا تو حقائق اور واقعیت کے خلاف ایک بڑی فکری نادانی اور سیاسی جہالت ہوگی۔

دوسری اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ارکان روہنگیا یونین کی تاسیس سے پہلے حالات ایسے بھی پیدہ ہوچکے تھے کہ اگر مذکورہ دونوں جماعتیں یعنی روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق روہنگیا (RSOR) اور ارکان روہنگیا نیشنال آرگنائزیشن (ARNO) اور اس کی قیادتیں چاہتے تو منظمۃ التعاون الاسلامی کے زیر سائے ایک متحدہ مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی تشکیل ہو بھی سکتی تھی، مگر انہوں نے بڑے وسیع الظرفی کا مظاہرہ کیا، اور یہ سوچا کہ سرزمین ارکان اور وہاں کے مسلمانوں کے حوالے سے کام کرنے والی نمایاں شخصیات

اور فعال جماعتوں کی شمولیت میں ایک متحدہ مجلس عمل یا مجلس تنسیقی وجود میں آئے، تو بعد میں یہ جو ارکان روہنگیا یونین کی تاسیس ہوئی یا کی گئی ہے، یہ ان روشن خیال، وسیع النظر، دل دردمند اور فکر ارجمند کے مالک دونوں جماعتوں کی روشن قیادات اور رہنماؤں کی فکر وعمل کا نتیجہ ہے، پر یہ الگ بات ہے کہ اس کی تاسیس کے دوران اور بعد کے حالات ایسے پیدہ ہوگئے یا کئے گئے کہ ان روشن خیال قیادات اور اس مجلس عمل کے موثر موسسین ومعماروں کی امیدوں اور توقعات پر ایک حد تک پانی بھی پھر گیا ہے، البتہ مایوسی کی کوئی وجہ نہیں، جو کچھ بھی ہو، بالآخر ایک مجلس تنسیقی ارکان روہنگیا یونین کی شکل میں وجود میں آ ہی گئی، جس کی ضرورت تھی اور ہے، اصلاح کا دروازہ بند نہیں بلکہ سراسر کھلا ہوا ہے، اور ایک موخر الذکر اس فورم کی بات نہیں، بلکہ دنیا کے کسی بھی مثبت کام کے کرنے والوں کی فکر عمل میں اصلاح کی گنجائش ہوتی اور ان کے آگے کا دروازہ کھلا بھی ہوتا ہے، اقوام عالم کی تاریخ اور اصلاح کے حوالے سے ان کی فکر وعمل سے صرف نظر اسلام کی تاریخ اس بات سے بھری پڑی ہے کہ مسلمان مصلحین نے وقت وقت پر اس لازوال امت کی اصلاح کی کتنی جان دار اور باثمر کوششیں کیں اور اس میں کتنے کامیاب بھی ہوے، تو ہمارے یہاں بھی اصلاح ہوگی اور انشاء اللہ تعالی ضرور ہوگی، حالات جیسے بھی ہوں مگر ہم اللہ تعالی کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہیں، اور ہم قرآن حکیم کی اس تلقین پر پورے یقین رکھتے ہیں کہ:

﴿لا تقنطو من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم﴾

اللہ تعالی ہمیں اور سب کو سوچنے سمجھنے اور مل جل کر قومی وملی امور کو انجام دینے کی توفیق عطا کرے، آمین۔

☆☆☆

اركان روہنگیا یونین میں بعض اندرونی اختلافات

پچھلی سطور میں جس طرح عرض کی گئی ہے کہ ہمارے افسوسناک اجتماعی قومی روایات میں جماعتیں بننے میں دیر اور بگڑنے میں کچھ دیر نہیں ہوئی تھی، ہمارے ماضی میں بہت کم ایسی جماعتیں ہیں جن کی حیاتیں قدرے لمبی ہوئی ہوں، اس تناظر میں اركان روہنگیا یونین کے حوالے سے بھی ہمارے بعض حلقوں یا کم سے کم بعض شخصیات کے یہی خیالات سامنے آئے ہیں کہ اركان روہنگیا یونین کی حیات بھی ہماری ماضی کی گئی گزری جماعتوں کی جیسی ہوگی۔ مگر اللہ تعالی کا خاص فضل وکرم ہے کہ آج تک اركان روہنگیا یونین باوجودیکہ اس کے اندر بہت ساری سیاسی تناو، رسہ کشیاں، اور باہمی اختلاف کے مگر آج تک زندہ اور کسی حد تک عملی میدانوں میں اگرچہ رینگتی ہوئی کیوں نہ ہو رواں دواں ہے۔

ادھر ہماری اجتماعی زندگی کے حوالے سے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ماضی میں ہماری جتنی بھی تیظیمیں بنیں اور بگڑیں، ان کا تعلق سیاسی ہو یا انقلابی، ان کے سر پر کسی ایک مضبوط طاقت کے ہاتھ نہیں ہو پائے تھے، شاید یہی وجہ تھی کہ وہ تنظیمیں بڑی مشکل سے بنیں مگر بڑی آسانی سے بگڑیں یا کالعدم ہوئیں۔ اس تلخ حقیقت کے پیش نظر اركان روہنگیا یونین کی بقا کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ اس کی کی بھی وہی حالت ہوتی، اگر اس کے سر پر منظمۃ التعاون الاسلامی جیسی ایک بین الاقوامی تنظیم کی شکل میں ایک عظیم طاقت کا سایہ نہ ہوتا۔

دوسری طرف ۲۰۱۱ء میں اركان روہنگیا یونین کے باضابطہ اعلان کے بعد آج تک میرے ناقص علم کے مطابق اگرچہ ہمارے بعض موثر وغیر موثر لوگوں یا جماعتوں نے ان کے خیالات کے مطابق اس کے اندر پائی جانے والی افراتفری کے پیش نظر اسے کالعدم کرنے کی کوششیں کیں، مگر روہنگیا قوم کی بھاری اور بہت بھاری اکثریت جن میں علماء، دانشوران، تجار، عوام کے علاوہ تقریبا ننانوے فیصد جماعتوں کی یہی رائے ہے کہ اركان روہنگیا یونین جس حالت میں بھی کیوں نہ ہو کہ اس کی بقاء وازدھار کی شدید سے شدید ترین ضرورت ہے، ان کے مطابق اختلافات اے آر یو سے نہیں بلکہ اختلافات عموما اے آر یو کے نام پر بعض چلنے والوں

سے۔ بہرحال یوں مختلف جہات سے اب تک اختلافات کے حوالے جو باتیں سنی گئیں ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

☆ ۲۰۱۱ء میں اركان روہنگیا یونین کے دوران اعلان ڈائرکٹر جنرل محترم ڈاکٹر وقار الدین صاحب بحیثیت ذمہ دار اعلی، ان کے سر پر جن پروگراموں پر عمل کرنے کی ذمے داریاں ڈالی گئی تھیں ان کو تعمیل کرنے کے بجائے اپنی رائے اور اپنے خیالات کے مطابق کام کرنے کی کوششیں کرنا۔

☆ اركان روہنگیا یونین دراصل ایک مجلس تنسیقی یا ایک متحدہ رابطہ کمیٹی کے بطور تاسیس ہوئی یا وجود میں لائی گئی ہے، مگر اختلاف کرنے والوں کے مطابق ڈائرکٹر جنرل نے قومی مفادات کے برعکس اپنے بعض غیر ذمے دار عناصر کے مفاد پرستانہ تعاون اور امداد سے اسے ایک باضابطہ جماعت کی شکل بنا ڈالی، چنانچہ آج اركان روہنگیا یونین ایک مجلس تنسیقی یا متحدہ رابطہ کمیٹی نہ رہی بلکہ عملا ایک باضابطہ کسی قسم کی جواب دہی سے بالاتر جماعت کی شکل اختیار کر گئی ہے۔

☆ منظمۃ التعاون الاسلامی کے صدر دفتر جدہ میں ۲۰۱۳ء میں ہونے والے اے آر یو کے دوسرے جنرل اجلاس یا ان کے الفاظ میں کانگرس کے اجلاس کے دوران گلوبل روہنگیا سنٹر (GRC) کے نام سے جس نام نہاد پروگرام کو اے آر یو کے چارٹر میں شامل کیا گیا، جسے اس کے بعض چالاک کارکنوں یا کارندوں نے بعد میں ایک مستقل تنظیم کے بطور متعارف کراتے ہوئے اركان روہنگیا یونین یا دوسرے الفاظ میں روہنگیا مظلوموں کے لئے بے دریغ چندے وصول کرتے ہوئے ایک طرح کی سینہ زوری کے ساتھ علانیہ طور پر بد عنوانیاں کرنے میں کامیاب ہونا، یا انہیں اپنے جائز مصرف میں دینے کے بجائے ان میں بھاری غبن کر ڈالنا، اس حوالے سے کسی بھی قسم کا محاسبہ نہ ہو پانا، یا کم سے کم ڈی جی صاحب کی طرف سے ان چالاک مفاد پرستوں کو بڑی حد تک چھوٹ دیا جانا۔

☆ اركان روہنگیا یونین کے موسسین کے علی الرغم اگلے اور پچھلے دونوں عرصوں کے مستشاروں اور کانگرس کے ممبروں اور بطور خاص ریجنل کونسل (RCC) کے اراکین کو دانستہ طور

پر غیر فعال اور غیر موثر بناتے ہوئے ڈی جی صاحب اے آر یو کے مرکزی پاور پر پورا کنٹرول کر لینا۔

☆ حالات کے تقاضے اور وقت کی نزاکت کے پیش نظر ارکان روہنگیا یونین ایک سیاسی، جمہوری، اور پرامن تنظیم کے بطور تاسیس کی گئی ہے، جسے ولایات متحدہ امریکہ میں تسجیل بھی کی گئی ہے، مگر ڈی جی صاحب کا اسے ایک سیاسی تنظیم کے طور پر رجسٹریشن کرنے کے بجائے ایک غیر سیاسی یا رفاہی تنظیم کے طور پر رجسٹریشن کرانا، اور وہ بھی کسی ایک قومی لیبل کے بجائے ان کے بعض فیملی ممبروں کی شمولیت کے ساتھ، چنانچہ بعض ناقدین کی نظر میں ڈی جی صاحب کا یہ عمل ان کی من مانی اور ان کی ذاتی مفاد پرستی کی بین تصویر ہے، تاکہ آئے دن ارکان روہنگیا یونین پر ان کا تسلسل کے ساتھ کنٹرول حاصل رہے اور ان کے سامنے روہنگیا نام کے کوئی جوں تک رینگنے کی ہمت نہ کر سکے۔

☆ حالات کے تقاضے اور وقت کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے قومی مفادات کی پیش نظر ارکان روہنگیا یونین کی طرف سے کسی بھی سوچے سمجھے اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ کسی بھی قسم کے کوئی بھی پروگرام کا نہ لیا جانا، پھر مزید یہ کہ ڈی جی صاحب اپنے منشا کے مطابق جو بھی مختلف پروگرام بنا لیتے، خود ان پر بھی قابل ریکارڈ اقدامات کا نہ ہونا۔

☆ ۲۰۱۳ء والے اے آر یو کے دوسرے کنونشن میں ڈی جی صاحب اور ان کے چند حواریوں نے ووٹ بنک بڑھانے کے لئے درجنوں نام نہاد منظمات گڑھ کر انہیں باضابطہ طور پر ارکان روہنگیا یونین میں شامل کرنا۔

☆ دانستہ طور پر تنظیم کے وجود میں آنے کے بعد سے آج تک ڈی جی صاحب کا مجلس تاسیسی کے اراکین، صاحب رائے قومی شخصیات، بشمول تاسیسی ممبران سے مسلسل پہلوتہی کرنا۔

☆ مالیات کے حوالے سے تنظیم کے وجود سے آج تک کبھی بھی محاسبہ کا نہ پایا جانا، ناقدین جسے ڈی جی صاحب اور ان کے بعض حواریوں کی مالیاتی بدعنوانی یا اسکینڈل سے تعبیر کرتے ہیں۔

☆ ڈی جی صاحب کی اپنی طرف سے مگر ارکان روہنگیا یونین کے نام مختلف اوقات اور متنوع

جگہوں میں میڈیا کے ذریعے مشکوک اور قومی مفادات کے خلاف بیانات کا سامنے آنا، اور ساتھ ہی ساتھ ہر سنی کو ان سنی کرتے ہوئے پاور کا غلط استعمال کرنا۔

☆☆☆

ارکان روہنگیا یونین کو اصلاح کرنے کی کوششیں

اہل علم ونظر کے سامنے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ دنیا میں اکثر امور ایسے ہیں جن کی اصلاح کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے، اس حوالے سے فرد ہو یا معاشرہ، تنظیم ہو یا حکومت، کہ ناگزیر حالات میں ان کی اصلاح کی جاتی ہے، دنیا کے ملکوں وحکومتوں میں ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ رہ رہ کر ان کے قومی دستور میں بھی ناگزیر حالات کے پیش نظر اصلاح ہوا کرتی اور لائی جاتی رہتی ہے۔

یوں ارکان روہنگیا یونین میں جب منتشر الخیالی اور سیاسی وفکری افراتفری دیکھی گئی، اور جن کی وجہ سے قومی اتحاد جو اے آر یو کی شکل میں وجود میں آئی تھی میں سوئے تفاہم اور شکوک وشبہات سے بڑھ کر باہمی خلفشار اور تفرقہ کا خلیج بڑھ چکا تو قوم کی بعض ذمے دار، دل درد مند اور فکر ارجمند کی مالک شخصیات اور بعض معروف اور متحرک گروپ اور منظمات نے انفرادی اور اجتماعی طور پر مسلسل اصلاحی کوششیں شروع کیں، اس سلسلے میں گئی گزری ہماری پچھلی مختلف سرگرمیوں اور متنوع کارکردگیوں سے صرف نظر، حال ہی میں ہماری قومی سطح پر اصلاحات برائے ارکان روہنگیا یونین ARAKAN ROHINGYA UNION (REFORMIST GROUP) کے نام سے ایک وبسات گروپ بھی وجود میں آچکا ہے، جس میں ہماری برادری کے قابل قدر درجنوں علماء اور دانشوران اندروں اور بیرون وطن سے شامل ہیں، تاہم ہماری قومی روایات کے پیش نظر اس کا سلسلہ خدا معلوم کب تک جاری رہ پائے گا، اور وہ کہاں تک کامیابی سے ہم کنار ہو سکے گا؟

البتہ ان سارے لوگوں کی کوششوں کے مابین شیخ سلیم اللہ عبدالرحمٰن صاحب یکے از

فاونڈر آف ارکان روہنگیا یونین اور صدر روہنگیا سالیڈریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق کی مسلسل جدوجہد پیش پیش اور قابل ستائش ہے۔دراصل اے آر یو کی اصلاح کے حوالے سے میرے خیال میں سردست ان سے زیادہ موزون اور برمحل اور قابل قدر شخصیت ہماری قومی سطح میں شاید پائی جاتی ہوگی۔وہ اس تناظر میں بھی ہے کہ اے آر یو کے چار موسسین ہیں:

ا۔ مرحوم ماسٹر ابوالفیض جیلانی، سابق ممبر (ARNO) جو اللہ تعالی کو پیارے ہوگئے اور ملائشیا میں مدفون ہیں۔

۲۔مسٹر نورالاسلام صدر ارکان روہنگیا نیشنال آرگنائزیشن (ARNO) مقیم حال لندن، برطانیہ۔

۳۔ڈاکٹر محمد یونس صدر روہنگیا سالیڈریٹی آرگنائزیشن (RSO) مقیم حال ملائشیا۔

۴۔مولانا شیخ سلیم اللہ عبدالرحمٰن صدر (RSOR) مقیم حال جدہ سعودی عرب۔

ظاہر ہے کہ جیلانی صاحب تو انتقال کر گئے، اے آر یو کے حوالے سے باقی تینوں کے اجمالی حالات یہ ہیں:

محترم نورالاسلام صاحب

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ محترم نورالاسلام صاحب کی شخصیت مجموعی حیثیت سے دور آخر میں روہنگیا قوم کے لئے ایک گراں بہا سرمایہ ہے، ان کی مسلسل جانفشانیاں اور قربانیاں، ان کے انقلابی اور سیاسی کردار اور ان تھک جدوجہد کبھی بھولے سے بھلائی نہیں جا سکتی، اتحاد کے حوالے سے انہوں نے اپنے انداز میں قوم کو ایک ہی پلیٹ فارم میں جمع کرنے کی بہت ہی قابل ستائش کوششیں کی تھیں، جن کی ایک زندہ مثال ارکان روہنگیا یونین بھی ہے، اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ اس یونین کے قیام میں ان کی کوشش ہر کسی سے زیادہ رہی ہے۔لیکن یہاں افسوس کا مقام ہے کہ اے آر یو کے حوالے سے جناب نورالاسلام صاحب کو تاسیس کے پہلے دن سے ڈی جی صاحب سے اختلاف کرنے والوں کے زمرے میں پیش پیش دیکھا گیا ہے، جب کہ ایک سینئر قومی لیڈر ہونے کے علاوہ ایک قابل قدر، معمر اور تجربہ کار سیاست دان ہونے کی وجہ سے ان کی ذات سے یہی توقع کی جاتی ہے کہ آپ عمر کے اس مر

حلہ میں بہر حال اپنی عزت ووقار کا لحاظ ضرور رکھیں گے اور قومی اصلاحی کوششوں میں نہ صرف شامل رہیں گے، بلکہ اپنے تجربات اور صلاحیات کو بروئے کار لاتے ہوئے اصلاح کے حوالے سے اپنی دینی وقومی فریضہ کو انجام دینے میں کوئی کوتاہی نہ کریں گے، انہی اس حوالے سے گزارش بھی کی گئی اور ڈھیر ساری دعوتیں بھی دی گئیں اور اس سلسلے میں احساس بھی دلایا گیا، مگر وہ ہر سنی کو ان سنی کرتے رہے ہیں، اور نہ جانے کیوں کہ آپ اس سلسلے میں ہمیشہ اور مسلسل پہلوتہی سے کام لیتے رہے ہیں، خدا جانے ان کی یہی مسلسل تجاہل عارفانہ جیسی کیفیت کب تک باقی رہی گی۔

ڈاکٹر محمد یونس صاحب کا کردار:

اب جہاں تک جناب محترم ڈاکٹر محمد یونس کا سوال ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قائد انقلاب وسیاست حضرت جعفر حبیب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہماری قومی سطح پر آپ کی شخصیت چند حیثیت سے محترمی جناب نورالاسلام صاحب کے مساوی اور اور کردار کے اعتبار سے بھی بڑی قد آور رہی ہے۔ بلا شبہ ایک قومی لیڈر کی حیثیت سے ان کی بے شمار خدمات ہیں، جو بھولے سے بھی بھلائی نہیں جا سکتیں، مگر ساتھ ہی ساتھ ان پر الزام بھی ہے کہ ماضی قریب و بعید میں بعض مجوزے یا وجود میں آئے ہوئے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے حوالے سے ان کے بڑے مؤثر منفی کردار اور سرگرمیاں رہی ہیں، یہاں پھر ارکان روہنگیا یونین کے حوالے سے ان کے متعلق بہت ساری باتیں سامنے آئیں، جن سے صرف نظر، ہمارے بعض قابل قدر شخصیات اور مبصرین کی جانب سے ان پر یہی الزام ہے کہ ارکان روہنگیا یونین میں اس قدر سیاسی وفکری افراتفری، انتشار اور رسہ کشیوں کے علی الرغم اس کے ڈائریکٹر جنرال جناب وقارالدین صاحب کی اتنی بے راہ روی میں در پردہ اور کبھی کبھار علانیہ طور پر بھی آنجناب کا منفی کردار رہا ہے، جناب نورالاسلام اور ان کے ہمنواؤں کے مقابلے میں آ کر یہاں ان حضرات کے یہ الزام یا اتہام صحیح ہو یا غلط، تاہم یہ بالکل واضح ہے کہ افراتفری کے اس عالم میں ڈاکٹر محمد یونس صاحب کی ایک طرح کی مسلسل خاموشی منفی کردار کے ساتھ ساتھ حیران کن معنی ومطلب

ضرور رکھتی ہے، اور شاید یہ اس بات کا غماز بھی ہے کہ آپ اے آر یو کو اصولی اور قانون کے دائرے میں چل چلانے یا اصلاح کرنے کے بجائے وہ جیسی اور جس حالت میں ہے ویسی ہی رکھنا چاہتے ہیں، خدا معلوم اس میں آنجناب کا مقصد کیا ہے؟ خاکم بدہن اور گستاخی معاف۔

اصلاح کے حوالے سے شیخ سلیم صاحب کا کردار:

راقم سطور بحیثیت ایک غیر جانب دار تجزیہ نگار کے آج یہ کہنے پر گویا مجبور ہے کہ ہمارے دانشور موسسین اے آر یو کے ایسے حالات میں لے دے کر ایک مولانا شیخ سلیم اللہ عبدالرحمٰن صاحب رہ گئے ہیں کہ اگرچہ ۲۰۱۳ء کے دوران آپ ایک افسوسناک حالت کے شکار ہو کر نظر بند تھے، مگر اس سے خلاصی کے بعد ہی انہوں نے اے آر یو کے حوالے سے مسلسل اصلاحی کوششیں شروع کر دیں، انہوں نے اپنی حکمت، بصیرت، اور طویل تجربات کو بروئے کار لاتے ہوئے اصلاح کے حوالے وہ کوششیں کیں جو ان کی ذات سے متوقع تھیں اور ہیں، ان کی متنوع سرگرمیوں اور کردار سے صاف ظاہر ہے کہ کاش کہ آپ ۲۰۱۳ء میں نظر بندی جیسے حالات کے شکار نہ ہوتے، شاید ارکان روہنگیا یونین کا یہی حال ہوتا یا ہوسکتا۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے کہ اصلاح کے حوالے سے انہوں اپنی روشن ضمیری، صلابت فکری، اور حاضر دماغی اور قومی امور میں اپنے طویل تجربات کا بین ثبوت دیا ہے، جن کا اجمال کچھ یوں ہے:

☆ یہ تو ظاہر ہے کہ ایک ارکان روہنگیا یونین تو کیا بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے عموماً روہنگیا مسلمانوں کے درپیش مسائل اور ان کے حل کے لئے خصوصاً منظمۃ التعاون الاسلامی ایک بہت ہی اہمیت کی حامل تنظیم ہے، ہمارے لئے یہ ایک خوش قسمتی ہے کہ شیخ سلیم صاحب کی مستقل رہائش سعودی عرب کے معروف شہر جدہ میں ہے۔ چوں کہ منظمۃ التعاون الاسلامی کا مرکزی دفتر بھی جدہ میں ہے، اور عرصۂ دراز سے محترم شیخ کو منظمۃ التعاون کے ساتھ خوش گوار تعلقات بھی، یوں انہوں نے آئے دن اپنے دیرینہ تعلقات کے سہارے اصلاح اے آر یو کے حوالے سے وہ کام انجام دیئے جو حقیقی معنی میں وقت کی اہم ضرورت تھی، اس حوالے سے کوئی جانے یا نہ جانے اور مانے یا نہ مانے، راقم سطور اس کا عین شاہد ہے، انہوں نے اپنے

طور پر بڑی خاموشی، خاصی درک بینی سے ایسے کام انجام دیئے، جو قابل صد ستائش ہیں، اور اس سلسلے میں اصلاح کے حوالے سے انہوں نے بڑی باریک بینی اور عرق ریزی کے ساتھ جو تحریری فارمولے تیار کئے، اس کے بل بوتے پر آج کم سے کم ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اور کچھ ہو نہ ہوا ے آر یو کے حوالے سے ماضی میں جو افراتفری ہو چکی ہے اگلے دن ان تمام خرابیوں، بدعنوانیوں اور افراتفریوں کا سد باب ضرور ہوگا، اور توقع ہے کہ اگر اے آر یو کو حقیقی معنی میں اصلاح کرنا ہے تو ان کی یہی کوشش اور جد و جہد بڑی بارآور ثابت ہوگی، انشاءاللہ تعالیٰ۔ خدا کرے کہ یہی سلسلہ دراز رہے۔

☆ دوسری طرف قحط الرجال کے اس عالم میں محترم شیخ سلیم صاحب سر دست ہماری برادری میں اور کچھ ہو یا نہ ہو، کم سے کم ارکان روہنگیا یونین کی اصلاح کے حوالے سے ایک برمحل اور موزون شخصیت کے مالک ہیں، انہوں نے کم سے کم پچھلے تین چار سالوں سے اے آر یو سے متعلقہ تقریباً تمام موثر منظمات، شخصیات اور گروپوں سے ایک غیر جانب دارانہ، مربیانہ اور مشفقانہ تعلقات استوار کئے اور رکھے ہوے ہیں۔ جن کے نام لئے جائیں تو فہرست بڑی طویل ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے خفیہ اور علانیہ طور پر مختلف موثر شخصیات، گروپوں اور جماعتوں سے ڈھیر ساری ملاقاتیں کیں، جلسے کیے، جن میں اختلاف و اتفاق کرنے والوں کے علاوہ خود ڈاکٹر وقار الدین صاحب سے مختلف اور طویل ملاقاتیں قابل ذکر ہیں۔ جن کے نتیجے میں کم سے کم کچھ باہمی افہام و تفہیم اور بحالی اعتماد کے ساتھ ساتھ ہماری قومی و سیاسی ماحول و فضا میں احساس ذمے داری اور شعور و آگہی پیدا ہوئی، عوام تو عوام بلکہ اکثر خواص بھی ہماری سیاسیات کے حوالے سے جس ناامیدی، کسل مندی اور بدظنی و بدگمانی کے گرداب و بھنور میں عرصۂ دراز سے پھنسے ہوے تھے، ان سے گلوخلاصی کی ایک روشن اور واضح راہ دیکھے، ناامیدی کے اس عالم میں ہمارے لوگوں کو امید کی ایک کرن نظر آئی۔ تاہم افسوس اور معذرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے درمیان کچھ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جن کو ان کے حسد اور بے جا غرور و پندار نے دے مارا ہے، ان کی طبیعت ہی کچھ ایسی نکلی

کہ خود تو کچھ نہیں کرتے اور نہ ہی کر سکتے، مگر کوئی کرنے والوں کے سامنے روڑے اٹکاتے رہتے، آئے دن بال سے کھال نکالتے اور باتوں کے بتنگڑ بناتے پھرتے ہیں، ہمیں ایسے منفی رویے رکھنے والوں سے ہشیار رہنے کی اشد ضرورت ہے۔

☆☆☆

بعض روہنگیا مسلح پارٹیاں یا گروپیں

کون نہیں جانتا ہے کہ ماضی قریب و بعید میں ہماری بہت سی مسلح جماعتیں بنیں اور بگڑی ہیں، مگر اس کا سلسلہ آج ۲۰۲۲ء تک مسلسل جاری ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔حرکۃ الیقین (ARSA): جس کا لیڈر عطاء، کنیت ابو عمار، تخلص جنونی ہے، یہ تنظیم آج کل زیر زمین برمی فوجی حکومت کے خلاف مسلح کاروائیاں کرتی ہے، جس کی قدرے تفصیلات اگلی سطور میں آئیں گی۔

۲۔ روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO): آج کل اس کا لیڈر محمد ایوب ہے۔ یہ ایک معروف مسلح جماعت ہے، جس کی تفصیلات سامنے آرہی ہیں۔

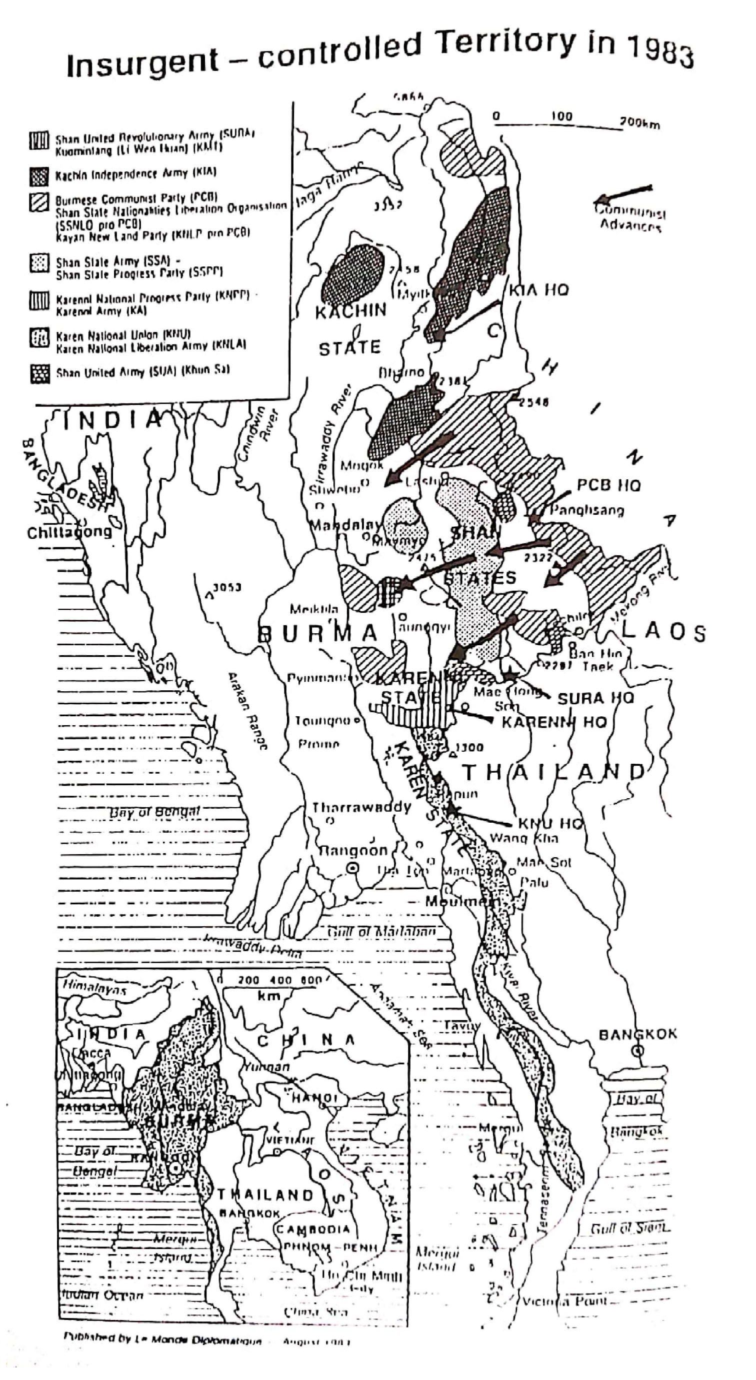
۳۔ روہنگیا اسلامی محاذ (RIM): اس تنظیم کا امیر مولوی عبد الحمید صاحب ہیں۔ یہ بھی ایک معروف پرانی جماعت ہے، اگلی سطور میں اس کی تفصیلات آرہی ہیں۔

۴۔ روہنگیا نیشنل یونین (RNU): اس کا لیڈر سلیم اللہ شجاع فاروی ہیں۔ ماضی میں اس کا نام روہنگیا نیشنل آرمی (RNA) تھا، تفصیلات اگلی سطور میں نظر آئیں گی۔

ان کے علاوہ بھی چند مسلح گروپوں کے نام سننے میں آتے ہیں، جو یہ ہیں:

☆منا گروپ: یہ کوئی باضابطہ پارٹی نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دہشت گردی اور منشیات فروشی کی سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے افراد مطلوب ہیں۔

☆عبد الحکیم گروپ: یہ بھی کوئی باضابطہ پارٹی نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ ڈکیتی، رہزنی کے علاوہ یہ منشیات فروشی کی سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے افراد مطلوب ہیں۔



روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن

(R.S.O.)

۱۹۷۸ء میں ار پی ایف کے اعلیٰ ممبروں میں خلفشاریاں شروع ہوگئی تھیں، بالآخر نورالاسلام ڈاکٹر محمد یونس، پروفیسر محمد زکریا اور حبیب الرحمٰن وغیرہ پارٹی سے بچھڑ گئے تھے، انہوں نے جناب جعفر حبیب اور ان کی قیادت کو زبردست ست کہا، اور جناب جعفر حبیب کو نااہل اور اقتدار کو غلط استعمال کرنے والے ہونے کا دعویٰ کیا تھا، جو کچھ بھی ہوان تمام اہم ممبران کے ار پی ایف سے نکل جانے کے بعد پارٹی ایک بار افرادی قوت کے بحران کی شکار ہوگئی تھی، یہاں سے نکل جانے کے بعد انہوں نے ارکان مسلم آرگنائزیشن (A.M.O) نام کی ایک تنظیم بنائی، جس نے بڑی کوشش اور تگ ودو کر کے بعض اسلامی جماعات کے علاوہ پاکستان، سعودی عرب، امارات اور بنگلا دیش وغیرہ میں رہنے والے روہنگیا مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کو اپنانے میں کامیابی حاصل کی، اور تین ساڑھے تین سال کے بعد انہوں نے روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (R.S.O) کے نام سے ایک جماعت ۱۹۸۲ء میں تشکیل دی - یہ جماعت نورالاسلام کی زیر قیادت وجود میں آئی، جس میں ڈاکٹر محمد یونس، پروفیسر محمد زکریا، ایم پی اظہار میاں، اور سعید الرحمٰن کے علاوہ سعودیہ میں رہنے والے مولانا سیف الاسلام اور محمد اقبال وغیرہ بھی پیش پیش تھے-

اب قومی سطح پر انقلابی خدمات کے میدان میں دو روہنگیا تنظیمیں عالم شہود میں آگئیں، ار پی ایف شدید بحرانی کیفیت کی شکار ہو جانے کے باوجود جناب جعفر حبیب کی قیادت میں آگے بڑھ رہی تھی، اور ار ایس او بھی نورالاسلام اور ڈاکٹر محمد یونس وغیرہم کی زیر قیادت آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہی تھی، یوں دو تین سال کی بڑی جانفشانی اور پیہم کوشش و کاوش کے بعد ار ایس او (R.S.O) معسکر کے لئے تقریباً ستر ہ اسلحے فراہم کرنے میں کامیاب ہوگئی-

لیکن ایک بار دنیا نے دیکھا کہ اختلافات اور خلفشار کی بنیاد پر قائم ہونے والی یہی تنظیم پھر ۱۹۸۵ء میں اختلافات اور اقتدار کی رسہ کشی جیسی خطرناک بیماری کی شکار ہوگئی، نورالاسلام

صاحب ڈاکٹر یونس اور ان کے ہم نواؤں کے بعض کردار پر نالاں ہوگئے، بالآخر ۳/ستمبر ۱۹۸۵ء میں ڈاکٹر یونس، پروفیسر زکریا، ایم پی اظہار، سعید الرحمٰن اور ان کے ہم نواؤں کو ار ایس او سے نکال باہر کیا گیا-

مگر ڈاکٹر محمد یونس نے ہمت نہیں ہاری، یہاں سے نکالے جانے کے بعد انہوں نے ار ایس او کا ایک دوسرا دھڑ ابنا لیا، یوں ار ایس او دو دھڑوں میں منقسم ہو کر دونوں دھڑے اپنی اپنی اگلی راہ نکالتے ہوئے آگے بڑھے- اب مولانا سیف الاسلام صاحب (جو سعودی عرب میں رہا کرتے تھے) یہاں بنگلہ دیش آگئے، جناب مولانا سیف الاسلام صاحب جو پاکستان میں جماعت اسلامی پاکستان کے ساتھ منسلک تھے، اور جس نے اسلامی پارٹی کے بڑے بڑے قائدین کو قریب سے دیکھا، اس کے بنگلہ دیش پہنچنے پر ار ایس او کی ایک نئی مجلس عاملہ کی تشکیل دی گئی-

(۱) امیر جماعت (R.S.O) مولانا سیف الاسلام صاحب شرف الدین بیلی منگڈو-

(۲) نائب امیر ڈاکٹر محمد یونس باغگونوی، منگڈو-

(۳) سکریٹری جنرل پروفیسر محمد زکریا تنگبازاری-

(۴) سکریٹری برائے امور مالیات سعید الرحمٰن، تنگبازاری-

(۵) سکریٹری برائے امور نشر و اشاعت اظہار میاں (ایم پی) تنگبازاری-

ان کے علاوہ بڑے بڑوں میں جناب عبدالرشید، حافظ حبیب اللہ صاحب بھی اس جماعت میں نمایاں تھے، جہاں تک مولانا دین محمد صاحب داروغہ ڈیلی، منگڈوی کا سوال ہے، اس وقت مولانا بنگلا دیش میں نہیں رہتے تھے، بلکہ ارکان کی ایک مشہور دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ فرانفور میں مدرس تھے، البتہ کبھی کبھار خفیہ طریقے سے دریائے ناف کے اس پار آتے اور ار ایس او کے مختلف پروگراموں میں شریک ہوتے تھے، جہاں تک میں جانتا ہوں کہ اس وقت مولانا مجلس عاملہ کے ممبروں میں سے نہیں تھے-

بہر حال نورالاسلام صاحب کا دھڑا ان بڑے بڑوں کو نکالے جانے کے بعد افرادی قوت کے اعتبار سے جان بلب تھا، مگر دوسرا دھڑا جناب مولانا سیف الاسلام صاحب کی

زیر قیادت بڑی تیزی سے ترقی کی طرف گامزن تھا، ار ایس او کے سیف الاسلام دھڑا کے ترجمان انصاف کے مطابق اس جماعت نے بنگلا دیش کی اسلامی جماعت، جماعت اسلامی سے گہرا رابطہ کیا تھا۔

جہاں تک میرے علم کا تعلق ہے کہ جماعت اسلامی بنگلا دیش کے ساتھ اس دھڑا کی وابستگی نے اسے آگے بڑھنے میں بڑی مدددی، جس کی وجہ سے اس دھڑا نے دنیا کی دوسری اسلامی جماعتوں سے اچھی طرح رابطہ کرسکا، اوراس میں قدرے (کسی معنی میں) جان بھی آگئی تھی، آہستہ آہستہ چندسال کے بعد یہ دھڑاایک اچھی خاصی تنظیم بن کر دنیا میں مشہور ہوگیا ، ہرکجاارایس اوکا نام ہوا، مگر نورالاسلام کے دھڑا نے بالآخر اپنا نام بھی بدل ڈالا، جس کی تفصیل اےارائی ایف (ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ) کے باب میں انشاءاللہ تعالیٰ آئے گی۔

اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ارایس او کے ترجمان انصاف کا ایک اعلان بلکہ دعوی کو یہاں وضاحت اور شہادت کے لئے درج کردیا جائے، جس سے بہت سی باتیں دوٹوک الفاظ اورتعبیرات میں سمجھ آئیں گی۔

’’آخر کار ۱۹۸۲ء میں اللہ کے کچھ نیک بندوں نے جو اسلام پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور اسے مکمل ضابطۂ حیات جانتے ہیں ماضی کی غلطیوں کو سامنے رکھ کر تاریخ سے سبق سیکھتے ہوئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا فیصلہ کیا- اوراپنی جان ومال کی قربانی دینے پرآمادہ ہوئے، انہوں نے ارایس او (روہنگیا سالیڈریٹی آرگنائزیشن) کے نام سے اپنے آپ کو منظم کیا، نہ صرف اس لئے کہ وہ اپنے جذبات وضمیر کے ہاتھوں مجبور ہوئے تھے، بلکہ اس بناپرکہ کتاب اللہ ان سے اس جدوجہد کا تقاضا کرتی ہے، وہ یقین رکھتے ہیں کہ انسان کی کامیابی اس دنیا میں کسی مقصد کے حصول پرنہیں بلکہ آخرت کی کامیابی پر منحصر ہے، وہ شخص اللہ کی راہ پر جان ومال سے جہاد پرآمادہ ہو خواہ وہ دنیاوی طور پر کامیاب ہو یا نہ ہو آخرت میں اس کی سرخروئی یقینی ہے،

اللہ کی راہ میں جہاد کا مطلب اس کے دین کو زمین پر قائم کرنا ہے، اس تنظیم کا ہرفرد یقین رکھتا ہے کہ اللہ اسے جزادے گا، ارایس او کی جدوجہد کا کرداراور روح وہی ہے، جو رسول ﷺ اوران کے صحابہ کے جہاد کی تھی، جس کا مقصد زمینوں کو فتح کرنے کے بجائے حق، عدل، انصاف کو قائم کرنا تھا، عدل پسند معاشرہ قائم کرنے کے لئے وہی طریقۂ کار استعمال کرنا ضروری ہے جو رسول ﷺ نے پسند فرمایا، اور برائیوں اور بداخلاقیوں کو مٹا کر ایک منصفانہ پرامن اور مستحکم انسانی معاشرہ کی تیور رکھی۔

ار ایس او، ارکان برما کی تحریک اسلامی، کسی شخصیت، فرقے، نظریئے کے خلاف نہیں، یہ ہرقسم کی ناانصافی کے خلاف ہے خواہ اس کا مرتکب مسلم ہو یا غیرمسلم، اس بلند مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے ارکان کی اسلامی تحریک آگے بڑھ رہی ہے، انشاءاللہ اس وقت تک جاری رہے گی، جب تک ارکان میں اسلامی نظام قائم نہیں ہوجاتا‘‘۔

ار-ایس-او کے ترجمان انصاف نے پچھلی تنظیموں اور قائدوں کے طرزعمل اور جہادی پروگرام کو تنقید کرتے ہوئے اپنے حق میں اعلان کیا کہ:

’’مسلمانوں کو اس بڑھتے ہوئے ظلم وستم نے اس جنون وغفلت کی کیفیت سے نکلنے پر مجبور کردیا، اورانہوں نے اپنی عزت نفس اور وقار کی بحالی کے لئے جدوجہد شروع کردی، لیکن ان کا انداز فکر اور طرزعمل زیادہ حقیقت پسندانہ نہ تھا، وہ عملا قرآن کریم کی تعلیمات اور رسول ﷺ کی سنت کو بھول چکے تھے، یا نظرانداز کرنے لگے تھے، ۱۹۴۸ء سے چالیس سال پر محیط (یعنی ارکانی مسلمانوں کی تحریک آزادی جسے جعفرقوال نے شروع کیا تھا اس کا پورا سلسلہ) یہ جدوجہد بے نتیجہ رہی، گوکہ اس مقصد کی خاطر ہزاروں جانیں ضائع ہوگئیں، اور ایسا وقت آیا کہ ارکان کے باشندوں کے لئے امید کی کوئی کرن باقی نہ رہی اور انہیں مستقبل تاریک ترنظر آنے لگا‘‘

ارایس او کے قائدین نے دعوی کیا کہ انہوں نے قرآن کریم کی تعلیمات اور سنت نبوی ﷺ کو اپناتے ہوئے ارکان میں اسلامی تحریک کی ہوائیں چلانے کا عزم کیا ہے، البتہ زمانے نے ان کے دعوی پر پانی پھیر دیا، اور ان کے تمام دعوے میدان عمل میں بالکل خلاف واقع نظر آئے، کیوں کہ قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ نے مسلمانوں کو اتفاق واتحاد کا سبق سکھایا ہے، تفرقہ اور انتشار کو اسلام ناجائز اور خلاف شرع قرار دیتا ہے، لیکن اس تنظیم کے اکثر قائدین نے اسلام کے بیش قیمت سبق کو نہ صرف بھلا دیا بلکہ اس دعوت اتحاد کی جوں تک ان کے کان میں نہ رینگی - انہوں نے اتحاد کے درس کو بھول کو افتراق جیسی خلاف اسلام چیز کو اپنا لیا، اور رسہ کشی کے ذریعہ اقتدار بحال کرنے کی راہ نکالی، بالآخر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ان قائدین نے جس قرآن کریم کی تعلیمات اور سنن رسول انسانیت کو اپنی نشان راہ ہونے کا دعوی کیا ہے اسے اپنی عملی زندگی کے قریب بھی آنے نہ دیا، پھر دنیا نے ان کے اختلاف اور رسہ کشی کے تماشے دیکھے، انہوں نے تاریخ سے سبق سیکھا، مگر سبق بالکل وہی تھا جو کہ ہمارے بعض بزرگوں نے دنیائے تحریک میں قوم کو دیا، آج کوئی پچاس سال کے بعد آنے والے ان قومی محرکوں نے پھر سے وہی افتراق اور تفرقہ کا سبق دھرایا، ان لوگوں نے قرآن کریم اور سنت نبوی کے درس اتحاد کو بھول کر اقتدار کی رسہ کشی اور اختلاف کے نشے میں چور ہو کر اپنے فرائض منصبی اور اخلاقی ذمہ داری کو فراموش کر دیا، اور انہوں نے اس تنظیم کو روہنگیا قوم کی امید کی ایک کرن بتائی تھی، لیکن ان کے کردار وعمل نے ان کی ساری گفتگو کو خاک میں ملا دیا ہے-

ار-ایس-او کا نصب العین:

ارایس کا نصب العین قرآن وسنت کے مطابق اقامت دین کے لئے جد وجہد کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالی کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنا تھا(ا) اس کی راہ میں قرآن کریم کی تعلیم اور سنت کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا اور ارکان میں ایک خود مختار روہنگیا ریاست قائم کرنا تھا-

پروگرام:

اب ضروری سمجھتا ہوں کہ ارایس او کے پروگرام پر تفصیلی نظر ڈالا جائے تا کہ آنے والی نسلیں ہماری انقلابی پارٹیوں کے نصب العین اور پروگراموں سے مستفید ہوسکیں، اور اس حوالے سے اب میں ارایس او کے ترجمان انصاف کی طرف رجوع کرتا ہوں:

دعوت وتربیت:

انصاف کے مضمون نگار جناب پروفیسر زاہد حسین صدیقی صاحب لکھتے ہیں کہ: برما ایک سوشلسٹ ملک ہے جو شدید اسلام دشمن پالیسی پر کار بند ہے اور جہاں مسلمانوں کو ان کی آزادی اور بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے، انہیں آزادئ اظہار رائے اور آزادئ اجتماع سے محروم کر دیا گیا ہے، یہاں تک کہ ان پر اپنے ہی ملک کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل وحرکت پر پابندی عائد ہے، عام مذہبی رسوم کی ادائگی کو بھی سیاست پر مبنی سمجھ کر روکنے کی کوشش کی جاتی ہے، ایسے حالات میں دعوت کے کام انجام دینے کے لئے انتہائی احتیاط برتنا لازمی ہے، ان تمام حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے تنظیم نے مسلم اور غیر مسلم آبادی میں دعوت کے کام کے لئے ہر ممکن قدم اٹھایا ہے، مثلا:

(الف) برما اور ارکان میں دعوت کو عام کرنے کے لئے تنظیمی یونٹس قائم کئے گئے ہیں۔

(ب) مبلغین کو اپنے اپنے علاقوں میں دعوت اور سماجی بہبودی کا کام سونپا گیا ہے۔

(ج) قرآن پاک، احادیث اور اسلامی لٹریچر (کتب) کو عوام تک پہنچایا جاتا ہے۔

(د) لائبریریوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

(ھ) اسلامی لٹریچر کو مقامی زبان میں منتقل کرنے اور اسے برمی بولنے والی آبادی میں اشاعت اور تقسیم کرنے کا کام انجام دیا جا رہا ہے، تنظیم نے اپنی افرادی قوت کی تربیت کے لئے مختصر اور طویل المیعاد اسلامی تربیتی پروگراموں اور باقاعدہ ہفتہ وار نشستوں کا اہتمام کیا ہے، نوجوان رہنماؤں کی تیاری کے لئے لیڈر شپ ٹریننگ پروگرام کے ذریعے کوشش کی جارہی، اور بین الاقوامی یونیورسیٹی اسلام آباد کی دعوت اکاڈیمی کے ذریعے آئمہ کی تیاری کا

کام انجام دیا جارہا ہے، اس کے علاوہ انٹرنیشنل اسلامک فیڈریشن آف اسٹوڈنٹ آرگنائزیشن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والا لیڈر شپ ٹریننگ کیمپس تربیت گاہوں میں بھی نوجوانوں کو شرکت کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

بہبود عامہ:

برما کے مسلمانوں خصوصا ارکان کے روہنگیا مسلمانوں کو باقاعدہ پالیسی کے تحت معاشرتی اور سیاسی لحاظ سے کمزور اور مفلوج بنا کر انہیں ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، ہماری تحریک اپنے تمام تر امکانی ذرائع کو کام میں لاکر برما کے مسلمانوں کو معاشرتی اور تعلیمی میدانوں میں مدد دے رہی ہے تاکہ ان کا معیار بلند ہو اور وہ برما میں فعال برادری بن کر زندہ رہیں، تنظیم جن منصوبوں پر عمل کر رہی ہے ان میں سے چند کا ذکر یہاں ضروری ہے:

تعلیمی میدان میں:

(الف) وظائف: تنظیم اسکول، کالج اور یونیورسیٹی کی سطح پر ایسے ذہین طلبہ کی سرپرستی کر رہی ہے، جو غربت اور مالی بدحالی کے باعث تعلیمی اخراجات پورے نہیں کر سکتے، تنظیم اسلامک ڈیولپمینٹ بنک IDB اور وامی WAMY سے ایسے طلبہ کو وظیفہ دلانے میں مدد کرتی ہے، جو اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہوں، خصوصا طب، انجینیرنگ اور مطالعۂ اسلامی کے شعبوں میں۔

(ب) ماڈل مدرسہ پروجیکٹ: تنظیم نے چند ماڈل مدرسہ پرجیکٹ شروع کئے ہیں جن کا مقصد ایسے علماء کی تیاری ہے جو مسلمان آبادی کے لئے اپنی ذمہ داریاں پوری طرح سنبھال سکیں، اور مدرسوں کے لئے کئی پروگرام شروع کئے ہیں، جن میں رفتہ رفتہ نصاب کو عہد جدید کے نصاب سے ہم آہنگ کرنا بھی شامل ہے۔

(ج) مذہبی اداروں کی دیکھ بال: تنظیم ارکان کے کئی مدرسوں اور مساجد کو امداد فراہم کر رہی ہے تاکہ وہ اپنے اخراجات پورا کر سکیں، برما جیسے ملک میں باقی ماندہ مذہبی مدرسوں کو بچانا انتہائی اہم ذمہ داری ہے، جہاں مسلمان بچوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے اور تبلیغ کا کام جاری رکھنے کے لئے کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے۔

سماجی میدان میں:

(الف) فراہمی افراد: تنظیم غریب مسلمانوں، یتیموں، بیواؤں اور معذور افراد کو خوراک، ادویات اور کپڑے وغیرہ فراہم کرتی ہے، غریب مسلمانوں کو شدید ضرورت کے وقت نقد مالی امداد بھی دی جاتی ہے، تاکہ وہ شادی بیاہ، کفن دفن اور ایسے ہی دوسرے مواقع پر خود کو محتاج اور بے بس محسوس نہ کریں۔

(ب) صحت عامہ: تنظیم ایک موبائیل کلنک (گشتی شفاخانہ) کے ذریعے برما کے غریب مسلمانوں کو علاج کی سہولت فراہم کر رہی ہے، تنظیم نے غریب برمی مسلمانوں کے لئے کئی ہسپتال قائم کرنے کے منصوبے بھی بنا رکھے ہیں۔ اور اس سلسلے میں زمین بھی خریدی جا چکی ہے۔

(ج) قرضہ حُسنہ: تنظیم نے چند قابل اور ذہین افراد کو اپنے تجارتی ادارے قائم کرنے کے لئے قرضۂ حسنہ فراہم کیا ہے، یہ قدم انہیں معاشی لحاظ سے مضبوط بنانے کے لئے اٹھایا گیا ہے اور جب یہ قرضہ ایک متعین مدت میں واپس آجائے گا تو اسے ایسے دوسرے منصوبوں میں لگایا جائے گا۔

معاشی میدان میں:

(الف) تنظیم نے کم سرمایہ کاری کے چند منصوبے شروع کئے ہیں جن میں ماہی پروری، مرغ بانی اور مویشی بانی وغیرہ شامل ہیں، ان کا مقصد مسلمانوں کو معاشی لحاظ سے خوشحال بنانا ہے تاکہ وہ از جلد خود کفالت کی منزل پالیں۔

(ب) روزگار کی فراہمی: تنظیم مسلمان مزدوروں کے لئے روزگار کے مواقع فراہم کرنے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ ان کی معاشی اور معاشرتی حالت سدھر جائے۔

سیاسی پروگرام:

(الف) جہاد فی سبیل اللہ: ارکان میں صدیوں سے آباد رہنے اور ساڑھے تین سو سال

تک حکومت کرنے کے باوجود روہنگیا مسلمانوں کو غیر مسلم قابض اور غاصب قوتیں غیر ملکی قرار دیتی ہیں، ان کے ساتھ نہ صرف انتہائی بہیمانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے بلکہ ان کی بستیوں کو منظم انداز میں برباد کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے وطن سے بے دخل کئے جاسکیں، ان وحشیانہ اور غیر انسانی سلوک کے نتیجے میں مسلمانوں کی نصف آبادی بے وطن ہوکر در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کردی گئی ہے، روہنگیا مسلمان اس ظلم وستم پر صدائے احتجاج بلند کرتے رہے ہیں، لیکن غاصب نسل پرست حکمران کچھ سننے کو تیار نہیں، اب صورت حال اس موڑ پر آچکی ہے کہ روہنگیا مسلمان برما کے اندر ہر طرف سے مایوس ہوکر رہ گئے ہیں اور ان کے پاس آمادہ بجہاد ہونے کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہیں رہا، ارکان کی تحریک اسلامی مؤثر جہاد کے لئے پوری اور ہر ممکن تیاری کررہی ہے، اور یہ جہاد انشاء اللہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ اس مسئلہ کا کوئی منصفانہ اور پائدار حل سامنے نہ آئے۔

عالمی رائے عامہ کی ہمواری:

ارایس او امن وانصاف پسند ممالک تک اپنی آواز پہنچانے کی پوری کوشش کررہی ہے اور ان کی حمایت حاصل کرنا چاہتی ہے، تاکہ وہ روہنگیا قوم کی جدوجہد کے مقاصد سے آگاہ ہوسکیں، جو نسل پرستی، تعصب، ظلم وتعدی اور مسلمانوں کی نسل کشی کے خلاف جاری ہے، روہنگیا دنیا کے سامنے برما اور ارکان کی اصل صورت حال واضح کرنا چاہتے ہیں، تنظیم نے اس مقصد کے لئے دیگر مطبوعات کے ساتھ ساتھ انگریزی میں نیوز لیٹر (خبر نامہ) اردو میں انصاف اور انگریزی میں سہ ماہی انصاف کا اجراء کیا ہے۔

مسلمانانِ برما کا اتحاد:

ارایس او مسلمانوں کو اسلام کے پرچم تلے جمع کرنے کے لئے اپنی پوری قوت استعمال کرے گی، ہمیں احساس ہے کہ برما کی ہر مسلمان برادری صرف اپنے دین وایمان کے باعث ظلم وتشدد کی شکار ہے، ارایس او سارے مسلمانوں کی مدد کرے گی، تاکہ وہ ناانصافی کے خلاف جدوجہد میں کامیاب ہوں اور اس کی آزادی اور حقوق بحال ہوسکیں۔

برما کی دیگر انقلابی تنظیموں کے ساتھ یک جہتی:

تنظیم تمام انسانوں کی بقائے باہمی پر یقین رکھتی ہے، ہم ایسی دوسری تمام قوموں کے ساتھ دینے کو تیار ہیں جو نسل پرستی، ظلم، ناانصافی اور غیر ملکی بالادستی کو ارکان اور برما کی سرزمین سے مٹا دینا چاہتی ہوں اور ملک میں ایک عادلانہ، منصفانہ نظام لانے کے لئے کوشاں ہوں، ہماری تنظیم ارایس او ان تمام قومیتوں کی جائز جدوجہد میں تعاون کرے گی، جو برمی بالادستی کی خلاف کررہی ہیں، ارایس او برما میں تمام انقلابی تنظیموں کو قریب لانے اور ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار ہے، تاکہ ایک عظیم مشترکہ مقصد حاصل کیا جاسکے۔

مولانا سیف الاسلام کی سبکدوشی:

باوجودیکہ ارایس او مولانا سیف الاسلام صاحب کی قیادت میں روز ترقی کی طرف گامزن تھی، لیکن یہاں اقتدار کی رسہ کشی اور ناجائز چاہت وطلب کا فتنہ تنظیم کو آہستہ آہستہ گھن کی طرح کھا جارہا تھا، جوں جوں تنظیم ترقی کی اگلی منازل طے کررہی تھی توں توں اسے اندر ہی اندر میں اختلافات کی کشاکش کے گھن نے کھا کر کھوکھلا بنارہا تھا، آخر ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ تنظیم میں مولانا صاحب کی قیادت پر مطمئن لوگوں کی کمی محسوس کی گئی، مزید برآں پریشان کن باتیں یہ ہوئیں کہ تنظیم کے اندر سے مولانا موصوف کے ناقدین نے سر اٹھایا، بعض ناقدین نے ان کی پوری زندگی کو موضوع سخن بنایا، تو کسی نے اس سے بڑھ کر ان کی تعلیمی زندگی کا مذاق اڑایا، کوئی ان کے لڑکپن اور خاندان کا درپے ہوا تو کوئی ان کی حالیہ نجی زندگی کی کمزوریوں کو اچھالنا شروع کردیا، اب انہوں نے حالات کی نزاکت اور زمانہ کی چاہت وطلب کو بھانپ لیا، اور ۱۲/ستمبر ۱۹۸۸ء میں اپنے عہدہ سے سبکدوش ہوکر نائب امیر ڈاکٹر محمد یونس کو کسی امیر کے باقاعدہ انتخاب تک کے لئے قائم مقام امیر بنادیا۔

مولانا صاحب نے تحریری استعفی نامہ پیش کیا، اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آپ کا وہ خط درج کردیا جائے، جو آپ نے سبکدوشی کے بعد ارایس او کا ترجمان انصاف کے مدیر کے نام لکھا تھا۔

''جناب مکرمی ومحترمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے، گذارش یہ ہے کہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن ارکان (برما) کی امارت کی ذمہ داری عرصے سے اس بندۂ ناتواں پر رہی ہے، صلاحیت اور قابلیت کی کمی اور کمزور صحت کے باوجود جس حدتک ممکن ہوسکا اس ذمہ داری کو نبھانے کی کوشش کرتا رہا، اللہ تعالیٰ کے حضور یہ اقرار کرتا ہوں کہ کوشش کے باوجود حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا الحمدللہ اب جب کہ تنظیم پہلے کی نسبت قدرے مستحکم پوزیشن میں ہے، میں نے اس ذمہ داری کو دوسرے بھائی کی طرف منتقل کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے، اس انتقال ذمہ داری سے انشاء اللہ تنظیم کے لئے اچھے نتائج برآمد ہوں گے نیز یہ کہ اس عمل سے اپنی قوم کے سامنے یہ ثبوت بھی پیش کرنا مقصود ہے کہ ایک منتخب سربراہ اپنے عہدے سے سبکدوشی کے بعد نئے سربراہ کے ماتحت پوری اطاعت کے ساتھ کام کرسکتا ہے، میں نے قوم کی تنظیمی تاریخ مجبور ہوئے تھے، بلکہ اس بنا پر کہ کتاب اللہ ان سے اس جدوجہد کا تقاضا کرتی ہے، سابق امیر ایک نئے امیر کے ماتحت تنظیمی ذمہ داریوں کو حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے کر دکھائے''۔

خیر جو کچھ بھی ہو کہ مولانا سیف الاسلام نے درحقیقت چند مہینے نئے امیر ڈاکٹر محمد یونس کی امارت میں تنظیمی اور ملی ذمہ داری سرانجام دی تھی۔

ارایس او ڈاکٹر محمد یونس کی امارت میں:

سیف الاسلام صاحب کی سبکدوشی کے بعد وسط مدتی انتخاب کے نتیجے میں ڈاکٹر محمد یونس صاحب تنظیم کے امیر منتخب ہوئے، ڈاکٹر صاحب کے خلف اٹھانے کے بعد مرکزی مجلس عاملہ کے ارکان کے عہدوں اور اضافی ذمہ داریوں میں معمولی سی تبدیلی ہوچکی تھی:

۱	امیر اور ذمہ دار برائے امور خارجہ:	ڈاکٹر محمد یونس
۲	نائب امیر اور دعوت وتربیت کا ذمہ دار:	مولانا سیف الاسلام
۳	سکریٹری جنرل اور اطلاعات ونشریات کا ذمہ دار:	سعید الرحمٰن
۴	رکن اور تنظیمی ذمہ دار:	پروفیسر محمد زکریا
۵	رکن اور ذمہ دار برائے مالیات وامور مجاہدین:	اظہار میاں
۶	رکن وذمہ دار برائے تعلیم اور سماجی فلاح وبہبود:	عبدالرشید
۷	رکن بغیر اضافی ذمہ دار:	محمد علی
۸	رکن بغیر اضافی ذمہ دار:	ابوعظمت
۹	رکن بغیر اضافی ذمہ دار:	مسعود شبلی

ارایس او اور نشر واشاعت:

قلم درحقیقت ایک تند وتیز تلوار ہے، جس سے انسان اور انسانیت کا فائدہ بھی ہوسکتا ہے اور نقصان بھی، پرانے زمانے میں لوگ تیر وتفنگ، نیزوں، تلواروں سے جنگ لڑتے تھے، جدید دنیا نے جنگ کے لئے ایسا اسلحہ ایجاد کرلیا ہے جسے ہم صحافت کے روپ میں قلمی جنگ سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

صحافت کے روپ میں قلمی جنگ درحقیقت مؤثر اور شدید جنگ بن چکی ہے، صحافت کے ذریعہ انسانیت کے حق میں مثبت کام ہوسکتا ہے، لیکن اس کے برخلاف صحافت نے مغربی اوباشوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر انسانیت کا مذاق اڑاتے ہوئے تمام اخلاقی، دینی، روحانی اقدار کی ہولی کھیلی ہے، جس سے انسانیت کا شدید نقصان ہوا اور اب بھی ہورہا ہے، صحافت کی سب سے بڑی بدقسمتی یہودیوں کے عالمی صحافت پر قبضہ جمانے سے شروع ہوتی ہے، اب پوری دنیا کی تقریبا تمام صحافتی ادارے ان اوباشوں کے ہاتھ کے کھلونے بن چکے ہیں، خدا کرے کہ دنیا کو ایک بار ان ظالموں کے ظلم سے نجات مل جائے۔

الحمدللہ تعالیٰ ہماری قومی صحافتی ادارے نہ صرف ملک وملت کے خدمات کے لئے کوشاں ہیں بلکہ دنیا کی تمام باطل طاقتوں کے لئے ضرب کلیمی کی حیثیت رکھتے ہیں- البتہ بھولے سے خطا ہونا یہ تو تقاضائے بشری ہے، لیکن کسی کا اس پر تنقید اور تبصرہ صرف اور صرف اخلاص وللّٰہیت کی بنیاد پر ہونا چاہئے، تاکہ ملک وملت کی اگلی نسلوں کو اس سے فائدہ ہوسکے، معاندانہ تنقید وتبصرہ کو ہم جائز نہیں سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بغض وعداوت، کینہ وخودغرضی کی بیماری سے بچائے اور راہ راست پر چلنے کی توفیق سے نوازے-

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ قومی سطح پر ارایس او ہی پہلی تنظیم تھی جس نے میدان صحافت میں بڑھ چڑھ کر خدمات انجام دیں، جس نے انصاف، التضامن، خبرنامے، بوائس، الصوت، آئینے، کے علاوہ رہ رہ کر بہت سارے رسالے اور کتابیں شائع کی ہیں، ۱۹۴۷ء سے لے کر قومی خدمات کے لئے جتنی تنظیمیں بنیں اور بگڑیں ان میں ارایس او ہی واحد تنظیم ہے جس نے قومی سطح پر نشر واشاعت کے میدان میں اچھی خاصی خدمات انجام دیں، انصاف کا جوان ایڈیٹر مولانا سیف اللہ خالد کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنے دردبھرے اور پرجوش قلم سے ایک انوکھے انداز میں روہنگیا مسلمانوں کی مظلومیت کا گیت گایا اور دنیا کے حساس اور انصاف پسند انسانوں تک ان کے نالہ وبکاء اور آہ وفغاں کو پہنچایا اور ان کی دردبھری داستانوں کو ایک ایک کر کے رنگ بدل بدل دنیا کے سامنے پیش کیا اور قوم کے بے حس افراد کو جگایا اور جاگنے والوں کی اکثریت کو مصروف عمل بنایا ہے، مولانا کے علاوہ التضامن کے محترم مدیر ابواسد داروغہ اور میرر کے مدیر جناب ممتاز جمیل نے بھی قابل داد خدمات انجام دیں، جناب ممتاز جمیل کا صحافت سے جہاں تک تعلق ہے کہ انہوں نے میرر کے علاوہ بوائس اور نیوز لیٹر کی شکل میں اپنے قلمی جواہر پارے دنیا کے سامنے رکھے، ان کی خدمات کبھی بھی بھلائی جانے کی چیز نہیں ہیں، ارایس او نے عربی، اردو اور انگریزی کے علاوہ بنگالی اور برمی زبانوں میں بھی متعدد رسالے نکالے جس سے قوم وملت کا بہت فائدہ ہوا- ارایس او کی یہ تمام خدمات دراصل قابل داد ہیں-

لیکن ۱۹۹۰ء میں ارایس او نے اپنے ذرائع ابلاغ سے ایک خطرناک اور ضرررساں کام بھی کیا، جسے ہم ایک غلط اقدام سے تعبیر کرسکتے ہیں، یہ اقدام نہ صرف تنظیم کے لئے برا ثابت ہوا بلکہ پوری قوم اس بلائے ناگہانی سے نہ بچ سکی، ایک گوریلا تنظیم کو چاہئے کہ ہروقت ایسا کام کرے کہ جس سے قوم کو زیادہ نفع پہنچے اور یہ تو ایک امر مسلم ہے کہ ایک گوریلا تنظیم کے لئے ضروری ہے کہ کم سے کم میدان میں اترنے سے پہلے تک اپنی صلاحیت، قوت اور استعداد کو دشمن کی نظروں سے اوجھل رکھے، بعض مواقع پر اپنی صلاحیت واستعداد کو چھپائے رکھنے کے لئے انگنت چال چلتی اور پروپیگنڈے اور حکمت عملی کام میں لاتی ہے، لیکن ارایس او نے اس موقع پر اپنی صلاحیت کو چھپائے رکھنے کے بجائے اپنی طاقت کو نہ صرف دنیا کے سامنے ننگا کر دکھایا بلکہ دشمن کو ایک ایک کر کے اس کا گوشوارہ پیش کیا، واقعہ کبھی ایسا بھی ہوا کہ اس کے پاس موجودہ اسلحہ کی تعداد کو بیس گنے سے زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا، اور جواز یہ نکالا کہ ہماری طاقت سے دشمن کے دل میں رعب طاری ہوجائے گی، تاہم رعب طاری تو نہ ہوسکی لیکن اس کے برخلاف دشمن نے اس کی اچھی طرح خبر لی اور کام یہ بن پڑا کہ:

(۱) عملی اقدام سے پہلے سرزمین ارکان میں برمی افواج بہت کم تھیں اب برمی فوجی حکومت نے ایک زبردست اور مضبوط فوجی طاقت دوسرے علاقوں سے منتقل کر کے ہمیشہ کے لئے ارکان میں ڈال دی، جس سے مسلمانوں پر ظلم میں شدید اضافہ ہوا، نقل وحرکت منجمد اور مسلمانوں کی زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی، سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ ارایس او کی طرف سے اقدامات سے پہلے ارکان پر برمی افواج کا قبضہ اور بھی مضبوط ہوگیا-

(۲) حکومت بنگلا دیش شروع ہی سے اپنے علاقے میں روہنگیا مسلمان گوریلا گروپوں کی موجودگی کی منکر رہی ہے، اب برمی فوجی حکومت نے اپنے پرانے الزام دہراتے ہوئے کہا کہ حکومت بنگلا دیش برمی باغیوں کو پناہ دیتی ہے اور مختلف قسم کی سہولیات فراہم کرتی ہے، وقت نے ثابت کر دیا کہ نہ روہنگیا مسلمانوں کا کوئی کام ہوا اور کسی بھی مثبت نتیجے کے بغیر حکومت بنگلا دیش بھی ایک زبردست الزام کی ہوشکار گئی-

(۳) دنیا جانتی ہے کہ برمی حکومت اقلیتوں پر ظلم ڈھاتی ہے، مخصوص ارکانی مسلمانوں کو سرے سے ختم کرنے کی کوشش کرتی چلی جاتی ہے، لیکن اب کی بار ناجائز طور پر یہ کہہ کر عالمی رائے عامہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی کہ ارکان میں باغیوں کی سرکشی بڑھ گئی ہے، اس لئے لازمی طور پر برمی حکومت کو ان کی بغاوت کو کچلنے کے لئے ایک مضبوط فوجی طاقت لانی پڑی۔

(۴) علاوہ ازیں سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ کثرت افواج کے نتیجے میں ظلم وستم میں شدید اضافہ ہوگیا، نتیجہ یہ نکلا کہ ظلم وستم کی تاب نہ لا کر لاکھوں ارکانی مسلمان ہجرت کر کے بنگلا دیش چلے آئے تھے، جس سے ملک وملت، دین ومذہب، قوم اور وطن کا زبردست نقصان ہوا جس کی تفصیلات شاید مجلدات کی شکل میں قلم بند ہوسکتی ہیں، روہنگیا مسلمانوں کا دینی، ملی، سماجی، ثقافتی، علمی، روحانی، معاشی، اقتصادی، غرض ہر ایک شعبہ میں نقصان ہوا، جس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔

۱۹۹۴ء میں جہاد کا نعرہ:

جہاد کے لئے استطاعت کی بڑی ضرورت ہوتی ہے، استطاعت یا قوت کی اہمیت جہاد میں کتنی ہے وہ تو الگ بات ہے، ار ایس او نے حصول استطاعت کے لئے شروع ہی سے کوشش کی، تنظیم مولانا سیف الاسلام کی صدارت کے آخری زمانے میں چند جدید قسم کے چھوٹے اسلحے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی، اس جدید قسم کے ہتھیار کے حصول سے بھی قبل چند ٹوٹے پھوٹے رائفلوں اور مشین گنوں سے ایک چھاونی سرحد میں بنائی گئی تھی۔ اب جدید قسم کے چند ہتھیار آئے تو کارکنوں نے اسے امداد الٰہی سمجھتے ہوئے راہ جہاد میں اپنی اپنی کوششیں تیز کردیں، باوجودیکہ ار ایس او کو ۱۹۸۶ء سے اقتدار کی رسہ کشی کے جراثیم اندر ہی اندر میں کھا کر کھوکھلا بنا رہے تھے، پھر بھی بعض اعلیٰ ممبروں کے صبر وتحمل کے نتیجے میں تنظیم کسی معنی میں مستحکم پوزیشن میں چلی گئی۔ یوں تو لوگ کہتے ہیں کہ مولانا سیف الاسلام نے تنظیم کو مادی ترقی سے آشنا کرایا اور بعد میں ڈاکٹر محمد یونس کی زیر صدارت تنظیم مادی اعتبار سے اوج کمال پر پہنچی، مگر میں کہتا ہوں کہ تنظیم صرف دو ایک آدمی کا نام نہیں ہوتی، ایک تنظیم کے

عروج وزوال میں کارکنوں اور ممبروں کے سر ہوتے ہیں، البتہ یہ کہنا بجا ہے کہ فلاں کی صدارت میں تنظیم اس پوزیشن میں ہوگئی تھی۔

اب ارکان میں ظلم واستبداد کی چکی بڑے زور سے گھوم رہی تھی، مسلمانوں کی پریشانیاں حد سے بڑھ چکی تھیں، لوگ منتشر الخیالی اور سراسیمگی کے عالم میں آوارہ پھر رہے تھے، لاکھوں کی تعداد میں مسلمان بنگلا دیش میں پناہ گزین ہو چکے تھے، ہر طبقہ کے لوگ حیران اور ششدر تھے،

ادھر مسلمانوں کی حالت ابتر سے ابتر ہو چکی تھی، ادھر برمی افواج ارکان میں اپنی پوزیشن سنبھال چکی تھیں، ارکان میں جدید انداز کی چند برمی فوجی چھاونیاں تعمیر ہو چکی تھیں، ایک طرف مسلمانوں کو خطرات اور مصیبت کے بھوت آنوچھے تھے، تو دوسری طرف روز مضبوط اور مستحکم افواج کی تعداد بڑھ رہی تھی، بالآخر ارکان میں فوج کی تعداد دس گنے ہو چکی، مسلمانوں کے معاشی، اقتصادی، ملی، روحانی، تعلیمی، ثقافتی حالات ابتر سے ابتر ہو چکے تھے، لوگوں کے دل، دماغ، ذہن، عقل، قلب وجگر مفلوج ہو چکے تھے، الحاصل آسمان نے اس نوعیت کی مصیبت ارکان کے خوب صورت چہرہ پر شاید دیکھی ہوگی۔

ایسے حالات میں ار ایس او نے جہاد کے لئے نفیر عام کا اعلان کر دیا، ارکانی مسلمانوں کے بچے بچے تک جہادی پروگرام میں شریک ہونے آرہے تھے، اسکولوں، مدرسوں کے چھوٹے چھوٹے طلبہ تک جہادی پروگرام میں شریک ہو رہے تھے، معسکر میں پانچ سال سے لے کر پچیس سال تک کے طلبہ دیکھے جا رہے تھے، ہر کجا جہاد کا ولولہ تھا، جذباتی افراد جہاد کے نشے میں چور اور دانشور حضرات پروگرام جہاد میں رنجور تھے، اب کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے کے سوالات نے لوگوں کے دل ودماغ کو گھن کی طرح کھائے جا رہا تھا، ادھر کیمپ میں جہادی پروگرام کا دھوم تھا تو ادھر ارکان سے جتنے افراد بشمول طلبہ کے جہادی پروگرام میں شریک ہونے آئے سب کے سب بغاوت کے جرائم کے ملزم ہو کر ہمیشہ کے لئے جلاوطن ہو رہے تھے، اب ہوا یہ تھا کہ:

(۱) شرکت کے چند ماہ بعد بعض طلبہ اور بعض چھوٹے بچے جہادی پروگرام سے تاب نہ لاکر اور بعض مستقبل سے نا امید ہوکر تنظیم سے بھاگ نکلے، اب ان کے لئے مادر و پدر کے آغوش محبت تھے اور نہ ملک وطن کے سایۂ شفقت، وہ غریب الدیار ہوکر اپنی زندگی پر رنجور اور انقلاب سے ہمیشہ کے لئے مایوس ہوکر آوارہ پھر رہے تھے۔

(۲) چند سال گذر جانے کے بعد جب جہاد کی کرن دور دور تک نظر نہ آ رہی تو ضعیف اور بچے تو بچے مضبوط اور توانا افراد بھی بھاگنے شروع کر دیئے، بالآخر جہاد کئے بغیر ہزاروں افراد کی قوت سے محروم ہوکر ۱۹۹۵ء تک تنظیم صرف دوڈھائی سو افراد پر محدود ہوگئی تھی، اس مرتبہ سب سے زیادہ نقصان طلبہ کا ہوا، جنہوں نے اپنی اپنی پڑھائی کو خیرباد کہہ کر جہاد کے پروگرام میں شرکت کی تھی۔ یہ صرف ان کے لئے نقصان نہ ہوا، بلکہ نقصان ملت وملک کا ہوا، جس کی تلافی کبھی ممکن نہ ہوسکے گی۔

معلوم نہ ہوسکا کہ ارایس او نے نفیر عام کے اعلان کر کے چھوٹے چھوٹے طلبہ کو پڑھائی سے محروم کر کے جہادی پروگرام میں کیوں شریک کیا؟ حتی کہ کبھی ایسا بھی دیکھا گیا تھا کہ افراد کی تعداد اسلحہ کی تعداد سے کوئی چالیس گنے زیادہ تھی، نہ جانے تنظیم نے ایسا پروگرام کیوں بنایا؟ جب کہ مضبوط اور توانا افراد کے ہاتھ میں اسلحہ دینے کے لئے اتنے اسلحے تنظیم کے پاس نہ تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے دکھاوے کے علاوہ مادی فائدہ ضرور ہوا، لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کے فائدے کو فائدہ نہیں کہا جاسکتا، بلکہ سیاسی اور انقلابی نقطۂ نظر سے ہم اسے قومی، ملی، سیاسی، سماجی، تعلیمی، ثقافتی نقصانات ضرور کہہ سکتے ہیں، بعض کارکنوں نے جواز ایسے نکالنے کی کوشش کی کہ ہزاروں سے سو افراد بچے تو بھی بہت زیادہ ہے، یہی گوریلا تنظیم کی طبیعت ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ کم سے کم ایسی گفتگو ان طلبہ کے حق میں جائز نہیں جنہیں جہاد کے پروگرام دے کر تعلیم سے محروم کر دیا گیا تھا۔

ارایس او میدان کارزار میں:

ارایس او کے معسکر میں گوریلا تربیت چند مرتبہ ہوئی، ہزاروں افراد یہاں سے تربیت

پائے، مارچ ۱۹۹۴ء کا دن تھا کہ ارایس او کی مجلس عاملہ میں میدان کارزار میں اتر کر جہاد کرنے پر گفتگو شروع ہوئی، دوران گفتگو ایسی باتیں سامنے آئیں کہ جوشیلے نوجوان جہاد نہ ہونے پر نالاں ہیں، اور ان کی طبیعتیں آہستہ آہستہ بجھی بجھی سی ہو رہی ہیں اور بہت سارے نوجوان کی آنکھوں میں جہاد کی کرن دور دور تک نظر نہ آنے کی وجہ سے وہ تنظیم سے نکل بھاگے، اور معسکر میں موجود ننانوے فیصد جوشیلے نوجوان جہاد کرنے کے حق میں گن گا رہے ہیں، ایسے حالات کے پیش نظر ارایس او کے بعض اعلی کارکنوں کی رائے یہ تھی کہ جلد از جلد میدان کارزار میں اتر کر جہاد کرنا چاہئے، مجلس عاملہ میں مخصوص امیر تنظیم ڈاکٹر محمد یونس صاحب بروقت جہاد کرنے کے حق میں زور دے رہے تھے، لیکن نائب امیر جناب مولانا سیف الاسلام صاحب اور ان کے ہم خیالوں نے ارایس او کے موجودہ حالات میں جہاد کرنے پر پریشان تھے، ان کا کہنا تھا کہ ارایس او کے پاس ابھی اتنی تیاری نہیں ہے جس کے سہارے میدان کارزار میں اتر کر کام کیا جاسکے، لیکن ڈاکٹر صاحب اور ان کے خلیفوں نے انہیں بزدل اور سست کہا۔ بالآخر بات جہاد کے حق میں طے پائی تھی۔

جہاں تک معلوم ہوسکا کہ تنظیم میں ایک سیف اللہ نامی غیر ملکی کمانڈر نے ڈاکٹر صاحب کو مشورہ دیا کہ میدان کارزار میں اترنے سے پہلے تنظیم کا پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ مجاہدین کے پہنچنے والے علاقے میں خفیہ طور پر رسد اور دیگر سروسامان دفن کر دیا جائے۔ ان کی مخالفت میں جب یہ کہا گیا کہ جناب ارکان کی زمین افغانستان کے علاقوں کی طرح نہیں ہے، افغانستان ایک خشک علاقہ ہے جب کہ ارکان سرسبز وشاداب ہونے کے علاوہ یہاں کے موسم اور آب وہوا میں نمی بھی ہے، موسم برسات کے علاوہ یہاں وقت وقت پر موسلادار بارش ہوتی ہے، اگر سامان دفن کرنے کے بعد بارش ہوئی تو سارے سامان سڑ جائیں گے، لیکن جوشیلے لوگوں نے جذبات میں چور ہوکر کسی کی نہ سنی اور مجاہدین کے وہاں پہنچنے سے پہلے لاکھوں رقوم ارکان پہنچائی گئیں، تاکہ ان کے لئے سامان اور رسد بروقت فراہم کیا جاسکے، اس کے بعد یہاں تمام مجاہدین کو چھ گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔

ادھر امیر تنظیم ڈاکٹر محمد یونس صاحب کی خواہش تھی کہ وہ علاقۂ منگڈو کی سمت جنوب سے جانے والی جماعت کے ساتھ ہوں، لیکن زبردست یارانہ مخالفت کی گئی، جس کے نتیجے میں ڈاکٹر صاحب کا اس گروپ کے ساتھ جانا ملتوی ہوگیا، مگر انہوں نے جلد فیصلہ کرلیا کہ وہ بذات خود کمانڈر بن کر منگڈو کی سمت شمال سے جانے والی جماعت کے ساتھ میدان میں اتریں گے، بالآخر معاملہ ویسا ہوا، مگر میدان کے پر کٹھن حالات اور شدائد سفر جہاد نے ان کی قوت کو زبردست چیلنج کردیا، جس کے نتیجے میں ڈاکٹر صاحب کو میدان سے جلد واپس آنا پڑا۔ اور اسی جماعت کا کمانڈر سعید احمد کو بنایا گیا تھا، جس کی قیادت میں اسی جماعت نے میدان میں بہت کچھ کر دکھایا، جو درحقیقت داد دیئے جانے کے قابل ہیں۔

ادھر نائب چیف آف کمانڈر جناب شبیر احمد کی قیادت میں ایک جماعت موضع ہیم سری سے بذریعۂ چھوٹا جہاز جنوب منگڈو کے لئے روانہ ہوگئی، ابھی ارکان کے ساحل پر اترنا تھا کہ یکایک موسمی طوفان نے جہاز کی خبر لی اور لطمۂ موج وطلاطم کے شکار ہوکر جہاز ڈوبتے ڈوبتے کسی طرح ساحل پر اتر سکا، حوادث اور مصائب کے شکار مجاہدین تو طوفان سے کسی طرح بچ نکلے، لیکن جہاز اور ضروری ساز وسامان غرق آب ہوگئے تھے، ابھی ساحل پر اترے ہوئے نڈھال مجاہدین قدم سنبھالے بھی نہ تھے کہ یکایک ان پر مسلسل حملہ شروع ہوگیا تھا، بات ایسی ہوئی کہ حوادث ومصائب کے شکار مجاہدین جو نڈھال اور بدحواس تھے ان پر تازہ دم مضبوط دشمن کا مسلسل حملہ شروع ہوگیا، تو تمام مجاہدین کو حالات نے ناسمت شناس مسافر بنادیا، ویسے تقریبا تمام مجاہدین بشمول کمانڈر شہید ہوگئے، ادھر بحری راستے سے جانے والے مجاہدین کی مسلسل پریشان کن خبریں آنی شروع ہوگئی تھیں، ادھر دوسری تیسری سمت سے جانے والی جماعتوں پر سراسیمگی کی حالت چھاگئی، اور ہر طرف آہ وفغاں کا سماں چھا گیا، صرف مجاہدین کے رشتہ دار نہیں بلکہ خود ڈاکٹر محمد یونس صاحب بھی حیران اور ششدر رہ گئے، جس نے کم سے کم پروفیسر زکریا صاحب کے زیرکمان جانے والی جماعت کی راہ رکی، بالآخر یہ جماعت اپنی منزل تک نہ پہنچ سکی تھی، درحقیقت ہماری تاریخ جہاد میں یہ ایک کرب وبلا کی داستان تھی، جس

کی تفصیلات کم سے کم ایک جلد میں سما سکتی ہیں۔

البتہ سمت شمال سے جانے والے مجاہدین نے اپنی اپنی بہادری کا لوہا منواتے ہوئے سینکڑوں برمی فوجوں کو جہنم میں پہنچادیا، وہاں ایک درجن سے زیادہ جنگ ہوئی اور ہر مرتبہ جیت اور میدانمجاہدین کے ہاتھ رہا، کہتے ہیں کہ اگر سمت جنوب سے جانے والے مجاہدین بھی ان کے ہم رکاب رہے ہوتے تو ارکان کی تاریخ میں رنگ آیا ہوتا، مزید برآں سمت جنوب سے جانے والے مجاہدین ہر اعتبار سے شمال والوں سے مضبوط اور توانا تھے، ان کے پاس بہترین اسلحے تھے، اور ہر ایک نوجوان نسبتا توانا تھے، لیکن قدرت کو ایسا منظور تھا کہ چند کے علاوہ تمام کے تمام مجاہدین شہید ہوگئے۔

ادھر ابوسعید، ابو صالح، اور نور الاسلام پر حکم تھا کہ منگڈو میں چند دھماکے کرکے جلد علاقۂ منگڈو کے جنوب والوں سے جڑ جائیں، لیکن منگڈو میں دو تین دھماکے کرنے کے بعد انہیں سمت جنوب کے مجاہدین کی حالت زار نے اپنی جان بچانے پر مجبور کردیا، یوں وہ جان ہاتھ لے کر مرکز کو واپس آئے، اب ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ان سمت جنوب سے جانے والے مجاہدین کی ناکامی کے ظاہری اسباب پر نظر ڈالی جائے، تاکہ آنے والی نسلیں اس سے سبق سیکھ سکیں۔

ناکامی کے ظاہری اسباب:

(۱) اس وقت جہاد کرنے پر تمام لوگ متفق نہ تھے، جس سے منتشر الخیالی کے بھوت کو تقویت پہنچی تھی۔

(۲) سمت جنوب سے گئے ہوئے مجاہدین کی اکثریت بحری سفر سے ناتجربہ کار تھے، یوں بحر میں اترتے ہی ان کے سر میں چکر آ گیا، مزید برآں انہیں طوفان نے نڈھال بنادیا تھا۔

(۳) حکومت کے جاسوس ہر جگہ پھیلے ہوئے تھے، یوں مجاہدین کی ہر حرکت ونقل سے دشمن باخبر تھے، ابھی ان نڈھال مجاہدین کے قدم ساحل پر لگا ہی تھا کہ یکایک ان پر زبردست حملہ شروع ہوگیا۔ اور تاب نہ لاکر اکثر مجاہدین قافلے سے بچھڑ گئے اور

ان کی جمعیت ختم ہوگئی تھی۔

(۴) جماعت میں جغرافیائی حالات سے واقف آدمی تو تھے، لیکن جب جمعیت ختم ہوگئی تو بعض مجاہدین کو جغرافیائی حالات کی نا آشنائی نے ہلاک کر دیا تھا۔

(۵) بعدازاں جن وفاداروں نے سامان رسد دفن کیا ان سے مجاہدین کا رابطہ نہ ہوسکا اور بعض مجاہدین کو بھوک اور پیاس اور فقروفاقہ کی عفریت نے کنگال بنا کر نوچ کھایا۔

(۶) اور جن مکاروں اور دغابازوں کے پاس سامان رسد کے لئے پونجیاں پہنچی تھیں، انہوں نے پیسے ہضم کرنے کے لئے ہر چند کوشش کی اور مجاہدین کے وہاں پہنچنے سے پہلے دشمن کو باخبر اور مطلع کر دیا، جس سے مجاہدین کا زبردست نقصان ہوا تھا۔

(۷) مجاہدین اور عوام کے درمیان ایک قسم کی دیوار کھڑی کر دی گئی تھی، یعنی حالات کو ایسا بنا دیا گیا کہ کسی بھی قیمت میں عوام اور مجاہدین کے درمیان تعلقات پیدا نہ ہوسکے، اور عوامی تعاون ختم کرنے کی جتنی ممکنہ حکمت عملی ہوسکتی تھی وہ سب استعمال میں لائی گئی تھی، علاوہ ازیں بعض مجاہدین گاؤں میں اترے تو ان کی جان ہلاکت میں پڑ گئی، غداروں نے پکڑ کر انہیں دشمن کا حوالہ کر دیا اور وفادار بھی خاموش تماشائی بنے رہنے پر مجبور ہوگئے۔ جو کچھ بھی کیوں نہ ہو سمت جنوب سے مجاہدین کا میدان پر اترنا صحیح نہ ہوا، ارایس او نے ایسی حکمت عملی اپنائی کہ جو آئین جنگ کی سراسر خلاف تھی، جس سے نہ صرف تنظیم کا نقصان ہوا بلکہ قوم کو پھر ایک بار ناامیدی، مایوسی، منتشر الخیالی، سراسیمگی کی عفریت نے نوچ کھایا، یہ ایک ایسا نقصان تھا جس کی تلافی کم سے کم قریبی مدت میں ممکن نہیں ہوسکی۔

عوام پر مظالم:

یوں تو ارکانی مسلمانوں پر ۱۹۴۲ء سے مظالم کی آگ برسائی جارہی ہے، لیکن اب کی بار ۱۹۹۴ء میں جب ارایس او کے مجاہدین نے سرزمین ارکان پر قدم رکھا تو مسلمانوں پر نیند حرام کر دی گئی، اور تمام علاقہ کو جہنم کے غار میں تبدیل کر دیا گیا، مسلمانوں پر ایسے مظالم ڈھائے گئے، جس کے تصور سے دل دہل جاتا اور کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے۔ آسمان ارکان نے اس نوعیت

کے مظالم شاید اس سے پہلے دیکھے ہوں گے، بستیوں کو اجاڑا گیا، مسجدوں، مدرسوں کو مسمار کیا گیا، ہزاروں ماؤں اور بہنوں کی عصمت کی ہولی کھیلی گئی، عالموں، مرشدوں، مبلغوں کو ذلیل ورسوا کیا گیا، بوڑھوں بچوں سے بیگار لیتے ہوئے انہیں جان سے مارا گیا غرض ان سارے مظالم کی تصویر کشی تو نہیں ہوسکتی پھر بھی صرف خیر مورا فارہ (بوسیدنگ) کے ایک دل دوز واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بے گناہوں پر کس طرح مظالم ڈھائے گئے تھے۔

بوسیدنگ ٹاؤن شپ سے کوئی گیارہ بارہ میل سمت جنوب پر ایک گاؤں آباد ہے، خیر مورہ فارہ نامی اس گاؤں کو عالموں اور مبلغوں کا چمن کہلایا جاتا تھا، علاقہ بوسیدنگ کی سمت جنوب کو جانے والے چند مجاہدین اس گاؤں میں اترے تو چند لوگوں نے دل کھول کر آؤ بھگت کی، حتی کہ تمام مجاہدین کو ایک خوب صورت بیل ذبح کر کے کھانا کھلایا، مجاہدین کے غائب ہوجانے کے بعد برمی افواج گاؤں پر آئیں اور ظلم کی ایسی چکی چلائیں کہ جس کے نتیجے میں ہزاروں بے گناہ بچے، خواتین شہید ہوگئیں، جس سے سرزمین ارکان کی زمین نہیں بلکہ آسمان بھی رویا، باوجودیکہ بعض جذباتی عوام کی اس طرح کی حرکت جذباتیت اور ناعاقبت اندیشی پر مبنی تھی ہی مگر مجاہدین کا اقدام بھی گوریلا جنگ کی حکمت عملی سے ناواقفیت پر مبنی تھا اور ان کا یہ اقدام میدان کارزار میں بچپناہٹ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، البتہ نقصان مجاہدین کا تو بروقت نہ ہوا، لیکن گاؤں کے بے گناہ افراد ظالموں کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ یوں سینکڑوں افراد کی جانیں ہلاک ہوگئیں، جن سے عوام میں درماندگی، مایوسی، اور ناامیدی اور بدحواسی کی فضا چھا گئی تھی۔

اضمحلال اور سدھار:

میدان جہاد میں ظاہری ناکامی کے بعد ارایس او کا قوی مضمحل ہوگیا تھا، ایک طرف میدان میں بہتوں مجاہدین بشمول نائب کمانڈر شبیر احمد شہید ہوئے تو دوسری طرف مجلس عاملہ میں اختلافات شروع ہوچکے تھے، بالآخر مجلس عاملہ کے اکثر ارباب بست وکشاد ڈاکٹر صاحب سے نالاں ہوکر بچھڑ گئے، تاہم پریشان کن حالات کو ٹھیک کرنے کی کوشش

کی گئی تھی مگر کوشش رائگاں گئی، بالآخر ارالیس او دو دھڑوں میں منقسم ہوگئی تھی- ڈاکٹر صاحب کے دھڑے میں تو ڈاکٹر صاحب امیر رہے اور بچھڑ جانے والے دھڑا کے امیر جناب پروفیسر محمد زکریا کو بنایا گیا تھا، بعدازاں ہرایک دھڑا اپنے کو میدان میں ارالیس او کا نمائندہ کہلانا شروع کردیا، باہمی جنگ اور کشمکش کی یہ فضا ۱۹۹۴ء کے اواخر تک رہی، اس کے بعد دسمبر ۱۹۹۸ء میں ارالیس او کا دونوں دھڑا اور ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ نے متحد ہوکر ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن ARNO کے نام سے متحدہ محاذ بنالیا- تو ارالیس او کے دونوں دھڑوں کے درمیان کی رسہ کشی ختم ہوگئی-

مولانا دین محمد صاحب داروغہ ڈیلوی کی اچانک وفات ہوگئی تو ۲۰۰۵ء کے بعد روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن چند گروپوں میں تقسیم ہوگئی، تاہم ان میں سے ایک مسلح گروپ جو تھا اس کی قیادت مولانا سلیم اللہ مرنگلوی کے بعد مولوی سلامت اللہ تمنگ چنگی، ڈاکٹر دین محمد بن علامہ سید الامین منگنماوی کررہے تھے، حالیا اس کا لیڈر ماسٹر محمد ایوب سمجھے جاتے ہیں-

☆☆☆

روہنگیا اسلامی محاذ (RIM)

۱۴۱۵ھ میں پاکستان میں زندگی گذارنے والے چند افراد نے اس تنظیم کا اعلان کیا، جن کے سرخیل مولانا عبدالحمید صاحب تھے، اور اس تنظیم نے اپنے اعلانیہ میں کہا کہ روہنگیا جمعیت علمائے اسلام، اتحاد المجاہدین الاسلامی، حرکۃ الجہاد الاسلامی اور روہنگیا مہاجرین ارکان کے درمیان باضابطہ انضمام ہوچکا ہے، سردست ہر جماعت سے پانچ نمائندوں پر مشتمل ایک مجلس شوری تشکیل دی گئی ہے جس میں مولانا محمد ذکی صدر، اور مولانا محمد اسماعیل نائب صدر اور مولانا عبدالحمید صاحب کمانڈر مقرر ہوئے-

اس تنظیم کے متعلق ناقابل بیان بہت سی باتیں کان میں آئیں، آخر کار ہوا یہ ہے کہ اتحاد

بہت دن باقی نہ رہ سکا کہ ان قائدین کے درمیان نہ جانے کس پریشانی کی بنیاد پر رسہ کشی شروع ہوگئی، جس کے نتیجے میں اتحاد پاش پاش ہوا، اور پاش پاش شدہ ایک گروپ کے سرخیل تب بھی مولانا عبدالحمید صاحب تھے، جو اس محاذ کی نمائندگی کررہے تھے- روہنگیا اسلامی محاذ اپنے تعارف نامہ میں بیان کرتی ہے کہ:

> ''روہنگیا اسلامی محاذ روہنگیا مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم ہے جو اس بات پر کامل یقین رکھتی ہے کہ ضلالت وشقاوت کی زندگی سے شہادت کی موت بہتر ہے اور روئے زمین کے کسی بھی خطے میں بسنے والے انسانوں کے جملہ حقوق کے تحفظ اور ان کی فراہمی کی یقینی ضمانت اسلامی نظام میں موجود ہے، اس لئے روئے زمین میں امن وامان کے قیام اور معاشرتی، تمدنی، ثقافتی ودیگر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق انسانوں کے تمام حقوق کی بحالی کی خاطر اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لئے بھرپور اور موثر جدوجہد کررہی ہے، روہنگیا اسلامی محاذ اپنے ہداف کے حصول کے لئے ٹھوس پروگرام اور واضح لائحۂ عمل رکھتی ہے، جس میں تمام فیصلے دانشور علماء پر مشتمل مجلس شوری خالصۃ تحقیق اور استدلال کے ذریعے اکثریت کی بنیاد پر کرتی ہے، جہاں بین الاقوامی اجتماعی حقوق اور علاقائی وشخصی حقوق کا تعین حق طلبی وحق بینی کے معتدل اور سنہرے اصول کے پیش نظر کیا جاتا ہے''

منشور واہداف:

(۱) روہنگیا اسلامی محاذ اللہ تعالیٰ کو بلاشرکت غیرے مختار کل مانتی ہے اور اس کی وحدانیت اور حاکمیت پر غیر متزلزل اعتقاد رکھتی ہے اور حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہونے پر یقین رکھتی ہے-

(۲) تمام صحابۂ کرام کو معیار حق وصداقت جانتے ہوئے اوران کے نقش وقدم پر چلتے

ہوئے اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کے صحیح عقائد ونظریات کی تبلیغ واشاعت کرنا۔

(۳) قرآن مجید اور احادیث نبویہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کی روشنی میں نظام حیات کے تمام شعبوں میں مسلمانوں کی دینی رہنمائی کرنا۔

(۴) علمائے اسلام کو ایک مرکز پر جمع کر کے اقامت دین اور اشاعت اسلام کے لئے منظّم جدوجہد کرنا اور اس مقصد کے حصول کے لئے علمائے دین کی رہنمائی میں مسلمانوں کی منتشر قوتوں کو جمع کرنا۔

(۵) اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جاری غیر اسلامی نظریاتی اور ثقافتی یلغار کی موثر مدافعت کرنا اور مسلمان قوم کو ان کے برے اثرات ومضمرات سے آگاہ کرنا۔

(۶) اسلام دشمن قوتوں اور شر پسند لابیوں کا تعاقب کر کے ان کی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کرنا منکرات وفواحش سے پاک اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے جدوجہد کرنا۔

(۷) ارکان کے مظلوم مسلمانوں کی مذہبی وسیاسی آزادی کے لئے عملی جدوجہد کرنا اور خطہ میں نفاذ اسلام کے ذریعے ان کے حقوق کو تحفظ دینا۔

(۸) دنیا بھر کی ہر ایسی تنظیم سے عموماً اور جہادی وانقلابی تنظیموں سے خصوصاً تعاون استعانت کے لئے مختلف شعبوں سے متعلق وفود کا تبادلہ کرنا اس طرح باہمی اشتراک عمل سے اسلام کی حقانیت کو پوری دنیا میں اجاگر کرنے اور عالم اسلام میں عملی اتحاد کو فروغ دینے کے لئے راہ ہموار کرنا۔

(۹) خطہ ارکان میں مصروف عمل تمام تنظیموں کو منظّم ومتحد کرنے کے لئے پرخلوص کوشش کرنا۔

(۱۰) اپنے تمام اراکین کے لئے جہاد کی عملی تربیت کو لازمی پروگرام کے طور پر اپنانا۔

(۱۱) مسلمانوں میں جذبۂ دعوت وجہاد پیدا کرنا اور انہیں اپنی حریت وملی اتحاد کے لئے تیار کرنا۔

(۱۲) ارکان کے مظلوم مسلمانوں کے لئے شعبۂ خدمت خلق کے تحت بے سہارا یتیم، مسکین، بیماروں اور دیگر حاجت مندوں کی کفالت وضروریات پوری کرنے کے لئے بھرپور سعی کرنا۔

(۱۳) شعبۂ تعلیم وتربیت کے تحت مختلف جگہوں پر تعلیمی سنٹر، مکاتب اور تعلیمی اداروں کا قیام۔

مجلس اور شعبہ جات:

تنظیم کے چار اساسی شعبہ جات کا اعلان کیا گیا تھا۔

(۱) مجلس شوری (۲) مجلس عاملہ (۳) مجلس محتسبہ (۴) مجلس عدلیہ۔

شعبۂ جہاد، شعبۂ تعلیم وتربیت، شعبۂ نشر واشاعت، شعبۂ دعوت وارشاد، شعبۂ خدمت خلق بھی تنظیم کے تعارف نامہ میں دیکھا گیا ہے۔

روہنگیا اسلامی محاذ کا امیر شروع ہی سے مولوی عبد الحمید صاحب رہے، آپ سالوں افغان جہاد میں شریک رہے، پھر پاکستان سے سعودی عرب گئے، وہاں حالات کی نزاکت دیکھ کر پاکستان چلے گئے، تادم تحریر وہیں موجود ہیں۔

☆☆☆

حرکۃ الیقین (ARSA)

۲۰۱۱ء میں منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) کے زیر سائے ارکان روہنگیا یونین (ARU) کے قیام عمل میں آیا تو مگھ اور برمی عنصریت پسند عناصر خائف ہوگئے، انہوں نے یہی سمجھا کہ مسلم ممالک کے تعاون سے ارکان کے روہنگیا مسلمان ارکان پر قبضہ کرلیں گے، تو یہ شر پسند ایک راہ کے متلاشی ہوگئے کہ اس سے قبل ارکان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے، ضرورت ہے کہ یہاں سے مسلمانوں کو ہی سرے سے ختم کردیا جائے۔

دراں حالیکہ برمی اقتدار پر جنرل تھین سین کا قبضہ تھا، یکا یک ۲۰۱۲ء میں تنگوپ کے علاقے میں مسلمانون پر الزام لگایا گیا کہ کسی مسلمان نے ایک مگھ دوشیزہ کو زنا بالجبر کے بعد قتل کردیا ہے، (یادرہے کہ بعض مبصرین کا کہنا تھا کہ دراصل ایک منصوبہ بند سازش کے تحت مذکورہ زنا بالجبر پھر قتل کا دھنڈورا پیٹا گیا تھا، جب کہ بعض لوگوں کا یہی بیان ہے کہ زنا بالجبر اور قتل تو ہوا لیکن یہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں بلکہ اس کا مرتکب خود ایک مگھ اوباش تھا) تو اس کے چند دن بعد اسی تنگوپ کے مقام پر جماعت تبلیغ کے دس برمی نژاد داعیوں جو ارکان سے براہِ خشکی رنگون کی طرف سفر کررہے تھے کو مگھوں نے بڑی بے دردی سے قتل کردیا، تو ان واقعات کو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت دونوں ہم سایہ قوموں کے مابین اشتعال کا سبب بنایا گیا۔

اب مسلمانوں نے اس دردناک قتل کے بعد ارکان کے بعض مقامات میں مظاہرے کئے، جن میں منگڈو ٹاؤن کا مظاہرہ نا قابلِ فراموش ہے، جس میں اطراف کے مسلمان بھاری تعداد میں جمع ہوئے، اور مظاہرے کے دوران حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ اس بے دردی سے قتل کئے گئے داعی مسلمانوں کے قاتلین کو انصاف کی کٹھری میں لایا جائے، لیکن ان پر امن مظاہرین کو پولیس نے بزور طاقت روکنے کی کوشش کی تو مظاہرینا ور بھی مشتعل ہوگئے، اور پولیس پر حملہ کردیا گیا، جس کے نتیجے میں ایک روایت کے مطابق ایک یا دو پولیس مارے گئے، اب پولیس نے فائرنگ کی تو مظاہرین میں سے چند افراد شہید ہوگئے۔

پھر ہوا کیا کہ یہاں امن وآمان کو بحال کرنے کے بجائے مظاہرہ اور پولیس پر حملے کو سبب

بنا کر برمی اور مگھ فوج بشمول مگھ شر پسند عناصر دندناتے ہوئے میدان میں آگئی، مسلم بساتین میں گھس کر ہزاروں گھر جلا دیئے گئے، بستیوں کی بستیوں کو اجھاڑا گیا، ساتھ ہی ساتھ قتل عام شروع کردیا گیا، جس کے نتیجے میں سینکڑوں مسلمان شہید ہوے، اور لاکھوں اپنے ہی ملک میں بے گھر ہوگئے، اور ہزاروں نے وطن چھوڑ کر بنگلا دیش میں پناہ لی۔

ایسے حالات میں روہنگیا مسلمانوں کے کچھ نوجوانوں میں از سر نو فکر لاحق ہوگئی کہ کس طریقے سے یہاں کے مسلمانوں کو ان مگھ برمی ظالموں کے مظالم واستبداد سے نجات دلایا جائے، جن میں عطاء اللہ معروف بہ ابوعمار جنونی نامی نوجوان سرِ فہرست ہے۔

مشہور روایت کے مطابق عطاء اللہ کی پیدائش پاکستان کے معروف شہر کراچی میں ہوئی، تحفیظ قرآن کریم کے علاوہ کچھ دینی تعلیم بھی وہیں پائی، شادی کے بعد مع اہل خانہ سعودی عرب گیا، ریاض میں ایک مسجد کی امامت کا فریضہ انجام دیتا رہا، ایسے میں ۲۰۱۳ء کے بعد اس سے گلوبل روہنگیا سنٹر (GRC) کے کچھ سرکردہ لوگوں سے ملاقات ہوئی، جن کی ایماء ریا رہنمائی میں اس نے ملک شام کا سفر کیا، جہاں اس نے ایک جہادی تنظیم جو اس زمانے میں بشارالاسد حکومت سے برسرِ پیکار تھی کے ایک قائد کے ہاتھ پر بیعت کے ساتھ کچھ تربیت بھی حاصل کی، اس کے بعد سعودیہ اور پاکستان ہوتے ہوئے ملائشیا، تھائی لینڈ پھر بعض لوگوں کے مطابق اندرونِ برما کا دورہ کیا، اس کے بعد اندرون ارکان پہنچا۔

کہتے ہیں کہ حرکۃ الیقین نامی تنظیم کی بنیاد بھی سعودی عرب میں ڈالی گئی ہے، یہ بات سچائیت پر مبنی ہو یا نہ ہو، تاہم یہ بات پوری سچائیت پر مبنی ہے کہ ارض مقدس سعودی عرب میں اس تنظیم کے کافی اراکین اور کارکنان موجود تھے اور ہیں، جن میں مولوی ابوالکلام حیدری (جس نے غالباً ۲۰۱۶ء سے پہلے اندرون ارکان کا پندرہ روزہ دورہ کیا تھا) اور مولوی ابوالکلام رامیو بیلی سرِ فہرست ہیں، جنہیں چند سال قبل حکومت سعودیہ نے حراست میں لے لیا ہے، اور تادمِ تحریر جیل خانے کی اندھیرے میں غرق ہیں۔

بہر حال عطااللہ ابوعمار جنونی اندرون ارکان میں پہنچا تو وہاں کے کچھ ان نوجوانوں نے

جن کے دل میں مگھ برمیوں خلاف بدلے کی آگ سلگ رہی تھی، ایک برمحل قائد بلکہ نجات دہندہ سمجھ کراس کا بھرطریقے سے استقبال اور خیر مقدم کیا، یوں اس نے نہتے مگر مسلح سرگرمی کا آغاز کرتے ہوئے شمالی مغربی ارکان کے عموما اور علاقۂ منگڈو کے خصوصا بڑی تعداد میں نوجوانوں کی تربیت کی، ویسے ایک سال گزرتے نہ گزرتے خود تو نہتے تھے ہی، اس پر مستزاد پہلی مرتبہ۲۰۱۶ء، پھر دوسری مرتبہ۲۰۱۷ء میں علاقے بھر کے بعض ناعاقبت اندیش نوجوانوں اور نہتے عوام کی شمولیت میں اس نے برمی فوجی کیمپوں پر حملے کردیئے، یوں ظاہر ہے کہ مگھ برمیوں کا کچھ بگاڑ تو نہیں سکا، لیکن ان حملوں کا نتیجہ تفصیلات سے صرف نظر کم سے کم یہی نکلا کہ

:(۱) چارسو کے لک بھگ روہنگیا مسلمانوں کی بستیاں جلا کر بھسم کردی گئیں۔

(۲) ہزاروں ماں اور بہنوں کی عصمتیں پامال اور ہزاروں بچوں کو جلتی وسلگتی آگ میں ڈالا گیا۔

(۳) ہزاروں روہنگیا مسلمانوں کو بڑی بے دردی سے قتل کردیا گیا۔

(۴) ہزاروں مساجد شہید اور ہزاروں مدارس ڈھادیئے گئے۔

(۵) لاکھوں مسلمانوں کو خود اپنے ہی وطن میں بے گھر کردیا گیا۔

(۶) سینکڑوں بڑے بڑے علماء اور قابلِ قدر دانشوروں کو چن چن کر قتل کردیا گیا۔

(۷) ہزاروں مسلمانوں کو اذیت ناک سزا کے بعد کال کوٹھری کی اندھیاری میں غرق کردیا گیا۔

(۸) تقریبا پندرہ لاکھ روہنگیا مسلمانوں کو بزور طاقت پڑوسی ملک بنگلہ دیش میں دھکیل دیا گیا۔

بہرحال ابوعمار جنونی بہادر اور اس کی تنظیم پر سردست الزامات ہیں کہ:

(۱) اس نے خود نہتے ہوتے ہوئے نہتے عوام کو مگھ برمیوں کے خلاف اکساتے اور سبز باغ دکھاتے ہوئے برمی مسلح فوجی کیمپوں پر حملے کیوں کئے، جن کی وجہ سے از سرنو اتنے بڑے حادثہ کا قوم کو سامنا کرنا پڑا، جس کی تلافی سرے سے ناممکن ہے؟

(۲) اس نے اندرونِ وطن ارکان پہنچتے کے فورا بعد ایک طویل عرصے تک بھاری تعداد میں علماءوصلحاء اور دانشوروں کو جاسوس ہونے کے الزام پر بغیر کسی شرعی وقانونی جواز کے قتل کیوں کیا؟

(۳) اس نے کوفی عنان کمیشن کی سفارش کے فورا بعد، بلکہ دوسرا دن ۲۰۱۷ء میں بڑے

پیمانے پر مسلح فوجی کیمپوں پر نہتے حملے کیوں کئے، جن کی وجہ سے مگھ برمیوں کو اپنے پرانے منصوبے کی تکمیل کرنے اور ارکان کو مسلمانوں سے مکمل طور پر خالی کرانے کی پرانی تمنائیں پوری ہوئیں؟

(۴) اس نے اپنے لالے پالے لوگوں کے ذریعے مہاجرین کے کیمپوں میں مختلف نوعیت کی افراتفری مچاتے ہوئے سینکڑوں کو قتل کیوں کرایا، جن میں مولانا عبداللہ صاحب دھودائنگی جیسے بڑے بڑے علماء اور دانشوران کے علاوہ ماسٹر محبّ اللہ جیسے قومی لیڈران شامل ہیں؟۔

(۵) اسے یہ حق کہاں سے پہنچا کہ اس نے خود اپنے ہی فیصلے سے مسلح مگر نہتے سرگرمی کے ذریعے مسلمانوں کو اس مشکل میں ڈالا ہو، جس کی وجہ سے اور تو اور جو جانی و مالی نقصانات ہوئے ان کی تلافی کب اور کیسے ممکن ہو؟

(۶) پکڑے جانے والے بعض منشیات فروش اوباش عناصر کے بیانات کے مطابق یہ عناصر اس تنظیم کے کارکن ہیں۔ مانا کہ جنونی صاحب اس دھندے میں بذاتِ خود ملوث نہیں ہیں، لیکن سوال آتا ہے کہ ان اوباشوں پر اس کا کنٹرول کیوں حاصل نہیں ہے؟ اب اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟؟

(۷) جنونی صاحب اور اس کی تنظیم پر مخالفین یہ الزام لگاتے پھرتے ہیں کہ اس نے دانستہ شعوری یا نادانستہ غیر شعوری طور پر روہنگیا مسلمانوں کے بجائے مگھ برمی ظالموں کی خدمت کی ہے، اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اتنے دنوں تک مگھ برمی ظالم ارکان سے مسلمانوں کو بے دخل کرنے کے حوالے سے ان کے اپنے جس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے میں ایک حدتک ناکام رہے ہیں، جنونی صاحب اور اس کی تنظیم نے اسے شرمندۂ تعبیر کرنے میں مدد دی ہے، یوں ان مخالفین کی نظر میں وہ اور اس کی تنظیم مگھ برمی ظالموں کی ایجنٹ ہے۔ الامان والحفیظ۔

لیکن جنونی صاحب کے موافقین کی نظر میں وہ ایک نڈر بہادر، قوم وملت کے مخلص، فدائی اور غیرت مند مسلم جوان ہیں، جس نے مظلوم ومعصوم قوم وملت کی خاطر سکھ شانتی کی زندگی کو ترک کرکے مشکلات کے سات سمندر کو عبور کرتے ہوئے اتنی پرکٹھن زندگی کو اپنایا۔

روہنگیا نیشنل یونین (ARU)

روہنگیا نیشنل یونین (RAU) کا موسس محترم سلیم اللہ شجاع فاروی ہیں، موصوف ماضی میں روہنگیا فدائی محاذ (RPF) کے کمانڈر کے علی الرغم ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ (ARIF) اور ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) کے کمانڈر انچیف اور روہنگیا نیشنل آرمی (RNA) کے زمانے میں آپ چیف آف کمانڈر رہ چکے ہیں۔

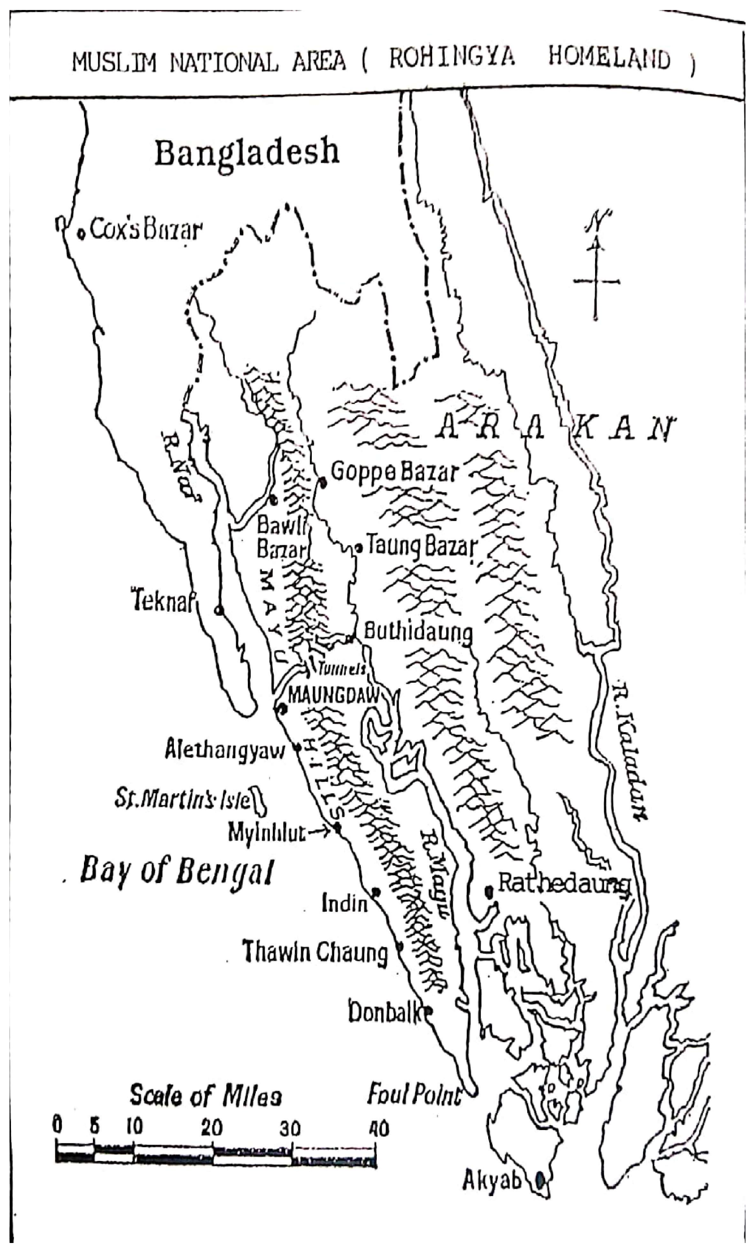
ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) نے اپنے مسلح پروگرام کو ختم کر دیا تو اس کے بعد انہوں نے سیاسی بشمول مسلح جدوجہد کے لئے روہنگیا نیشنل یونین (RAU) کا اعلان کیا۔ اور تو اور ۲۰۱۲ء میں ارکان میں مسلمانوں کے قتل عام کے بعد مسلح پروگرام کے حوالے سے آپ نے کافی کوششیں کیں، جواب بھی جاری ہیں، اللہ کرے کہ آپ کامیاب ہو جائیں۔

☆☆☆

روہنگیا مسلمانوں کے حوالے سے بنگلا دیشی حکومت کے مؤثر کردار

یہ تو ایک عام اور کھلی سی بات ہے کہ بنگلا دیش سرزمین ارکان سے بالکل جڑا ہوا ایک مستقل ملک ہے، ارکان کے روہنگیا مسلمانوں پر آئے دن ہونے والی کسی بھی پریشانی کے اثر کسی دوسرے قریبی ملکوں، علاقوں اور قوموں پر پڑے یا نہ پڑے مگر بنگلا دیش پر ضرور پڑتا ہی رہا ہے، یہ صرف آج کی بات نہیں ہے بلکہ اس حوالے سے تاریخ شاہد ہے کہ جبھی ارکان اور وہاں کی قوموں پر کوئی مصیبت آئی یا ان پر کوئی پریشانی لاحق ہوئی تو سرزمین بنگال پر جلد و بدیر ان کے اثرات ضرور پڑے، اور پڑتے رہے، اور تاریخی پس منظر میں ہمیں اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ بنگال اور وہاں کی قوموں اور حکومتوں نے ارکان اور وہاں کی قوموں پر آنے والی ہر مشکل گھڑی میں ایک مثبت انداز میں ساتھ دیا، اور اب تک دیتا ہی رہا ہے، یوں ہر دور میں ارکان کے متعلق بنگلا باسیوں کی مثبت سوچ و بچار اور کردار و اعمال ہر اعتبار سے ناقابل فراموش اور قابل ستایش ہیں۔

اس سلسلے کی ایک تابناک کڑی یہ بھی ہے کہ بنگلا باسیوں کے عظیم قومی ہیرو، عبقری اور من موہنی شخصیت مرحوم شیخ مجیب الرحمٰن صاحب شہید پر ہمارا اتنا خیال ہے کہ باوجودیکہ انہوں نے وقت اور ضرورت کی بنیاد پر یا بعض ناگزیر حالات کے پیش نظر انقلاب کیا، اور کامیاب بھی ہوا، مگر طبیعتاً آپ امن اور سلامتی کے بڑے خواہاں رہنما تھے، جس کا ثبوت ان کی سیاسی زندگی کے مختلف گوشے میں ملنے کے علی الرغم خصوصی طور پر بنگلا دیش بننے کے بعد ان کے متنوع افکار اور کارکردگیوں میں زیادہ سے زیادہ نمایاں ہے، پھر آپ نہ صرف بنگلا باسیوں کے قومی لیڈر رتھے، بلکہ آپ مجموعی طور پر اپنے وقت کے ایک علاقائی اور بین الاقوامی لیڈر کی حیثیت سے بھی معروف و مشہور تھے، چونکہ ارکان اور وہاں کے باشندے بہت طویل زمانے سے پریشانی میں مبتلا تھے، اور شیخ صاحب کی قیادت کے دوران بھی ارکان میں ان



ارکانیوں کی پریشانیاں بڑھی ہوئی تھیں، اسی لئے ایک امن کے خواہاں لیڈر کی حیثیت سے ان کے لئے ضروری ہوگئی تھی کہ اپنے قریبی علاقے اور خاص طور پر ارکان میں امن لانے کی کوشش کرے، اس سلسلے کی مختلف کوششوں اور متنوع جدوجہد کے دوران ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ۱۹۷۳ء میں سرزمین ارکان میں زیر زمین کام کرنے والی معروف تنظیم '' روہنگیا نیشنل لبریشن پارٹی'' کا ایک وفد کو بھی بنگلا دیش میں دعوت دی گئی تھی، اور اس وفد کی کامیابی اور ناکامی کے حوالے سے بہت سی باتیں آج تک ان کہی رہ گئی ہیں، سردست اس عجالے میں چھیڑی بھی نہیں جاسکتیں، البتہ یہاں جو بات کہنی ہے وہ یہ ہے کہ ارکان اور وہاں کی قوموں کے مستقبل کے حوالے سے مرحوم شیخ صاحب کے افکار و کردار بڑے مثبت اور کارآمد تھے، یوں ارکان کے مسائل حل کرنے کے حوالے سے ان کے مثبت افکار اور کارکردگیوں کے تناظر میں ہمارا اتنا خیال ہے کہ کاش آپ زندہ ہوتے اور آپ کو شہید نہ کیا گیا ہوتا، تو ارکان کے مسائل آئے دن مزید الجھنے کے بجائے کب کے سلجھ گئے ہوتے، اب ہم مظلوموں کی دعا ہے کہ اللہ تعالی اپنی رحمت خاص سے شہید کے درجات کو بلند کرے ، اور ان کے جانشینوں کو برمحل فیصلے اور مثبت کام کی توفیق سے نوازے۔

تاہم مرحوم شیخ صاحب کی شہادت کے بعد آج تک ارکان اور وہاں کی قوموں کے متعلق بنگلا دیش کی مختلف حکومتوں کی بعض قابل قدر کوششوں کے علی الرغم بنگلا دیش کے وزیراعظم محترمہ شیخ حسینہ واجد کی قیادت میں چلنے والی برسراقتدار حکومت کی سابقہ وزیرۂ خارجہ ڈاکٹر دیپومنی کے مثبت کردار اور کارآمد کوششوں کو کبھی بھولے سے بھلایا نہیں جاسکتا، اور تو اور انہوں نے مختلف قومی اور بین الاقوامی جلسوں اور سیمناروں میں اس روہنگیا مسئلہ کے مستقل اور پائدار حل پر بہت زور دیا، اور جان دار تجاویز بھی پیش کیں، جہاں تک ہم نے دیکھا اور مطالعہ کیا کہ انہوں نے اپنی ان تمام کوششوں میں ایک طرف مثبت انداز میں ضروری ڈپلومیٹک فنوں کو بروئے کار لایا، تو دوسری طرف پرامن سیاسی طریقے سے اس مسئلہ کے مستقل اور پائدار حل کے لئے اپنی گہری سیاسی جانکاری، فکری دوراندیشی اور قابل قدر بصیرت کا مظاہرہ بھی کیا ہے،

جسے ہم مرحوم شیخ صاحب کے افکار وخیالات کو عملی جامہ پہنانے کی ایک روشن کڑی سمجھتے ہیں، یہ ارکان کے مظلوم مسلمانوں کے لئے خصوصا اور پورے علاقہ کے لئے عموما ایک خوش آئند بات بھی ہے، مرحوم شیخ صاحب نے اس مسئلہ کے حل کے لئے جس نہج پر سوچا اسے عملا انجام دہی کے لئے اسی حکومت نے کوشش کی ہے، آج ارکان اور وہاں کے نہتے مظلوم مسلمانوں کا یہ حل طلب مسئلہ ایک وطنی اور علاقائی مسئلہ سے بڑھ کر ایک بین الاقوامی سیاسی اور انسانی مسئلہ بن گیا ہے، اور جسے پرامن طریقے سے حل کرنے کے لئے دنیائے اسلام سمیت اقوام عالم کی جان توڑ کوشش شروع ہوچکی ہے، تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں بنگلا دیش کی برسر اقتدار شیخ حسینہ واجد کی حکومت اور خصوصی طور پر اس کی سابقہ وزیرۂ خارجہ ڈاکٹر دیپومنی کے کردار کا ایک بڑا اور اہم حصہ ہے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ بنگلا دیش کی حکومت اور مرحوم شیخ صاحب کے جانشینوں کو اس مسئلہ کے مستقل اور پائدار طور پر حل کرنے اور ان کے خواب و خیال کو تکمیل تک پہنچانے میں نصرت فرمائے۔ تو اب ظاہر ہے کہ ہمارے سب سے قریبی ملک ہونے کی وجہ سے بنگلا باسیوں اور یہاں کی حکومت سے ہر ایک اعتبار سے ہماری قریبی وابستگی ہے، ماضی میں جس طرح عرض کی گئی ہے کہ اس قوم نے ہر مشکل حالات میں ہمارا ساتھ دیا اور آج بھی دیتا رہا ہے، تو ہماری مزید توقع یہی ہے کہ آئے دن بھی ہمارے مسائل کے پرامن طریقے سے حل کے لئے یہاں کی عوام اور حکومت ہمارا ساتھ دیتی رہے گی، اور اللہ تعالی سے مزید دعا ہے کہ وہ بنگلا دیش کو دائم وقائم اور سلامت سے رکھے، اور اس قوم اور حکومت کو مزید روشن ضمیری کا ثبوت دیتے ہوئے ترقی کی طرف گامزن ہونے کی توفیق عطا کرے، آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

روہنگیا مسلمانوں کی خیر خواہی پر مشتمل عالمی اقدامات

میانمار میں جمہوریت کی از سر نو بحالی اور بین الاقوامی آئین وقوانین کی خلاف ورزی اور یہاں پائی جانے والی نفرت وعنصریت کے خاتمے کے لئے اس ملک کے ساتھ اقوام عالم کے تعاون کے تہ بتہ مختلف اقسام کے مسلسل عالمی دباؤ بھی اس پر رہا ہے، جیسا کہ بعض ملکوں نے اپنے بہت سارے اعلی سطح کے وفود وہاں اس لئے بھیجے ہیں کہ روہنگیا مسلمانوں سمیت برما کے دیگر اقلیات اور نسلی گروہوں پر ہونے والے پے در پے مظالم اور انسانیت سوز وحشیت و بربریت کی حقیقی معلومات حاصل کرے، اس حوالے سے دنیا کے بڑے بڑے اور طاقتور و مؤثر ممالک بشمول عالمی تنظیموں کے بہت سارے وفود جیسا کہ امریکی صدر باراک اوباما، برطانوی وزیراعظم، اور اقوام متحدہ کے سکرٹیری جنزال بان کی مون اور منظمة التعاون الاسلامی کے سابق سکرٹیری جنزال پروفیسر اکمل الدین احسان اوغلو آج تک اس ملک کے دورے کر چکے ہیں، علاوہ ازیں اقوام متحدہ کے ماتحت سرگرم عمل کمیشن برائے حقوق انسانی، یوروپین یونین کے اعلی ذمے داروں نے بھی مختلف اور مسلسل دورے کر چکے ہیں، اور میانمار کو بین الاقوامی میثاق ومعاہدون کے پاس ولحاظ کرانے کے حوالے سے مغربی ممالک اور امریکہ جیسے مؤثر ملکوں اور مختلف بین الاقوامی وعلاقائی تنظیموں کے بیانات صادر ہوے اور بہت ساری قراردادیں بھی پاس ہوچکی ہیں، تاکہ میانمار میں آئے دن بڑھتے ہوے وسیع پیمانے پر انسانی حقوق کی پامالی کی روک تھام ہو سکے، باوجودیکہ میانمار پر اس عالمی دباؤ کا کوئی قابل قدر اثر نہیں ہوا، تاہم روہنگیا مسلمانوں کی تاریخ ان مثبت عالمی موقف وکردار کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور دیکھتی رہے گی۔

☆☆☆

روہنگیا مسلمانوں کے مسئلہ کو متحرک کرنے میں
مملکت انسانیت سعودی عرب کا کردار

اہل فکر و دانش کے سامنے یہ بات سورج کی طرح عیاں ہے کہ مملکت انسانیت سعودی عرب اپنی تاسیس کی ابتدا سے آج تک ہر حال اور ہر دور میں پوری امت مسلمہ اور دنیا بھر کی اقلیات مسلمہ کی خیر خواہ ایک اسلامی ملک رہا ہے، اللہ تعالی نے اس سرزمین کے حکمرانوں کو جس طرح حرمین شریفین کی خدمت اور اللہ تعالی کے مہمانوں کے خدمت گزاری کا شرف عطا فرمایا ہے، ٹھیک اسی طرح ساری دنیا کے مسلمانوں اور بطور خاص اقلیات مسلمہ کے خیرخواہی اور دادرسی کرنے والے بھی بنایا ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس ملک اور یہاں کے ہر دور کے لائق حکمرانوں کا ہر موقف اسلام اور امت مسلمہ کی خیر خواہی پر مبنی رہا تھا اور الحمد للہ آج بھی رہا ہے، اور جہاں تک دیکھا گیا کہ اس ملک کے داخلی، علاقائی اور بین الاقوامی مسائل پر ہر موقف انسانیت پر مبنی افراط تفریط سے کوسوں دور سراسر اعتدال پر مشتمل رہا ہے۔

یوں تو روہنگیا مسلمانوں کے مسائل کے حل کے حوالے سے اللہ تعالی کی اس مقدس سرزمین کے پچھلے سارے حکمران فکرمند، متحرک اور فعال رہ چکے ہیں، اور جن میں بطور خاص شاہ فھد بن عبد العزیز اور شاہ عبد اللہ بن عبد العزیز رحمہا اللہ کی مسلسل خدمات نا قابل فراموش ہیں، جس طرح شاہ فہد بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا اور تو اور ۲۰۰۴ء میں ہماری تنظیم کے ایک وفد جس میں تنظیم کے سابق صدر حضرت مولانا شیخ دین محمد اور تنظیم کے حالیہ صدر محترم شیخ سلیم اللہ شریک تھے کو سرکاری طور پر مملکت میں دعوت دینا اس بات کا بین ثبوت تھا کہ مرحوم شاہ فھد بن عبد العزیز روہنگیا مسلمانوں کے متعلق کتنے فکرمند رہ چکے تھے۔ پھر اسی طرح ان کے جانشین مرحوم شاہ عبد اللہ بن عبد العزیز بشمول ان کے ولی عہد مرحوم امیر سلطان بن عبد العزیز اور نائب ثانی مرحوم امیر نائف بن عبد العزیز کے اس مسئلہ کے حوالے سے تعاملات بھی نا قابل فراموش ہیں، ان کے دور حکومت میں ہماری تنظیم ''روہنگیا سالیڈریٹی آرگنائزیشن برائے

حقوق روہنگیا'' کو مختلف اسلامی اور بین الاقوامی کانفرسوں میں شرکت وشمولیت کا موقع فراہم ہوا تھا، اور جس کی وجہ سے ہماری تنظیم کی بڑی بڑی کامیابیاں بھی ہوئی تھیں، اور ہماری تنظیم کو بحیثیت ایک روہنگیا تنظیم کے عالم اسلامی سمیت دنیا بھر کی دیگر موثر ملکوں کی طرف سے قانونی جواز بھی حاصل ہو گیا تھا، اور ظاہر ہے کہ ہماری تنظیم کو ایک قانونی جواز کا حاصل ہونا حقیقت میں تنظیم کی کامیابی سے زیادہ روہنگیا مسلمانون کی کامیابی تھی، چنانچہ ہماری تنظیم کے ایک وفد نے بحیثیت ایک قانونی تنظیم کے وفد کے ۲۰۰۵ء میں سرزمین مقدسہ مکہ المکرّمہ میں منعقد کئے جانے والے اعلی سطحی سربراہی کانفرس میں شرکت کی تھی، بعد ازاں متعلقہ اسلامی، بین الاقوامی اور علاقائی فورموں نے ہماری تنظیم کو بحیثیت ایک قانونی تنظیم کے ہمارے مسائل لے حوالے سے بھر پور تعاون کا یقین دلایا تھا، اور تو اور ۲۰۰۷ء میں اسلام آباد میں منعقد ہونے والے اسلامی وزرائے خاجہ کانفرس میں ہماری تنظیم کو منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) میں ایک مبصر ممبر کی حیثیت سے ممبر شپ دینے کی اپیل بھی کی گئی تھی، جس کے لئے ہم اور ہماری دیگر قومی سطح پر کام کرنے والی متحرک جماعتیں عرصۂ دراز سے کوشاں یہاں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ۲۰۱۲ء میں مکۃ المکرّمۃ میں منعقد ہونے والے اعلی سطحی اسلامی سربراہی کانفرس میں روہنگیا مسلمانوں کا مسئلہ ایک مرکزی مسئلہ رہا، جس پر خاصی طور پر توجہ دی گئی اور غور وخوص کیا گیا تھا، اور جس میں ہماری تنظیم کا روشن کردار رہا تھا، اور ہماری تنظیم کے اس میں شرکت وشمولیت اور وہاں اس کے موثر کردار کی وجہ سے علاقائی، عالمی، اور بین الاقوامی تنظیموں اور اسلامی اور دیگر موثر ملکوں کے ساتھ تعلقات استوار ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے ایک طرف عالم اسلامی سمیت دیگر ملکوں اور عالمی تنظیموں سے ہمارے تعلقات پیدا ہو گئے تو دوسری طرف ہمیں اپنے مسائل کو اسلامی اور عالمی فورموں میں متحرک کرنے اور فعال بنانے میں مدد ملی تھی۔ اور یاد رہے کہ اسی کانفرنس میں شاہ عبد اللہ بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے روہنگیا مسلمانوں کے لئے پچاس لاکھ ڈالر کا ایک بھاری عطیہ کا بھی اعلان کیا تھا، اللہ تعالی ان کو اجر جزیل عطا کرے، اور ان کے مراتب بلند فرمائے، آمین۔

علاوہ ازیں مملکت انسانیت سعودی عرب کے حالیہ دل دردمند اور فکر ارجمند کے مالک حکمران خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز۔ اللہ تعالی ان کی حیات میں برکت دے اور ان کو مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ کی ہمارے مسائل کے حوالے مثبت خدمات، باثمر اور انمول کوششیں بھی لائق صد تحسین وآفرین اور ناقابل فراموش ہیں، روہنگیا مسلمانوں پر ان کے دیگر بے شمار احسانات کے علی الرغم وہ اور ان کی حکومت نے ہمارے مسئلہ کو عالمی اور بین الاقوامی مجالس میں ایک فوری حل طلب، ایک جائز انسانی عالمی مسئلہ کے بطور پیش کیا ہے، اور اس بات پر زور دیا ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کے اس دردانگیز مسئلہ کو پرامن طریقے سے بین الاقوامی قوانین کے تحت حل کیا جائے، اور خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز۔ زادہ اللہ تعالی توفیقا۔ اور ان کی حکومت کی اس کوشش کا نتیجہ تھا کہ آج روہنگیا مسلمانوں کا درپیش اور حل طلب مسئلہ دنیا بھر کے دیگر بڑے بڑے حل طلب مسائل کی طرح عالمی اور بین الاقوامی انجمنوں، محفلوں اور مجلسوں میں زیر غور اور زیر بحث ہے۔ چنانچہ خادم الحرمین الشریفین اور ان کی حکومت کے ان گراں مایہ احسانات کو امت مسلمہ عموما اور خصوصا روہنگیا مسلمان، ان کی تاریخ اور ان کی اگلی نسلیں کبھی بھول نہ سکیں گی۔ اللہ تعالی اس مملکت خیر و برکت کو ہمیشہ سلامت سے رکھے، اور یہاں کے حکمرانوں کی حیات میں برکت دے، اور ان کے سایہ لطف و عاطفت امت مسلمہ اور خاص طور پر ہم جیسے مظلوم، مجبور اور مفلوک الحال مسلمانوں کے سر پر قائم ودائم رکھے، آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

فیڈرل طرز جمہوریت اور میانمار کے لئے مشعلِ راہ

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ برصغیر ہندوستان جس میں برما، بنگلادیش، پاکستان اور ہندوستان کے قرب و جوار کے دیگر ممالک برطانوی سامراجی حکومت میں شامل تھے، مگر انہوں نے آزادی حاصل کرلی، اور اپنی اپنی آزادی کے بعد جمہوری طرز وطریقہ اختیار کیا، اور ان میں سے خصوصی طور پر ہندوستان اپنی آزادی سے لے کر آج تک فیڈرل جمہوری طرز طریقے پر قائم ہے، جہاں مختلف سیاسی پارٹیوں اور متنوع الافکار قیادتوں کی حکومتیں چلتی آئی ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جمہوریۂ ہندوستان اس علاقے کے دیگر ممالک میں سب سے بڑا ملک ہے، جس کا مجموعی رقبہ تقریبا تین ملیون تین لاکھ کیلومیٹر پر مشتمل ہے، اور یہ سرزمین کثیر قوموں اور ڈھیر ساری اقلیتوں کے وطن ہونے کی حیثیت سے دنیا بھر میں معروف ہے، یوں اس ملک کے فیڈرل جمہوری طرز تعمیر کی حکومت آس پاس کے ملکوں اور بطور خاص میانمار کے لئے ایک چراغ راہ ہے، جس کا اجمال کچھ یوں ہے کہ:

(ا) طرز حکومت کے اعتبار سے آج کے ہندوستان کا مقام اولاد کے سامنے ماں جیسا ہے، جبکہ مجموعی طور پر پاکستان اور بنگلادیش کی جمہوری طرز کی حکومتیں بھی قابل قدر ہیں، جس طرح پچھلی سطور میں عرض کی گئی ہے کہ برطانوی سامراجیوں کے دور حکومت میں ہندوستان کے قرب وجوار کے جتنے ممالک اسی میں شامل تھے، ان میں سے ہندوستان نے اپنی آزادی کے روز اول سے آج تک اپنے فیڈرل جمہوری طرز حکومت کے کامیاب تجربوں کے ذریعے بڑی کامرانی حاصل کی ہے، اور جس نے اپنی تمام اقوام، اقلیات اور نسلی گروہوں کے ساتھ باوجود بعض باہمی اختلافات کے فیڈرل جمہوری طرز حکومت کے تحت روادارانہ اور مساویانہ رویہ سے کام لیا، اور ساتھ ہی ساتھ اقوام عالم کے سامنے ایک مثالی فیڈرل جمہوریہ کی حیثیت سے نمایاں مقام حاصل کرچکا ہے، یہاں کی چھبیس ریاستیں بتدریج اس کی تعمیر وترقی اور تطویر واز دھار میں شامل ہوگئیں، یوں ہماری نظر میں ہندوستان کا یہ مساویانہ اور معتدلانہ طرز حکومت آس پاس کے ملکوں کے لئے عموما اور میانمار کے لئے خصوصا ایک درس رہنما کا مقام رکھتا ہے۔

(۲) میانمار کے سابقہ اور حالیہ حکمران جنرالوں نے اقوام عالم سمیت قرب وجوار کے ملکوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتی نہیں تھکتی کہ میانمار کثیر قوموں، مختلف اقلیتوں ونسلی گروہوں اور متنوع زبانوں وثقافتوں کا ملک ہے، جہاں کے حالات ایک فیڈرل جمہوری طرز حکومت کے لئے سازگار نہیں، مگر علم وتجربات کے تناظر میں جہاں تک ہم دیکھتے ہیں کہ ان جنرالوں کی یہی بات نا قابل قبول بھی ہے اور حقائق وواقعات سے کوسوں دور بھی، پھر قرب وجوار کے ملکوں اور خصوصاً ہندوستان کے کامیاب تجربوں کے عین ضد بھی ہے، کون نہیں جانتا کہ ہندوستان میں ایک ہزار سے زیادہ اقلیتیں اور قومیں آباد ہیں، جن کی مختلف زبانیں، متنوع مذاہب وثقافتیں ہیں، ان کے مابین اختلافات بھی ہوتے افراتفریاں بھی ہوتیں، اور رقبہ کے اعتبار سے بھی یہ ملک میانمار سے کئی گنا بڑا ہے، اگر ایسے حالات میں ایک فیڈرل جمہوری طرز حکومت کے ذریعے اس نے کامیابی حاصل کر سکی تو میانمار کے سامنے کونسی مشکلات کی دیوار کھڑی ہے؟ اسی لئے ہم کہنا چاہتے ہیں کہ ہندوستان کا طرز حکومت قرب وجوار اور اقوام عالم کے لئے عموماً اور میانمار کے لئے خصوصاً ایک مثالی طرز حکومت ہے، یوں برمی جنرالوں کے مذکورہ افکار وخیالات کو ہندوستان کے تجربوں کے پس منظر میں جو کوئی بھی صاحب بصیرت تولے گا، وہ انہیں حقائق اور واقعیت سے نہ صرف کوسوں دور پائے گا، بلکہ ہندوستان کا یہی طرز حکومت میانمار کی ثقافتی، سماجی، سیاسی اور آئینی تعمیر وترقی اور تمام اقلیات وقومیات کے ساتھ بقائے باہمی، برداشت اور رواداری کے اصولوں کے تحت پورے مساویانہ برتاؤ کے لئے مشعل راہ پائے گا۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ میانمار کے حکمران ماضی کی غفلت کو چھوڑیں، اور طول طویل فوجی کنٹرول کی وجہ سے ہونے والے قومی نقصانات سے درس عبرت حاصل کریں، اور تمام قومیتوں، نسلی گروہوں اور اقلیتوں کے ساتھ پر امن طریقے سے از سر نو چلنے کے لئے بقائے باہمی، رواداری اور برداشت جیسے روشن اصولوں پر مبنی نئے اعمال وافکار کا دروازہ کھولیں۔

(۳) میانمار میں پائی جانے والی مختلف اقلیتوں اور نسلی گروہوں کو عموماً، اور برسر اقتدار برمی بودھ حکمرانوں کو خصوصاً جمہوریۂ ہندوستان کے کامیاب تجربوں سے فائدہ اٹھانا چاہئے، اور

برداشت ورواداری کے اصولوں کی وجہ سے اس ملک کی ہونے والی ترقیوں کے رازہائے سربستہ سے واقف ہونا ضروری ہے، یوں بھی صحیح سیاسی موقف اختیار کرنے، اور برمحل ومعتدل قراردادیں پاس کرنے کے حوالے سے ہندوستان کے کردار کو علاقے میں سراہا جاتا ہے، اور چھوٹے بڑے ملکوں سے لے کر اقوام عالم کے تمام مجالس میں اس کے دانشمندانہ اعلی سیاسی تعلقات اور برمحل ڈپلومیٹک موقف کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اسی لئے میانمار کے برسر اقتدار حکمرانوں سے ہماری گزارش ہے کہ اقلیات اور نسلی گروہوں کے ساتھ متعصّبانہ رویہ سے دور اور غیر منصفانہ اور غیر معتدلانہ افکار وخیالات کو چھوڑ کر ہندوستان کے برسر حکومت اکثریت سے سبق سیکھیں، اور یہ نہ بھولیں کہ میانمار کثیر قوموں، متنوع زبانوں اور مختلف ثقافتوں کے ملک ہونے کے تہ بتہ قدرتی وسائل اور طبیعی وجغرافیائی اعتبار سے بھی ہندوستان سے ملتا جلتا ایک ملک ہے۔ اور جہاں تک مسئلۂ کشمیر کا سوال ہے کہ شرع ہی سے یہ ایک متنازعہ مسئلہ رہا ہے، یوں کشمیری بھائیوں بزرگوں سے ہم اور ہماری جماعت کا مشورہ ہے کہ آپ اپنی مشکلات سے نکلنے کے لئے پر امن طرز وطریقے جیسے مثالی راہ اختیار کریں، اور اپنی دینی وسیاسی آزادی کا حصول اور یہاں پر سکون حالات پیدا کرنے کے لئے فیڈرل انڈین جمہوری دستور وروایات کے سائے میں آبیٹھیں۔

☆☆☆

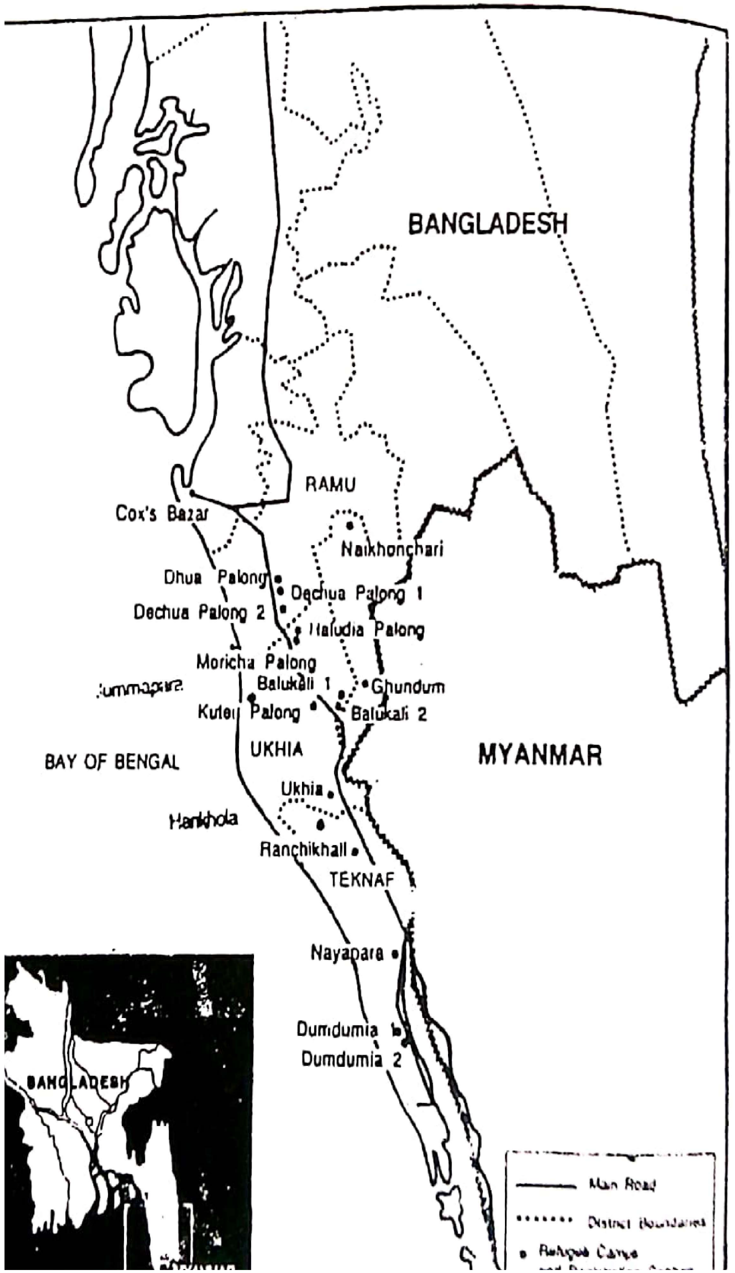
روہنگیا مسلمانوں کی افسوس ناک صورت حال

تاریخ شاہد ہے کہ ارکان کے روہنگیا مسلمان ارکان ہی کے قدیم اور اصلی باشندے ہیں، الا یہ کہ ویسالی دورحکومت میں چند مسلمان داعی بغرض دعوت دین اسلام یہاں آئے اور یہاں کے باشندوں میں ضم ہوگئے، ان کے علاوہ مروکو دورحکومت میں کچھ مسلمان علماء، دانشوران، شعراء، انشاء پرداز، ادباء ارکان میں بغرض خدمتِ ملک و ملت اس وقت پہنچے، جب ارکان اور چاٹگام کے دونوں علاقے سلطنتِ ارکان میں شامل تھے، اور ارکان میں امن وسکون کا دوردورہ تھا۔

لیکن ارکانی کے عنصریت پسند مگھ عموما، اور ارکان میں گھس بیٹھے مگھ اور برمی دخلاء خصوصا ارکان کے قدیمی باشندے مسلمانوں پر دانستہ طور پر یہ الٹے الزام لگاتے نہیں تھکتے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں عموما اور ارکان میں برطانوی قبضے کے دوران خصوصا بڑی تعداد میں مسلمان علاقۂ بنگال اور چاٹگام سے یہاں آگھسے ہیں، یوں سن ۱۹۳۶ء کے بعد آج تک مگھ شرپسند اور برمی وحشیوں کی جانب سے یہاں کے مسلمانوں پر مختلف نوعیت کے لاتعداد بہیمانہ حملے ہوتے رہے، جن کی وجہ سے آج تک کوئی پینتیس لاکھ (۳۵۰۰۰۰) سے زیادہ مسلمان خود ان کے مادری پدری وطن ارکان سے بے دخل ہوکر دنیا کے مختلف علاقوں اور ملکوں میں مہاجرت کی زندگی بسر کررہے ہیں، غرض مذکورہ دونوں عرصوں کے علاوہ باہر سے ارکان میں کوئی مسلمان نہیں آئے، اور آئے بھی کیوں؟ کہ ظاہر ہے کہ ایک طرف یہاں جنگ وجدال اور خانہ جنگیاں ہر دور میں عروج پر تھیں، جن کی وجہ سے یہاں کے معاشی حالات ابتر سے ابتر ہوکر ملک دیوالیہ ہوچکا تھا، جب کہ دوسری طرف مسلمانوں کو مگھ اور برمیوں کی ملی بھگت میں ہمیشہ یہاں سے پے درپے باہر کیا جارہا تھا، جس کا سلسلہ آج بھی برابر جاری ہے۔

بہرحال مسلمانوں کو یہاں سے انگنت مرتبہ ہجرت کرنا پڑا، آج ان روہنگیاؤں کو چھوڑ کر کہ جنہوں نے آج اپنی شناخت تک تبدیل کرلی ہو، کوئی پینتیس لاکھ سے زیادہ روہنگیا مسلمان دنیا کے مختلف ملکوں میں ہجرت کی زندگی بسر کرتے ہوئے ہم عیاں طور پر دیکھ رہے

روہنگیا مہاجرین کے کیمپ ایک نظر میں



ہیں، اب میں موضوع کے حوالے سے ان کی اکا دکا، گھرانوں اور خاندانوں کی چھوٹی چھوٹی ہجرتوں اور ان کے زمانوں کو چھوڑ کر بس بڑی بڑی ہجرتوں اور ان کے اجمالی اسباب کے تذکرے کئے دیتا ہوں:

عدد	سن	اسباب
۱	۹۵۷ء	چولا ٹنگ چندرا کے عہد حکومت میں منگولوں کا حملہ، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۲	۱۴۴۴ء	مگھوں اور منگولوں کے مشترکہ طور پر مسلمانوں پر تشدد، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۳	۱۵۴۴ء	مسلمان اور مگھوں کے مابین ہونے والے نسلی فسادات، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۴	۱۶۶۰ء	شہزادہ شجاع کے قتل، مگھ مسلمانوں کے درمیان فسادات، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۵	۱۶۶۱ء	مگھ اور مسلمانوں کے مابین دوبارہ فسادات، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۶	۱۷۵۲ء	ارکان میں خانہ جنگی، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۷	۱۷۸۴ء	ارکان میں دوبارہ خانہ جنگی، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۸	۱۷۸۵ء	ہزاروں ارکانیوں کو منگون پگوڈا کی تعمیر کے لئے برما لے جایا گیا۔
۹	۱۷۹۶ء	تیس ہزار ارکانیوں نے علاقۂ چاٹگام میں پناہ لی۔
۱۰	۱۷۹۷ء	جنرل علی بائنگ ارکانی کی قیادت میں مگھ اور مسلمانوں کی برمی مخالف جنگ۔
۱۱	۱۸۱۱ء	برمیوں کے تشدد، سین فیا کی برمی مخالف لڑائی اور اس کی ناکامی، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۲	۱۹۳۰ء	مگھ وحشی بورینگ اونگ کی وحشیانہ بربریت، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۳	۱۹۳۸ء	وسطی اور تحتی برما میں بیس ہزار مسلمانوں کا قتل عام، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۴	۱۹۴۲ء	مسلمانوں کے معروف قتل عام، اور بڑے پیمانے پر مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۵	۱۹۵۰ء	(BTF) بربروں کے ہاتھوں ہزاروں مسلمان شہید، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۶	۱۹۶۲ء	بنگالی مگھوں کا دخول، اور مسلمانوں کے املاک پر ان کا قبضہ، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۷	۱۹۵۸ء	وولنٹیر کے ذریعے مسلمانوں پر تشدد، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۸	۱۹۵۹ء	مگھ برمی بربر افواج کا مسلمانوں پر بہیمانہ تشدد و قتل عام، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۹	۱۹۶۶ء	نیون حکومت کے لالے پالے غنڈوں کے مسلمانوں پر حملے، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۲۰	۱۹۷۳ء	نیون حکومت کے مسلمانوں کا قتل عام کی وجہ سے مسلمانوں کی ہجرت۔
۲۱	۱۹۷۵ء	وسیع پیمانے پر مسلمانوں کی گرفتاریوں کی وجہ سے مسلمانوں کی ہجرت۔
۲۲	۱۹۷۸ء	ناگامن آپریشن کے مسلمانوں کا قتل عام، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی ہجرت۔
۲۳	۱۹۹۱ء	برمی فوجیوں کے مسلمانوں پر شدید مظالم، اور مسلمانوں کی بڑے پیمانے پر ہجرت۔
۲۴	۱۹۹۴ء	برمی فوج اور مگھوں کے مسلمانوں پر پے در پے حملے، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۲۵	۲۰۱۲ء	مگھ اور برمیوں کی ملی بھگت میں مسلمانوں کا معروف قتل عام، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۲۶	۲۰۱۴ء	مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم اور تشدد، اور مسلمانوں کا سلسلہ وار ہجرت۔
۲۷	۲۰۱۶	جہادی سرگرمیوں کو بہانہ بنا کر مسلمانوں بے پایاں مظالم، نتیجے میں ان کی ہجرت
۲۸	۲۰۱۷ء	حرکۃ الیقین نامی تنظیم کی مسلح سرگرمی کو بہانہ بنا کر مسلمانوں پر تاریخ کے انوکھے مظالم۔

۲۰۱۲ء سے ۲۰۱۷ء تک ارکان میں جو مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا، اور جس انوکھے انداز مسلمانوں کو ان کے وطن سے بے دخل کیا گیا، اس کی مثال نہ صرف ارکان بلکہ تاریخ جہاں میں ملنی مشکل ہے، جس کی تفاصیل سے صرف نظر بس اس قتل عام کے نتیجے میں ایک محتاط اندازے کے مطابق کوئی پندرہ لاکھ روہنگیا مسلمان بنگلا دیش کے سرحدی علاقہ کاکس بازار میں مہاجرت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ اس کے بعد ارکان اور برما کے حوالے سے عموما، روہنگیا مہاجرین کے متعلق خصوصا جو بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے، ان کے تذکرے کئے دیتا ہوں، تاکہ بات اجمالی ہی سہی تاریخ کی ریکارڈ میں موجود رہے:

۱۔ بنگلا دیشی حکومت نے ارکان کے مسلمانوں پر بیتنے والے حالات کو دیکھ کر سرحد کھول دی، اور ان لاکھوں انسانوں کو انسانیت کے پیش نظر اپنے ملک میں پناہ دی۔

۲ مہاجرین کے پہنچنے پر بنگلا دیش کے عوام اور حکومت ان کے لئے ہر قسم کی امداد لئے آگے بڑھی، جس کی مثال ملنی مشکل ہے، اور تو اور وزیر اعظم محترمہ شیخ حسینہ واجد نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ "ہم ایک وقت کا نوالہ کھا کر دوسرے وقت کا نوالہ ان مظلوموں کو کھلائیں گے" اللہ تعالی اپنے خاص فضل وکرم سے تا قیامت بنگلا دیش کو دائم وقائم رکھے، آمین۔

۳۔ اس کے بعد محترمہ شیخ حسینہ واجد حکومت نے سارے جہاں کی انسانیت دوست حکومتوں اور حکمرانوں، اور دنیا بھر کی انسانیت نواز انجمنوں اور تنظیموں سے اپیل کی کہ وہ ان مظلوموں کی امداد کے لئے آگے بڑھیں، جس کے نتیجے میں ان بے سہاروں کی زندگی بسر کی جو مشکلات تھیں کسی قدر حل ہوئیں۔

۴۔ بنگلا دیشی حکومت نے برما سے مطالبہ کیا کہ مہاجرین کو ان کے تمام حقوق کی بحالی کی ضمانت کے ساتھ واپس لیا جائے، اس حوالے سے دونوں ملکوں کے مابین چند مرتبہ اعلی سطحی مذاکرت ہوئے، اور ایک معاہدہ پر دستخط بھی ہوا، لیکن برمی حکومت لیت ولعل کی مختلف سازش کے تحت مہاجرین کو واپس لینے سے کتراتی رہی ہے، یوں تادم تحریر ایک مہاجر بھی وطن واپس نہ ہو سکا۔

۵۔ ایک سے زیادہ اعلی سطحی برمی وفود نے بنگلا دیش کے مہاجر کیمپوں کے دورے کئے، جہاں انہوں نے اس وقت ماسٹر محبّ اللہ (شہید) کی زیر قیادت مہاجرین کے مفاد میں کام کرنے والی انجمن کے لیڈروں سے مذاکرات کئے، انہوں نے برمی حکومت سے جو چند مطالبات کئے ،ان میں سے نمایاں کچھ یہ ہیں :

☆ برمی حکومت ارکانی مسلمانوں کی تاریخی قومی نام ''روہنگیا'' کو تسلیم کرے۔

☆ برمی حکومت روہنگیا مسلمانوں کی بحیثیت اصلی باشندے شہریت بحال کردے۔

☆ مہاجرین کو عزت ووقار کے ساتھ ان کے وطن واپس لے جایا جائے۔

☆ مہاجرین کو کیمپوں کے بجائے ان کی اپنی بستیوں میں بسانے کی ضمانت دی جائے۔

☆ مہاجرین کے مالی خساروں کے تاوان کے ساتھ اس کی ادائیگی کی ضمانت دی جائے۔

☆ ارکان کے مختلف کیمپوں کے محصورین کو ان کی بستیوں میں دوبارہ بسایا جائے۔

☆ ارکان میں روہنگیا مسلمانوں کی سیکوریٹی کی ضمانت دی جائے۔

۶۔ وزیر اعظم محترمہ شیخ حسینہ واجد نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی اسٹیج سے پر زور مطالبہ کیا کہ برمی حکومت ان کے شہری روہنگیا مہاجرین کو عزت ووقار کے ساتھ ارکان میں واپس لے جائے، اور ارکان میں ان مسلمانوں کے لئے ایک محفوظ ایریا (SAFE ZONE) کی تعیین کی

جائے، تاکہ وہ یہاں امن وسکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

۷۔ بنگلا دیشی حکومت نے آسیان کے علاوہ دنیا بھر کے با اثر ملکوں کو عموما، چین، جاپان اور روس کو خصوصا روہنگیا مسئلہ کے مستقل اور پائدار حل کے لئے بنگلا دیش سے تعاون کی اپیل کی، لیکن آج تک اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

۸۔ منظمة التعاون الاسلامی (OIC) کے بھرپور تعاون ومدد سے افریقی مسلم ملک غامبیا نے اقوام متحدہ کی اعلی عدالت (ICJ) میں روہنگیا کی طرف سے برمی حکومت کے خلاف نسل کشی (GENUSAID) کا معاملہ دائر کیا، پہلی مرتبہ کی سماعت میں اس وقت کی برمی کونسلر اونگ سان سوتشی (جو آج کل جیل خانے کی اندھیری میں غرق ہے) نے حاضری دی، جس نے روہنگیا کی طرف سے کئے گئے دعوائے نسل کشی کو مسترد کردیا، جب کہ دوسری مرتبہ فروری ۲۰۲۲ء کی سماعت میں برمی فوجی ٹولوں کی طرف سے ایک وفد نے حاضری کا رسم ادا کیا، جس نے سماعت کے دوران اور تو اور یہ دعوی کیا کہ افریقی ملک غامبیا سے اس مسئلہ کا کوئی دور سے بھی تعلق نہیں ہے، اور عدالت سے مطالبہ کیا کہ اس معاملہ کو خارج کردیا جائے۔

۹۔ دنیا کی اور ایک بڑی معروف ومشہور عدالت (ICC) میں برمی مجرم قاتلوں (جن میں برما کے اعلی رتبے پر فائز چند جنرلوں کے علاوہ اس وقت کی برمی کونسلر اونگ سان سوتشی بھی شامل ہیں) کے خلاف روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی کے حوالے سے اور ایک معاملہ دائر کیا گیا، شنید ہے کہ عدالت اس کی سماعت کے لئے تیاری کررہی ہے، مستقبل کا خدا جانے۔

۱۰۔ اسی طرح جنوبی امریکہ کے ملک ارجنٹینا کی عدالت میں برمی قاتلین کے خلاف ''روہنگیا نسل کسی'' کے عنوان سے برمی روہنگیا آرگنائزیشن آف یوکے (BROUK) کے لیڈر مسٹر ٹونگ کینگ نے ایک معاملہ دائر کیا، آج تک اس کی کوئی سماعت نہ ہوسکی، عدالت شاید تیاری میں ہے۔

۱۱۔ کون نہیں جانتا کہ ۱۹۴۸ء سے آج تک برما خانہ جنگی میں مصروف ہے، جس کا سلسلہ ارکان میں بھی جاری ہے، اس حوالے سے ارکانی مگھوں کی سرگرمیوں کو کوئی مورخ نظر انداز نہیں کر سکتا، مگھوں کی ان سرگرمیوں کے متعلق طول طویل گفتگو سے صرف نظر سردست بات اتنی سی

ہے کہ کم سے کم ۲۰۱۵ء کے بعد ارکان آرمی (A.A) نامی ایک مگھ مسلح تنظیم آزادئ ارکان کے مقصد کے تحت سامنے آئی یا ایک گہری سازش اور پوری منصوبہ بندی کے تحت لائی گئی ہے، اس کے مقاصد اور پروگرام کم سے کم روہنگیا مسلمانوں کے متعلق تا حال میرے ناقص خیال میں واضح نہیں ہیں، تاہم بعض مبصرین کے مطابق اس تنظیم کے پروگرام اور مقاصد روہنگیا مسلمانوں کے متعلق برمی وحشیوں سے کوئی جدا نہیں ہیں، جب کہ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ تنظیم ارکان کے مسلمانوں کے حوالے سے کسی قدر نرم گوشہ بھی رکھتی ہے۔ بہرحال یہ سچ ہے کہ یہ بحیثیت ایک گوریلا تنظیم، قوت کے اعتبار سے بڑی مضبوط ہو چکی ہے، شنید ہے کہ اس کی اس قدر مضبوطی میں ہمارے پڑوسی ایشیا نہیں بلکہ دنیا کے ایک سوپر پاور ملک کا ہاتھ ہے۔

۱۲۔ ۲۰۲۰ء میں ہونے والے برما کے عام انتخابات کو برمی فوجیوں نے یہ کہہ کر کلی طور پر مسترد کر دیا کہ اس میں اونگ سان سوتشی حکومت نے بڑے پیمانے پر دھاندلی کی ہے، یوں فوجی جنرلوں نے جنرل مین اونگ لائنگ کی قیادت میں یکم فروری ۲۰۲۱ء میں پبلک جمہوری حکومت کو توڑ مروڑ کر برمی اقتدار پر از سر نو قبضہ کر لیا، تو ملک بھر میں ہڑتالیں اور بڑے پیمانے میں مظاہرے ہوئے، فوجیوں نے مظاہرین پر گولیاں چلائیں تو ہزاروں لوگ مارے گئے، غرض فوج نے خود اپنی قوم کے خلاف مظالم کے حوالے وہی طریقے اپنائے، جو اس سے پہلے روہنگیا مسلمانوں کے خلاف اپنائے گئے تھے۔ ان مظالم کے ردعمل میں عوام کی طرف سے کی گئی دوسری سرگرمیوں سے صرف نظر سرکش برمی فوجی جنرلوں اور ان کے غیر آئینی اور ناجائز اقتدار پر قبضے کے خلاف (CDM)، (PDF) اور (CRPH) وغیرہ تنظیمیں بنیں اور مسلح جدو جہد کا آغاز ہو گیا، بالآخر نیشنل یونائیٹڈ گورنمنٹ (NUG) نامی ایک عوامی حکومت قائم ہوئی، تو اس حکومت کی قیادت میں ایک دو علاقوں کو چھوڑ ملک بھر میں خانہ جنگی ہو رہی ہے، جو آج کل عروج پر ہے، اور مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ فوج عوامی نمائندوں کو غیر مشروط طور پر اقتدار سونپتے ہوئے بیرکوں میں چلا جائے، لیکن عوام کے یہ اور ان جیسے مطالبات سے فوج کے کانوں میں جوں تک رینگتی نظر نہیں آتی ہے۔

☆☆☆

ارکان اور اس کے متعلق بعض نمایاں تاریخی واقعات

۲۶۶۶ق م ۔ سے دھنووتی / دھنیاودی پہلے عہد حکومت، جس کا سلسلہ ۸۰۰ق م تک جاری تھا۔

۸۲۵ق م ۔ سے دھنووتی / دھنیاودی دوسرے عہد حکومت، جس کا سلسلہ ۷۸۸ء تک جاری تھا۔

۷۸۸ء ۔ ویسالی دور حکومت کا آغاز، جس کا سلسلہ ۱۰۱۸ء تک جاری تھا۔

۹۵۷ء ۔ ارکانی راجا چولاٹنگ چندرا کے زمانے میں ارکان پر منگولوں کا حملہ، اور ارکان کی تاخت و تاراج۔

۱۰۱۸ء ۔ پن سا پہلے دور حکومت کی ابتداء، جو ۱۱۰۳ء میں اپنی انتہاء کو پہنچی تھی۔

۱۱۰۳ء ۔ پارن دور حکومت کا آغاز، جس کا سلسلہ ۱۱۶۷ء تک جاری رہا۔

۱۱۶۷ء ۔ کریٹ دور حکومت کا آغاز، جس کا سلسلہ ۱۱۸۰ء تک جاری تھا۔

۱۱۸۰ء ۔ پن سا دوسرے دور حکومت کا آغاز، جس کا سلسلہ ۱۲۳۷ء تک جاری تھا۔

۱۲۳۷ء ۔ لنگریٹ دور حکومت کا آغاز، جس کا سلسلہ ۱۴۰۴ء تک جاری تھا۔

۱۴۰۴ء ۔ برمی غاصب راجا ''من کھاؤن'' کا ارکان پر حملہ، نرامیخلا کی ارکان کی سلطنت سے بے دخلی۔

۱۴۰۴ء ۔ ارکانی باشاہ نرامیخلا (محمد سلیمان شاہ / من سامون) کا ترک وطن یا جلاوطن۔

۱۴۳۰ء ۔ سلیمان شاہ کی ارکان واپسی اور مروکو حکومت کی بنیاد، جس کا سلسلہ ۱۷۸۴ء تک جاری تھا۔

۱۶۶۰ء ۔ بدنصیب مغل شہزادہ شجاع کی ارکان میں آمد، بعد میں اس کا مع اہل وعیال قتل۔

۱۶۶۶ء ۔ مگھ اور پرتگیز لٹیروں کی وجہ سے مختلف آلام و پریشانیاں۔

۱۷۱۰ء ۔ ارکان میں خانہ جنگی، اور وسیع پیمانے میں نقصانات۔

۱۷۸۴ء ۔ برمی غاصب راجا بودھو پھیا کا ارکان پر حملہ و قبضہ، اور اس کی دہشت گردی، اور قتل عام۔

۱۷۹۶ء ۔ تیس ہزار ارکانیوں (مگھ / مسلمانوں) کا ترک وطن اور بنگال میں ان کی پناہ۔

۱۷۹۸ء ۔ جنرل علیہ بائنگ / علی بھائی (مسلمان) وغیرہ کی برمی غاصبوں سے آزادی کی جدوجہد۔

۱۸۱۱ء ۔ سین فیا (KINGBERING) اور مسلم لیڈروں کی قیادت میں ہونے والے انقلاب کی ناکامی۔

۱۸۲۵ء ۔ پہلی انگلو برمن جنگ۔

۱۸۲۶ ۔ ارکان پر برطانیہ کا قبضہ۔

۱۹۳۰ء ۔ برمی مسلم تاجر ''اوباداو'' کے تعاون سے برما مسلم سوسائٹی کا قیام۔

۱۹۳۰ء ۔ مگھ ڈاکو (بورینگ اونگ) اور اس کے حواریوں کی بربریت اور مسلمانوں کی بڑے پیمانے سے ہجرت۔

۱۹۳۰ء ۔ وسطی، تحتی برما اور ارکان میں مسلمانوں کا قتل عام اور مسلمانوں کی ہجرت۔

۱۹۳۳ء ۔ روہنگیا جمعیت علمائے اسلام ارکان کی بنیاد۔

۱۹۳۶ء ۔ برطانوی ہند سے برما کی انتظامی علیحدگی، اور ملک بھر سے مسلمانوں کا کریک ڈاؤن۔

۱۹۴۲ء ۔ رنگون پر جاپانیوں کا قبضہ۔

۱۹۴۲ء ۔ ارکانی مسلمانوں کا تاریخی قتل عام، اور بڑے پیمانے پر ان کی ہجرت۔

۱۹۴۲ء ۔ منگڈو، بوسیدنگ اور راسیدنگ پر مشتمل تاریخی ''مسلم ریاست'' کا قیام۔

۱۹۴۵ء ۔ ارکان میں برطانویوں کی دوبارہ واپسی۔

۱۹۴۵ء ۔ ''برما مسلم جنرل کونسل'' نامی تنظیم کا قیام۔

۱۹۴۵ء ۔ مسٹر عبدالرزاق کی صدارت میں برما مسلم کانگرس کا قیام۔

۱۹۴۶ء ۔ مسٹر عبدالرزاق کی سربراہی میں پمنا رپیومنا مسلم کانفرس کا انعقاد۔

۱۹۴۷ء ۔ سازش پر مبنی بدنام زمانہ ''پیلونگ کانفرنس'' کا انعقاد۔

۱۹۴۷ء ۔ برمی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات۔ جس میں ارکانی مسلمانوں کو قانونی طور پر نمائندگی ملی تھی۔

۱۹۴۷ء ۔ محمد جعفر حسین قوال کی زیر قیادت ''جہاد کونسل'' کی تشکیل اور ظالموں کے خلاف اعلان جہاد۔

۱۹۴۸ء ۔ برطانیہ سے برما یا برمیوں کو حصول آزادی۔

۱۹۴۸ء ۔ محمد قاسم بن عطاء الدین کی قیادت میں ''مجاہد پارٹی'' کا قیام۔

۱۹۴۹ء ۔ مولانا مظفر احمد کی زیر صدارت انجمن مہاجرین ارکان کا قیام۔

۱۹۵۰ء ۔ بی ٹی ایف کی بربریت، ہزاروں مسلمانوں کی شہادت اور ہزاروں کی ہجرت۔

۱۹۵۰ء ۔ بانیٔ تحریک آزادیٔ ارکان محمد جعفر حسین قوال کی افسوسناک شہادت۔

۱۹۵۱ء ۔ آزاد برما میں قومی اسمبلی کے پہلے عام انتخابات۔

۱۹۵۴ء ۔ ارکان میں بنگالی مگھوں کا دخول عام، مسلم بستیوں پر قبضہ، مسلمانوں کی ہجرت۔

۱۹۵۶ء ۔ برمی قومی اسمبلی کے دوسرے انتخابات۔

۱۹۵۹ء ۔ ارکان میں اور ایک مرتبہ بنگالی مگھوں کا دخول عام، مسلم بستیوں پر قبضہ، مسلمان ترک وطن پر مجبور۔

۱۹۶۰ء ۔ مایو فرنٹیر اڈمنسٹریشن کا نفاذ۔

۱۹۶۱ء ۔ برمی قومی اسمبلی کے تیسرے عام انتخابات۔

۱۹۶۱ء ۔ راغب اللہ مرحوم وغیرہ کی قیادت میں ۲۹۰ سے زائد مجاہدین کا برمی فوجی قیادت کے سامنے سارنڈر۔

۱۹۶۲ء ۔ جمہوری آئین کی معطّلی، اور اقتدار پر جنرل نے ون کی قیادت میں برمی فوج کا مکمل قبضہ۔

۱۹۶۲ء ۔ برما میں شوشل ازم کا نفاذ۔

۱۹۶۳ء ۔ نے ون کے نام نہاد قومی اسمبلی کے انتخابات۔

۱۹۶۴ء ۔ روہنگیا انڈیپنڈنٹ فورسس (RIF) کی تشکیل۔

۱۹۶۶ء ۔ مگھ شرپسندوں کی شرپسندی اور برمی بربروں کی بربریت کی وجہ سے مسلمانوں کی ہجرت۔

۱۹۶۶ء ۔ محمد جعفر ثانی کی قیادت میں ارکان آزاد فوج (RNLP) کی تشکیل۔

۱۹۷۳ء ۔ نے ون کی قیادت میں برمی فوج اور اس کے لالے پالے غنڈوں کے مظالم، اور مسلمانوں کی ہجرت۔

۱۹۷۳ء ۔ محمد جعفر حبیب (رحمہ اللہ) کی زیر قیادت روہنگیا فدائین محاذ (RPF) کی تشکیل اور اعلان۔

۱۹۷۵ء ۔ جنرل نے ون کی ایماء پر مسلمانوں کی وسیع پیمانے میں گرفتاریاں اور مسلمانوں کی ہجرت۔

۱۹۷۵ء ۔ ارکان ہسٹریکل سوسائٹی (AHS) کا قیام۔

۱۹۷۷ء ۔ روہنگیا مسلم طلبہ تنظیم ''رابطۃ الطلاب المسلمین الروہانجیین کا قیام۔

۱۹۷۸ء ۔ نے ون کے نام نہاد برمی قومی اسمبلی کے انتخابات۔

۱۹۷۸ء ۔ ناگامن آپریشن، برمیوں اور مگھوں کی غارت گری، مسلمانوں کی عام گرفتاریاں، قتل عام اور ہجرت۔

۱۹۷۹ء ۔ روہنگیا جمعیت علماء (مسلح) کی زیر زمین جدوجہد کا آغاز۔

۱۹۸۲ء ۔ روہنگیا سالیڈریٹی آرگنائزیشن (RSO) کی تشکیل۔

۱۹۸۲ء ۔ مولانا عبدالقدوس مجاہد کی امارت میں حرکۃ الجہاد الاسلامی نامی تنظیم کی جدوجہد کا آغاز۔

۱۹۸۲ء ۔ نے ون قومی اسمبلی کے اور ایک نام نہاد انتخابات۔

۱۹۸۶ء ۔ ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ (ARIF) کی تشکیل۔

۱۹۸۶ء ۔ مولانا عبدالحمید مجاہد کی زیر امارت ''روہنگیا اسلامی محاذ'' نامی تنظیم کی تشکیل۔

۱۹۸۶ء ۔ روہنگیا طلبہ تنظیم، اتحاد الطلاب المسلمین ارکان۔ برما۔ (ITM) کی بنیاد۔

۱۹۸۸ء ۔ جنرل نیون کی اقتدار سے ہمیشہ کے لئے چھٹی، اور سین لوین کی گدی نشینی۔

۱۹۸۸ء ۔ ڈاکٹر مونگ مونگ کی چند دنوں والی حکومت۔

۱۹۸۸ء ۔ جنرل سا مونگ کی قیادت میں اقتدار پر فوج کا دوبارہ قبضہ۔

۱۹۸۸ء ۔ مولانا محمد حنیف راغب ارکانی کی قیادت میں ''اتحاد المجاہدین'' نامی تنظیم کی تشکیل۔

۱۹۸۸ء ۔ روہنگیا لیبریشن آرگنائزیشن (RLO) کا اعلان۔

۱۹۹۰ ۔ ارکانیوں کی نمائندہ جماعت ''نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی فار ہیومن رائٹ (NDPHR) کا قیام۔

۱۹۹۰ء ۔ نام نہاد انتخابات/اقتدار پر فوج کا قبضہ، جس کا سلسلہ تان شوے سے لے کر اب تا جاری ہے۔

۱۹۹۱ء ۔ روہنگیا مسلمانوں پر مظالم اور ان کی بڑے پیمانے پر ہجرت۔

۱۹۹۱ ۔ مسلمانوں کا قتل عام، وسیع پیمانے میں مسلمانوں کی گرفتاریاں، اور ان کی بڑے پیمانے پر ہجرت۔

۱۹۹۵ء ۔ روہنگیا نشنل الائنس (RNA) نامی الائنس کی تشکیل۔

۱۹۹۸ء ۔ ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) کی تشکیل اور اعلان۔

۲۰۱۱ء ۔ ارکان روہنگیا یونین (ARU) کی بنیاد اور اعلان۔

۲۰۱۲ء ۔ مسلمانوں کا قتل عام، ہزوروں شہادت، ہزاروں ماں بہنوں کی عصمت دری، اور لاکھوں کی ہجرت۔

مصنف کی بعض مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف:

سرزمین ارکان کی تحریک آزادی تاریخی	سازش کا طوفان عقلیت و مادیت کے روپ میں
روہنگیا مسلمانوں کے جانگسل المیے	تذکرۂ علامہ سید الامینؒ
تذکرۂ حضرت مولانا شاہ عبد السلام ارکانیؒ	روہنگیا مسلمان اور ان کی ہجرت کے اسباب
ارکان کے عظیم شاعر علاول، حیات و کارنامے	ارکان روہنگیا یونین، ماضی اور حال کے تناظر میں
روہنگیا چیخ و پکار اور مطالبات (ترجمہ)	تذکرۂ رفتگان
وادئ پرخار کے گمنام مسافر	سالارِ کارواں محمد جعفر حبیبؒ
سرخیل کارواں	علماء اور جمیعۃ علمائے اسلام ارکان
روہنگیا رسم الخط کا ایک علمی اور فکری جائزہ	روداد سخن
خورشیدِ تاباں	کاروان انسانیت
سفر اور کامیابیاں	اارکان کے چند ندوی فضلاء ایک نظر میں
عظیم ارکانی لیڈران	علماء اور جمعیت علمائے ارکان
مقالاتِ طاہر ندوی	روہنگیا رسم الخط کا ایک علمی اور فکری جائزہ
مدارس اسلامیہ کا نصاب و نظام اور جدید تقاضے	دو نظام تعلیم
ارکان کے روہنگیا مسلمان موت وحیات کی کشمکش میں	ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO)
برما میں خانہ جنگی کا دور دورہ	شعرائے ارکان
تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۱)	تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۲)
تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۳)	تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۴)
تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۵)	تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۶)
تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۷)	تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۸)
تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۹)	تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۱۰)
تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۱۱)	تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۱۲)